تعبیر

اردو زبان و ادب کا تحقیقی مجلہ

شمارہ: ۳

جنوری تا جون، ۲۰۱۶ء

شعبۂ اردو

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اردو زبان و ادب کا تحقیقی مجلہ

شمارہ: ۳

جنوری تا جون، ۲۰۱۶ء

مکتوبات نمبر

مدیر

عبدالعزیز ساحر

شعبہ اردو

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سر پرستِ اعلیٰ

ڈاکٹر شاہد صدیقی

❋

مجلسِ ادارت

ڈاکٹر ظفر حسین ظفر

ڈاکٹر نورینہ تحریم بابر

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

ڈاکٹر محمد قاسم

❋

مجلسِ مشاورت

[اسمائے گرامی الف بائی ترتیب سے]

قومی

ڈاکٹر رؤف پاریکھ (کراچی)

پروفیسر سید جاوید اقبال (حیدر آباد)

پروفیسر شاداب احسانی (کراچی)

ڈاکٹر شفیق انجم (اسلام آباد)

پروفیسر فخر الحق نوری (لاہور)

پروفیسر معین نظامی (لاہور)

ڈاکٹر نجیبہ عارف (اسلام آباد)

بین الاقوامی

ڈاکٹر ٹی۔آر رینا (مقبوضہ جموں)

پروفیسر سویامانے یاسر (جاپان)

ڈاکٹر سہیل عباس خاں (ٹوکیو۔جاپان)

پروفیسر ظفر احمد صدیقی (علی گڑھ۔بھارت)

ڈاکٹر عامر مفتی (امریکہ)

پروفیسر عبدالحق (دہلی۔بھارت)

ڈاکٹر علی بیات (تہران۔ایران)

نوٹ: ادارے کا کسی بھی مقالہ نگار کے خیالات اور نظریات سے اتفاق ضروری نہیں۔

نگرانِ طباعت: ڈاکٹر محمد نعیم قریشی، ناظم پی پی یو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

برائے رابطہ: tabeer@aiou.edu.pk

Optimized by www.ImageOptimizer.net

فہرست

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اداریہ

(۱)

مکتوب نگاری کا فن :انسان کی ذاتی اور شخصی واردات اور کیفیات کا آئینہ دار ہے۔اس میں خود کلامی کے عناصر بھی جلوہ گر ہیں اور ہم کلامی کی خوشبو بھی اس کے حیطۂ ادراک سے باہر نہیں۔کہانی کی طرح اس میں تخیلاتی رنگوں کی آمیزش بھی ہوتی ہے اور زندگی کے حقیقی رویوں کا احساس بھی۔یہ کسی بھی انسان کے داخلی جذبوں کا اظہار یہ بھی ہوتا ہے اور اس کے خارجی رنگوں کا اشاریہ بھی۔اس میں رنگ بھی ہوتے ہیں اور بے رنگی بھی۔یہ انسانی زندگی کے ظاہری رویوں کا ترجمان بھی ہے اور اس کی باطنی کیفیات کا نقیب بھی۔رشید احمد صدیقی کے بقول:'یہ آرٹ بھی ہے اور فائن آرٹ بھی'۔آرٹ جب حسنِ خیال کی رعنائی سے فائن آرٹ بن جائے تو اس کے رنگوں کی بہار دیدنی ہوتی ہے۔اس کی تاریخ اتنی پرانی ہے کہ اس کا روزِ اول کہیں مرورِ ایام میں گم ہو کر رہ گیا ہے۔سب سے پہلے کس نے اس فن کو برتا اور اس کے تناظر میں بہ زبانِ قلم باتیں کیں؟ وہ کون تھا،جس نے اسے آدھی ملاقات سے تعبیر کیا؟ ایسے کتنے ہی سوالات ہو سکتے ہیں،لیکن ان میں سے کسی سوال کا جواب ممکن نہیں۔یوں لگتا ہے کہ اس فن نے کہیں کہانی کے باطن سے اپنا اظہار کیا۔اس میں کہانی کے کئی زاویے نمود پذیر ہوئے۔یہ مراسلے سے مکالمہ بنا تو اس میں بے تکلفی کے رنگ بکھرنے لگے اور یہ خوشبو کی طرح اُڑ کر دلوں میں اُترنے لگا۔

(۲)

مکتوب نگاری کا فن کدہ انفرادی طرزِ احساس کا علمبردار بھی ہے اور اجتماعی اسلوبِ نگارش کا ترجمان بھی۔اس صنف کا دائرۂ اثر فرد سے لے کر تہذیبوں تک پھیلا ہوا ہے۔اس سے سفارت کاری کا کام بھی لیا گیا اور دینی رشد و ہدایت کے سلسلے میں بھی اس کا دامن خوشبوؤں سے بھرا رہا۔اسلام کے پھیلاؤ میں اس صنفِ اظہار کا اظہار یہ نئے رنگوں کی نوید بن کر طلوع ہوا۔پیغام کے ابلاغ اور اس کی ترویج و اشاعت سے اس فن کدے کے در و بام جگمگاتے رہے۔روحانی زاویوں اور خانقاہی نظام میں بھی اس فن کا عمل دخل برابر جاری رہا۔صوفیہ اپنے مریدوں کو مکتوبات کے ذریعے اپنے مشاہدات اور تجربات کی نیرنگی سے معمور کرتے رہے۔اس صنفِ اظہار کا دائرۂ خیال

Optimized by www.ImageOptimizer.net

پھیل کر علم وادب کے دریچوں میں لَو دینے لگا۔

(۳)

تعبیر کا تیسرا شمارہ مکتوبات نمبر ہے۔اس شمارے میں علامہ محمد اقبال کا ایک نو دریافت خط بھی ہے اور ان کے حوالے سے پروفیسر آسن کو لکھا گیا فرنانڈو دے لوس ریوس کا خط بھی۔نو مقالہ نگاروں نے آسمانِ علم وادب کے کتنے ہی ستاروں کے خط تعبیر کے طاقِ ابد پر رکھ دیے ہیں۔یقیناً وقت کی رواں چراغوں کی لَو کو بڑھاوا دیتی رہے گی اور تعبیر کے طاق پر رکھے یہ چراغ روشن رہیں گے۔اس شمارے کی ترتیب وتہذیب میں بھی اپنے وائس چانسلر ڈاکٹر شاہد صدیقی کی کرم فرمائی شاملِ حال رہی،وگرنہ اس خواب کی تعبیر کہاں ممکن تھی؟

مدیر

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حسن نواز شاہ
محقق۔ مخدومہ امیر جان لائبریری، نڑالی (گوجر خان)

علامہ محمد اقبال کا ایک نو دریافت خط

Hasan Nawaz Shah

Reseacher - Makhduma Amir Jan Library,Narali(GujarKhan)

Abstract: Many collections of Allama Iqbal's letters have been published, butt all his written letters have not been explored yet. The researhcer has discovered a new letter of Allama Iqbal. After analyzing and studying it thoroughly the researcher has written notes and annotations about this letter .He has also provided indepth details about the addressee of Iqbal.

(۱)

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اقبال کے حینِ حیات خطۂ پوٹھوہار کے جن تین اصحاب کا اقبال سے بلاواسطہ رابطہ رہا، ان تینوں کا تعلق گکھڑ برادری سے تھا، یعنی: راجا حسن اختر، راجا سید اکبر اور راجا محمد اسلم خان۔ راجا حسن اختر (۲۱؍دسمبر ۱۹۰۱ء-اکتوبر ۱۹۶۱ء) کا تعلق کہوٹہ (ضلع راولپنڈی) سے تھا۔ اقبال کی زندگی کے آخری سالوں میں انھیں اقبال کا خاصا قرب نصیب رہا۔ دونوں کے باہمی تعلقات کی تفصیلات سید طالب حسین بخاری کی تالیف: راجہ حسن اختر بحیثیت اقبال شناس میں جمع کر دی گئی ہیں (۱)۔

راجا سید اکبر (۴؍فروری ۱۹۱۱ء-۲۹؍مئی ۱۹۸۴ء، لاہور) کا تعلق موہڑہ بھرتھا؍مندرہ (تحصیل گوجر خان) سے تھا۔ پیشے کے اعتبار سے وکیل تھے اور قانون سے متعلق پانچ کتب کے مصنف۔ وہ تحریکِ پاکستان کے نہایت سرگرم کارکن تھے اور ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ گوجر خان کی طرف سے پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ان کی اقبال سے ایک ملاقات کا حوالہ سید نذیر نیازی (۱۹۰۰ء-۲۴؍جنوری ۱۹۸۱ء) کی مرتبہ مجالسِ اقبال (اقبال کے حضور) میں ملتا ہے۔ سید نذیر نیازی رقمطراز ہیں:

> ''نو بجے کے قریب پھر حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت علامہ کی طبیعت بہت بہتر پائی۔ قرشی صاحب، چودھری صاحب، راجا صاحب، م-ش اور راجا سید اکبر حاضرِ خدمت تھے۔ راجا سید اکبر تو صرف مزاج پرسی کے لیے آئے تھے۔ چند منٹ بیٹھے اور چلے گئے۔'' (۲)

تیسری شخصیت ذیلدار راجا محمد اسلم خان اسکندرال رئیس بکڑالا کی ہے، جن کا تعلق موضع بکڑالا (تحصیل سوہاوہ؍ضلع جہلم) سے تھا۔ انھی کے نام اقبال کا ایک مکتوب دریافت ہوا ہے۔ راجا محمد اسلم خان ۱۲؍مارچ ۱۹۰۷ء کو ذیلدار راجا محمد خان رئیس بکڑالا (م ۱۱؍ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ؍۱۱؍دسمبر ۱۹۲۱ء) کے ہاں بمقام بکڑالا (تحصیل سوہاوہ؍ضلع جہلم) پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ صاحبہ کا نام گوہر بیگم دختر راجا نیک محمد تھا (۳)۔ ان کی ولادت معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش قادری (۱۲۴۶ھ-۷؍ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ؍۱۸۳۰ء-۲۲؍جنوری ۱۹۲۲ء) کی دُعا کے سبب ہوئی۔ راجا محمد خان، میاں محمد بخش کے مقرب مریدین میں سے تھے۔ اس کا اندازہ میاں صاحب کے ایک

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مکتوب (مکتوبہ:۲۱رصفر ۱۳۱۰ھ/۱۳رستمبر ۱۸۹۲ء) بنام میاں شرف دین بیلوی وشرف دین میر پوری سے ہوتا ہے، جس میں وہ ان ہر دو احباب کے پاس محفوظ نقدی کو اپنی حیات کے بعد راجا محمد خان کو مختار مقرر کرتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد وہ اس رقم کو میاں صاحب کے پڑدادا مرشد میاں مرید خان معروف بہ حاجی بگا شیر (م ۱۲۰۰ھ/۲-۱۷۸۵ء) کے مزار کی تعمیر پہ خرچ کریں۔ وہ رقمطراز ہیں:

''میں اپنی حینِ حیات میں اپنی جائیداد کا خود متصرف ہوں۔ بعد حیاتِ نفسانی، جو میری امانت مال تمھارے پاس ہو، وہ عمارت روضۂ مبارک درکالی والا پر خرچ کرنا چاہیے۔ محمد خان راجا جو بکڑالا والا اس کا، پر خرچ کریں[کذا]۔'' (۴)

راجا محمد خان کا زیادہ تر وقت میاں محمد بخش کی خدمت ہی میں گزرتا تھا۔ ایک بار ان کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا کہ میرا ایک ہی فرزند ہے اور چاہتی ہوں کہ وہ پھولے پھلے۔ اس پر میاں صاحب نے راجا صاحب کو شادی کر لینے کا حکم فرمایا۔ راجا محمد خان، اپنے شیخ طریقت کی خدمت میں عرض گزار ہوئے: حضور! جیسے آپ کا حکم، پر میری ایک عرض ہے کہ میری شادی پہ آپ بھی تشریف لائیں گے۔ میاں صاحب نے آنے کا وعدہ فرما لیا۔ بعد ازاں حسبِ وعدہ وہ نہ صرف راجا محمد خان کی شادی میں شریک ہوئے، بلکہ شادی کے روز انھوں نے نیزہ بازی میں بھی حصہ لیا۔ نیزہ بازی کے دوران استعمال کی گئی برجس آج بھی میاں صاحب کے دیگر تبرکات کے ساتھ راجا محمد خان کے نبیرہ راجا ظفر الحق کے پاس بکڑالا میں محفوظ ہے۔ (۵) راجا ظفر الحق کے ہاں محفوظ ایک خاندانی بیاض میں درج یادداشتوں کے مطابق: راجا محمد خان کی شادی ۲۶ر نومبر ۱۸۹۳ء کو ہوئی۔ شادی کے کئی سال گزرنے کے باوجود جب اولاد نہ ہوئی تو راجا صاحب نے اپنے کسی پیر بھائی کی معرفت میاں صاحب کی خدمت میں اولاد کے لیے دُعا کی درخواست کی، جس پر میاں صاحب نے جلد ہی لڑکے کی ولادت کی نوید سنائی اور فرمایا کہ اس کا نام ہمارے نام پر رکھنا۔ ٹھیکیدار ملک محمد قادری (۷-۱۸۴۶ء/ ۲۷رمئی ۱۹۲۳ء) اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''راجا محمد خان صاحب گکھڑ ورئیس بکڑالا، جو حضرت قبلہ کے جان نثار فدائی محبّ و مریدِ صادق ہیں، ان کی شادی کے موقعہ[موقع] پر حضرت قبلہ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ شادی کو چند سال گزر گئے تو کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ اس وقت راجا صاحب نے بہ باعثِ شرم وحیا کسی دوسرے کی معرفت فرزند کے واسطے طلبِ دُعا کی۔ آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ جلد لڑکا پیدا ہوگا، لیکن ہمارے نام پر اس کا نام رکھو۔ چنانچہ حضرت قبلہ کی برکت سے خداوند تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا کیا۔ اس کا نام محمد اسلم رکھا گیا۔ خدا اس مولود کی عمر دراز کرے اور خاندان کے بزرگوں کا نام زندہ کرنے والا ہو، آمین۔ حضرت قبلہ کے پڑدادا مرشد حضرت حاجی صاحب بگا شیر درکالی والے کا خاندان گکھڑ تھا۔ اس وجہ سے آپ کو راجا محمد خان صاحب کی طرف خاص نظرِ عنایت تھی۔'' (۶)

راجا اسلم خان ابھی صغیر سن ہی تھے کہ ان کے والدِ گرامی وفات پا گئے۔ اپنے والدِ گرامی کی وفات کے بعد اپنی تعلیمی کیفیت و مطالعات کے بارے میں انھوں نے اپنے ایک مکتوب (بنام راجا میر زمان خان سب انسپکٹر پولیس) میں لکھا:

''آپ نے میرے مطالعہ کی نسبت دریافت فرمایا ہے۔ اس کی نسبت عرض ہے کہ میری تعلیم ثانوی حیثیت

Optimized by www.ImageOptimizer.net

رکھتی ہے۔تمام طلبہ میں میری تعلیمی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جب والد مرحوم کا انتقال ہوا تو تمام گھرانے کو میری فکر دامن گیر ہوئی۔ ہر لحاظ سے مجھے تعلیم میں مشغول ہونے کی طرف متوجہ کیا۔ مجھے تعلیم کے نام سے سخت نفرت تھی۔ آخر طوعاً و کرہاً مطالعہ کی طرف توجہ کرنی [کرنا] پڑی۔قدرت نے کچھ حالات ہی ایسے پیدا کر دیے کہ بکڑالا میں طاعون پھیل گئی [گیا]۔ ہر ایک ہراساں و پریشاں تھا؛ ہر ایک اپنے تئیں لقمۂ اجل سمجھتا تھا۔ ان دنوں میں نے والد مرحوم کی لائبریری کا جائزہ لیا تو مجھے ان کی لائبریری میں الفاروق [اور] تذکرۃ الاولیاء دستیاب ہوئیں۔ پھر میں نے ان کو پڑھنا شروع کیا۔عبارت بالکل غلط پڑھا کرتا تھا اور کئی الفاظ سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ پھر لغت کی مدد سے کچھ سمجھنے کی کوشش کی گئی اور [یوں] کچھ شد بد ہونے لگی۔''(۷)

نامساعد حالات اور ذرائعِ رسل و رسائل محدود ہونے کی وجہ سے راجا اسلم باضابطہ کوئی خاطر خواہ تعلیم تو حاصل نہ کر پائے، البتہ ذاتی مطالعات اور موضع جنڈوت (تحصیل سوہاوہ) کے معاصر دوست، مؤرخ اور مصنف راجا کفایت علی خان پنوار (۱۳رستمبر۱۸۹۳ء-۱۱رنومبر۱۹۵۷ء) کی ہم نشینی اور باہمی تبادلۂ خیالات کے سبب انھوں نے اپنی استعداد کو غیر معمولی حد تک بڑھالیا تھا۔ اپنے ایک مکتوب میں انھوں نے علامہ شبلی نعمانی (۳رجون ۱۸۵۷ء-۱۸رنومبر۱۹۱۴ء) اور راجا کفایت علی خان پنوار کے بارے میں صراحت کے ساتھ دونوں کی نوازشات کا اعتراف کیا ہے:

''میرے اور راجا کفایت علی خان صاحب کے نہایت عمدہ تعلقات ہیں اور بارگاہِ رب العالمین میں دست بہ دُعا ہوں کہ آئندہ بھی رہیں، کیونکہ وہ ایک نہایت زیرک، وسیع النظر، خوش اخلاق انسان ہیں۔ مجھے اپنی زندگی میں دو آدمیوں سے نہایت فائدہ پہنچا ہے، جن کا میں تازیست ممنون رہوں گا۔ [ایک] علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ [اور] دوسرے راجا کفایت علی خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔''(۸)

راجا اسلم خان کی شادی، ان کے ماموں راجا محمد حسین خان ساکن بکڑالا کی صاحبزادی محترمہ زرین بیگم سے ہوئی تھی، لیکن اولاد کی نعمت سے وہ محروم ہی رہے(۹)۔ وہ ایک نہایت علم دوست اور کتاب شناس انسان تھے۔ ان کا نجی کتب خانہ کئی نادر کتب، مجلّات اور اخبارات پر مشتمل تھا۔ اس کا اندازہ ان کے نام سید سلیمان ندوی (۲۲رنومبر۱۸۸۴ء-۲۳رنومبر۱۹۵۳ء) کے ایک خط کے درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے:

''سوانحِ شبلی آپ کے خیال کے مطابق پوری ہو۔ دوسرے حصہ [حصے] میں تعلیقات اور اس کے ساتھ ہی تنقیدات پر بھی تبصرہ ہوگا، ان شاء اللہ۔ اگر آپ کے پاس اس زمانۂ وفات کی کوئی اخباری تحریر ہو تو مطلع فرمائیں، خصوصاً: زمیندار و وکیل و ہمدرد۔''(۱۰)

اعظم گڑھ سے نکلنے والے معروف علمی مجلّے معارف سے وابستہ اس زمانے کے سبھی صاحبانِ علم ان کے نام سے آگاہ تھے۔ ان کی علم دوستی کا اندازہ کچھ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے نام علامہ محمد اقبال (۹رنومبر۱۸۷۷ء-۲۱رابریل ۱۹۳۸ء)، سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلیٰ مودودی (۲۵رستمبر۱۹۰۳ء-۲۲رستمبر۱۹۷۹ء)، سید ریاست علی ندوی (م۱۴رنومبر۱۹۷۴ء)، شاہ معین الدین

Optimized by www.ImageOptimizer.net

احمد ندوی (م ۱۳؍ دسمبر ۱۹۷۴ء)، پروفیسر محمد الیاس برنی (۱۹؍ اپریل ۱۸۹۰ء-۲۶؍ جنوری ۱۹۵۹ء) اور نعیم صدیقی (۱۹۱۶ء-۲۵؍ ستمبر ۲۰۰۲ء) جیسے مشاہیر کے مکتوبات دریافت ہوئے ہیں۔ راجا محمد اسلم کے گکھڑوں کی تاریخ سے متعلق ایک دو مکتوبات معارف (اعظم گڑھ) میں شائع ہوئے تھے (۱۱)، نیز ان کا ایک مضمون گکھڑوں کی تاریخ کا ایک گمشدہ باب بھی معارف ہی میں چھپا تھا۔ (۱۲) ان کا یہ مضمون معارف میں شائع ہونے والے سید ابوظفر ندوی (م جون ۱۹۵۹ء) کے ایک طویل مضمون گھکڑ نامہ [کذا: گکھڑ نامہ] کے جواب میں تھا۔ (۱۳) علاوہ ازیں تاریخ بکڑالا کا ایک نامکمل مسودہ اور ایک سو کے قریب ان کے مکتوبات کا مجموعہ (مکتوباتِ اسلمی) ان کے آثار میں دستیاب ہوئے ہیں۔ راجا محمد اسلم یکم دسمبر ۱۹۵۴ء کو فوت ہوئے اور بکڑالا ہی میں اپنے والدِ گرامی کے جوار میں زیرِ خاک آسودہ ہیں (۱۴)۔

(۲)

راجا محمد اسلم خان کے نام اقبال کا مکتوب ۱۳؍ جنوری ۱۹۳۵ء کا مکتوبہ ہے۔ اقبال کا یہ نہایت مختصر مکتوب پوسٹ کارڈ کی صورت میں، کارڈ پر موجود وصولی کی مہر کے مطابق ۱۴؍ جنوری ۱۹۳۵ء کو، جہلم پہنچا۔ راجا اسلم خان کے اب تک دستیاب مکتوبات، یا دیگر یادداشتوں میں اقبال کے خط کے بارے میں کوئی یادداشت دستیاب نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ معلوم ہو پایا ہے کہ انھوں نے اقبال کی خدمت میں کیا گزارشات پیش کی تھیں؟ جس کے جواب میں انھوں نے لکھا:

''میں اپنے مقاصد کو خوب سمجھتا ہوں اور انھیں کو پیشِ نظر رکھتا ہوں۔''

(۳)

ذیل میں خط کا متن پیشِ خدمت ہے:

جنابِ من!

السلام علیکم۔ آپ کے مشورہ [مشورے] کے لیے سپاس گزار ہوں، مگر میں اپنے مقاصد کو خوب سمجھتا ہوں اور انھیں کو پیشِ نظر رکھتا ہوں۔ والسلام

محمد اقبال

۱۳؍ جنوری ۳۵[۱۹]ء

محمد اسلم خان علاقہ دار
مقام بکڑالا، تحصیل و ضلع جہلم
ڈاک خانہ ریلوے سٹیشن ترکی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حوالے:

ا۔ بخاری صاحب کی یہ تالیف، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور سے ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔

۲۔ اقبال کے حضور :سید نذیر نیازی: اقبال اکادمی، کراچی: بارِ اول جولائی ۱۹۷۱ء: ص ۲۶۴۔

راجا سید اکبر کے احوال کے لیے ملاحظہ کیجیے:

وفیاتِ ناموران پاکستان :منیر احمد سلیچ: اردو سائنس بورڈ، لاہور: بارِ اول ۲۰۰۶ء: ص ۳۷۸ و ۳۷۹۔

تحریکِ پاکستان میں خطۂ پوٹھوہار کا کردار :صفدر شاہد: پذیرائی پبلی کیشنز، لاہور: بارِ اول مئی ۱۹۹۷ء: ص ۱۳۸۔

۳۔ بیاض مملوکہ راجا ظفر الحق۔

۴۔ محولہ بالا۔

۵۔ راجا ظفر الحق سے راقم کا مکالمہ: بمقام بکڑالا: ۵؍مارچ ۲۰۱۶ء۔

۶۔ سوانح عمری میاں محمد صاحب مشمولہ سیف الملوک مع سوانح عمری :ٹھیکیدار ملک محمد قادری: مطبع سراج المطابع، جہلم: ۱۹۱۴ء: ص ۴۸۴۔

۷۔ بیاض مملوکہ راجا ظفر الحق۔

۸۔ راجا محمد اسلم خان: مکتوب بنام راجا کفایت علی خان پنوار، بکڑالا: ۱۲؍ستمبر ۱۹۴۰ء: مملوکہ راجا ظفر الحق۔

۹۔ راجا ظفر الحق سے راقم کا مکالمہ: بمقام بکڑالا: ۲۰۰۷ء۔

۱۰۔ سید سلیمان ندوی: مکتوب بنام راجا محمد اسلم خان: اعظم گڑھ: ۲؍دسمبر ۱۹۳۹ء: مملوکہ راجا ظفر الحق۔

۱۱۔ دیکھیے: معارف ، اعظم گڑھ: جون و ستمبر ۱۹۴۳ء۔

۱۲۔ معارف ، اعظم گڑھ: جمادی الاول ۱۳۷۱ھ؍فروری ۱۹۵۲ء: ج ۶۹: ش ۲: ص ۱۰۹-۱۲۵۔

۱۳۔ محولہ بالا: شعبان ۱۳۶۶ھ؍جولائی ۱۹۴۷ء: ج ۶۰: ش ۱: ص ۱۶۴-۱۷۶۔

محولہ بالا: رمضان ۱۳۶۶ھ؍جولائی ۱۹۴۷ء: ج ۶۰: ش ۱: ص ۱۱۷-۱۲۹۔

۱۴۔ بیاض مملوکہ راجا ظفر الحق۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

INDIA

POST CARD

WRITING SPACE REPLY. ADDRESS ONLY

NINE PIES

محمد اسلم خاں علاقہ دار

مقام بکڑالہ - تحصیل و ضلع جہلم

ڈاکخانہ ریلوے سٹیشن ترکی

جناب السلام علیکم

آپ کے مشورہ کے لئے بہت شکرگزار ہوں مگر

میں اپنے مقاصد کو خوب سمجھتا ہوں اور ایک

کو پیش نظر رکھتا ہوں -

محمد اقبال

۱۴ جنوری ۳۵ء

طارق الیاس
استاد شعبۂ اردو گورنمنٹ حشمت علی اسلامیہ ڈگری کالج، راولپنڈی

علامہ اقبال کے حوالے سے ایک نادر مکتوب کی بازیافت

Tariq Ilyas
Department of Urdu, Govt. Hashmat Ali Islamia college,Rawalpindi

Abstract: This article introduces a letter written in Spanish language, along with the biographical sketches of sender and the receiver. The letter was written to Prof. Asin by Fernando de los Rios introducing Dr. Iqbal, when he was attending third roundtable conference in London. At the end of this conference Dr. Iqbal visited Spain, and its southern Anatolian parts. With the help of this letter, we can understand the historical and cultural context of Dr. Iqbal's trips. Moreover, this letter is also connected with the context of Dr. Iqbal's lecture at Madrid University entitled 'Intellectual World of Islam in Spain'.

(۱)

اردو میں مکتوب نگاری کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ ہر دور کے مشاہیر نے اپنے ہم عصر دوستوں اور عزیزوں کے نام خط لکھے۔ ان خطوط کا اردو میں بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ بعض مکتوب نگاروں نے تو اس صنفِ اظہار میں ایسی زندہ نثر لکھی ہے، جو آج بھی دلچسپی اور شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ اس حوالے سے ایک معروف مثال غالب کی دی جا سکتی ہے۔ انیسویں صدی میں سر سید احمد خان اور ان کے رفقاء کے خطوط بھی ایک علمی شان رکھتے ہیں۔ بیسویں صدی میں علامہ اقبال اور دیگر مشاہیر کے خطوط نہ صرف ان کے عصری احوال اور سوانحی حالات کے بارے میں گراں قدر معلومات فراہم کرتے ہیں، بلکہ ان کی تخلیقات کی تفہیم اور تعبیر کا ذریعہ بھی ہیں۔

علامہ اقبال ایسی شخصیت کو جاننے کی لگن قاری کو کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ اقبال کے خطوط ان کی شخصیت اور فکری گتھیوں کو سلجھانے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ زندہ رود ان کی زندگی کے بارے میں لکھی گئی جامع ترین کتاب ہے۔ یہ امر انتہائی دلچسپ ہے کہ اس کتاب کا ایک اہم ترین ماخذ اقبال کے خطوط رہا ہے۔ مکاتیبِ اقبال کے کئی مجموعے بھی مرتب ہوئے ہیں۔ اقبال کے عطیہ فیضی کو لکھے گئے خطوط الگ سے ان کی شخصی اور علمی تفہیم کا باعث ہیں۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح کے نام لکھے گئے خطوط ان کی سیاسی بصیرت کے ترجمان ہیں۔ وہ خطوط ہندوستانی اور عالمی سیاسی منظر نامے کے حوالے سے بھی ایک مربوط تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اقبال کے حوالے سے بعض ایسے خطوط بھی دستیاب ہیں، جن کے مکتوب الیہ وہ خود تو نہیں، لیکن ان خطوط میں کسی نہ کسی حوالے سے ان کا تذکرہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ذیل میں ایسا ہی ایک خط متعارف کرایا جا رہا ہے، جو راقم نے ہسپانیہ کی سیاحت کے دوران دریافت کیا۔ سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں وزارتِ خارجہ (۱) کا ایک کتب خانہ (آرکائیو) ہے، جہاں قدیم کتب کے ساتھ ساتھ قدیم تاریخی دستاویزات کا وسیع ذخیرہ بھی محفوظ ہے۔

(۲)

علامہ کے سوانح نگاروں نے ہسپانیہ میں ان کی سیاحت کے دوران مسجدِ قرطبہ، الحمرا محل اور مسلمانوں کے دور کے دیگر تاریخی مقامات کا ذکر کیا ہے۔ میڈرڈ کی یونیورسٹی میں اقبال کے لیکچر (Intellectual World of Islam and Spain) کا بھی تذکرہ ملتا ہے اور بعض سوانح نگاروں نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے لندن میں قیام کے دوران وزیرِ تعلیم نے انھیں سپین میں آ کر لیکچر دینے کی دعوت دی تھی اور بعض اقبال شناسوں کا خیال ہے کہ لندن قیام کے دوران پروفیسر آسن مسلسل ان سے رابطے میں رہے۔ یہی جستجو راقم کو میڈرڈ یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات وفلسفہ میں لے گئی تھی۔ وہاں اقبال کے حوالے سے کوئی دستاویز تو دستیاب نہ ہو سکی۔ البتہ وہاں موجود پروفیسروں نے مذکورہ لائبریری کا پتا بتایا کہ پروفیسر آسن سے متعلق تمام دستاویزات اسی ادارے میں موجود ہیں۔ اقبال کے حوالے سے کچھ دستاویزات کی تلاش کے دوران ہسپانوی زبان میں لکھی گئی ایک کتاب (جو مشہور مستشرقین جولین ریبیرا اور پروفیسر آسن کے تعارف، خطوط اور کیٹلاگ پر مبنی ہے) کے حواشی میں علامہ اقبال کا ذکر مل گیا، جو اس طرح ہے:

> ''فرنانڈو دے لوس ریوس، ۱۹۳۴ء تک غرناطہ یونیورسٹی کے ریکٹر رہے اور ان کے استعفیٰ کے بعد ان کے وائس چانسلر مارین اوسیٹے نے ان کا عہدہ سنبھالا۔ وہ سوشلسٹ تھے اور میکسیکو میں جلاوطنی کے دوران وفات پائی۔ ان کا ۱۹۳۳ء کا ایک نہایت دلچسپ خط موجود ہے، جس میں وہ آسن کو بہت بڑے پاکستانی شاعر اور فلسفہ دان محمد اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) سے متعارف کرواتے ہیں۔'' (۲)

لائبریرین نے آرکائیو سے پروفیسر آسن کے نام لکھا ہوا خط نکال کر دکھایا، جو سرکاری لیٹر پیڈ پر لکھا گیا ہے اور اس کی پیشانی پر بائیں طرف ایک مونوگرام ہے اور دائیں طرف ایک نمبر (SR87) درج ہے، جو شاید آرکائیو کا کلاسیفیکیشن نمبر ہے۔ اصل خط ہسپانوی زبان میں ہے۔ اس کے متن کا مطالعہ بذاتِ خود ایک دشوار مرحلہ تھا۔ فی الفور لائبریرین خاتون (جو انگریزی سے ناواقف تھی) نے ایک اسکالر (جو انگریزی اور ہسپانوی زبانیں جانتی تھی) کی مدد سے اس متن کو کمپوز کرایا۔ بعد ازاں ایک دوست کے توسط سے ہسپانوی زبان جاننے والے ایک اسکالر الفانسو گومیز Alfonso Gomez (جو ہائیڈل برگ یونیورسٹی جرمنی میں Political Theory کے شعبے میں پی ایچ۔ڈی اسکالر ہیں۔) سے اصل متن کے ساتھ انگریزی زبان میں ترجمے پر نظرِ ثانی کرائی گئی۔ اس کے بعد متن کو اردو میں منتقل کرنا ممکن ہوا۔

(۳)

خط کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے قبل مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کا بالترتیب تعارف ملاحظہ ہو، جن سے ملاقات کا ذکر علامہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

نے نہ صرف مختلف خطوط میں کیا ہے، بلکہ وطن واپس آ کر ۲۶رفروری ۱۹۳۳ء کو جاری کردہ اپنے ایک بیان (یورپ کے حالات پر) میں بھی کیا ہے:

''دیگر حضرات کے علاوہ مجھے ہسپانیہ کے وزیرِ تعلیم اور ڈیوائن کامیڈی اور اسلام کے مشہور مصنف پروفیسر آسن سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔حکومتِ ہسپانیہ کے وزیرِ تعلیم بے حد خلیق، متواضع اور صاحبِ بصیرت انسان ہیں، جس کی توقع ہسپانیہ جیسے ملک میں کم ہی کی جا سکتی ہے۔وزیرِ تعلیم کی ہدایت پر جامعہ غرناطہ کے شعبۂ عربی میں زبردست توسیع کی جا رہی ہے۔اس شعبے کے صدر پروفیسر آسن کے ایک شاگردِ رشید ہیں۔''(۳)

مکتوب نگار: فرنانڈو دے لوس ریوس(Fernando de los rios)۸ردسمبر ۱۸۷۹ء میں رونڈا (Ronda) میں پیدا ہوئے۔وہ ایک سوشلسٹ راہنما، سیاستدان اور نظریہ دان تھے۔چار سال کی عمر میں وہ یتیم ہو گئے۔ہائی اسکول کی تعلیم قرطبہ (Cordova) میں حاصل کی۔۱۸۹۵ء میں ان کا خاندان سپین کے دارالسلطنت میڈرڈ میں منتقل ہو گیا، جہاں انھوں نے ایک مفت تعلیمی ادارے میں تعلیم جاری رکھی۔۱۹۰۱ء میں فرنانڈو نے قانون کی ڈگری حاصل کی اور ایک فلاحی تعلیمی ادارے میں پڑھانے لگے۔۱۹۰۷ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۰۹ء میں انھوں نے Spanish Socialist workerParty(PCOE) میں شمولیت اختیار کر لی اور اسی سال اس جماعت کے نمائندے کی حیثیت سے الیکشن لڑا، جس میں ان کی جیت ہوئی اور وہ غرناطہ (Granada) کے حلقے سے ڈپٹی منتخب ہوئے۔۱۹۲۰ء میں PSOE کے ایگزیکٹو کمیشن کے ممبر منتخب ہوئے اور پارٹی کو دنیا کے مختلف علاقوں میں متعارف کرانے میں لگ گئے، جس میں خاص طور پر سویت یونین شامل تھا۔جون ۱۹۲۹ء میں ایک سال کے لیے نیویارک چلے گئے۔وہاں انھوں نے انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا۔اپریل ۱۹۳۱ء سے دسمبر ۱۹۳۱ء تک وزیرِ قانون؛ دسمبر ۱۹۳۱ سے جون ۱۹۳۳ء میں وزیرِ تعلیم (Minister of public Instaraction and Fine Art) کے عہدے پر فائز رہے۔۱۹۳۶ء میں وہ غرناطہ یونیورسٹی کے ریکٹر مقرر ہوئے۔بعد ازاں انھیں امریکہ کے لیے سفیر بنا دیا گیا۔فرنانڈو ۱۹۳۹ء کی سپین میں خانہ جنگی کے اختتام تک Republican Legation کے سربراہ رہے، جس کے بعد وہ نیویارک میں New School For Social Research میں پروفیسر منتخب ہوئے، جہاں وہ اپنی وفات ۳۱رمئی ۱۹۴۹ء تک مقیم رہے۔ Conferencias, Discursosy Ensayos(Havana: University de La Habana, 1956) کے عنوان سے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔

مکتوب الیہ: میگیل آسن پلاسیوس (۴) اسلامی علوم، عربی زبان و ادب کے پروفیسر اور رومن کیتھولک پادری تھے۔ ۵رجولائی ۱۸۷۱ء کو وہ سرقسطہ کے ایک متوسط کاروباری گھرانے میں پیدا ہوئے۔یونیورسٹی آف زرغوزہ میں عربی زبان و ادب کے پروفیسر جولیان ریبیر اتراغو (Julián Riberay Tarragó) کی زیرِ نگرانی امام غزالی اور فارسی الٰہیات پر اپنا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا۔غزالی پر ان کی تحقیق ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔آسن میڈرڈ یونیورسٹی سے بطور پروفیسر طویل عرصے تک وابستہ رہے۔ ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔ان کا زیادہ تر کام قرونِ وسطیٰ میں مذہب اور تصوف کے میدان میں مسلمان اور عیسائی دنیا کے تاریخی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اور مذہبی روابط کے متعلق ہے۔اس لحاظ سے ان کا کام ایک علمی تاریخ کی حیثیت رکھتا ہے۔انھوں نے غزالی،ابنِ عربی،ابنِ رشد، ابن مسرہ،ابنِ حزم کے ساتھ ساتھ یہودی علماء کے متعلق بھی کئی کتابیں لکھیں۔آسن کا خیال ہے کہ عیسائی علماء اور ان کی فکر پر قرونِ وسطی کے مسلمان مفکرین کے بے پناہ اثرات مرتب ہوئے۔انھوں نے مسلمانوں کے اثرات کی نشاندہی کرتے ہوئے قرطبہ کے ابنِ رشد کے تصورات کو ماڈل تسلیم کیا۔۱۹۱۴ء میں شائع ہونے والی اپنی ایک تصنیف میں آسن نے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ابن مسرہ کے کام کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔آسن کے مطابق: سپین میں مقامی آبیرین روایات کا تسلسل مسلم دور ہی میں قائم ہوا۔انھوں نے اندلس کے ابتدائی اسلامی دور میں ہونے والی فکری اور علمی پیشرفت کو بھی موضوعِ بحث بنایا ہے۔

آسن کا اہم ترین کام دانتے کی تمثیل ڈیوائن کامیڈی کا فکری مطالعہ ہے۔دانتے اور اسلام پر اس کے تحقیقی منصوبے کے ایک حصے کو اسلام اور ڈیوائن کامیڈی کے عنوان سے ہیرالڈ سنڈرلانڈ (HAROLD SUNDERLAND) نے انگریزی زبان میں منتقل کیا اور کتاب کے تعارف میں ڈیوک آف البا (Duke Of Alba) نے پروفیسر آسن کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔وہ رقمطراز ہیں:

> "His most important discovery, however, and the one on which his fame is chiefly based, was his discovery of Islamic models the influence of which on Divine Comedy of Dante forms the subject of the present work. From the very date of its publication in Spanish the book aroused the curiosity of the general public and caused a great stir among the critics of literary history."(۵)

آسن نے اپنی اس شہرۂ آفاق کتاب میں اسلامی تصورِ حیات بعد الممات،معراج،روزِ جزا،جنت کے اسلامی تصور اور قرونِ وسطی کے مسلمان مفکرین اور صوفیہ کے نظریات کو دانتے کی تمثیل کا مآخذ قرار دیا۔ان کا خیال یہ ہے کہ دانتے کے مکتبِ فکر کے وہ لوگ، جو ڈیوائن کامیڈی کو شاعر کی واردات تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دانتے کے،جن تصورات کی مسیحی الٰہیات سے تصدیق ہوتی ہے،وہ عیسائیت سے لیے گئے ہیں۔شاید وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ دانتے کی صدی اسلامی تصورات کے فروغ اور یورپی کلچر اور تمدن پر اسلامی اثرات کی صدی سمجھی جاتی ہے اور یوں ڈیوائن کامیڈی نے جو شہرت حاصل کی ہے،اس کے مستحق بجا طور پر قرطبہ کے اسلامی مفکرین ہیں۔

مگیل آسن پلاسیوس کی معلوم کتب کی فہرست:

Abenmasarra ysu escuela : orígenes de la filosofia hispano-musulmana, Madrid:(ابنِ مسرہ اوران کے مکتبۂ فکر کے ہسپانوی مسلمانوں کے فلسفیانہ افکار کے مآخذ) Maestre,1914.

La Escatologia musulmana en la Divina Comedia:Discurso leido en el acto de su recepción / (ڈیوائن کامیڈی میں مسلمانوں کا عقیدۂ جزا وسزا ۔استقبالیہ باب کے خطبے کی پڑھت) Julián Ribera Tarragó. -

Optimized by www.ImageOptimizer.net

Madrid: Imprenta de Estanislao Maestre, 1919.

Islam and the Divine comedy(اسلام اور ڈیوائن کامیڈی) / Miguel Asin Palacios. Transl. and abridged by Harold Sunderland.London:Murray,1926.

Abenházam de Córdoba y su historia crítica de las ideas religiosas1 (قرطبہ کے ابنِ حزم اور ان کی مذہبی فکر کی تنقیدی تاریخ۔۱),Madrid: Real Academia de la Historia, 1927.

Abenházam de Córdoba y su historia crítica de las ideas religiosas2 (قرطبہ کے ابنِ حزم اور ان کی مذہبی فکر کی تنقیدی تاریخ۔۲).Madrid: Real Academia de la Historia, 1928.

.La espiritualidad de Algazel y su sentido cristiano (1. Madrid: Maestre, 1934.)

La espiritualidad de Algazel y su sentido cristiano2Madrid: Maestre, 1935.

La espiritualidad de Algazel y su sentido cristiano3,Madrid: Maestre, 1936.

La espiritualidad de Algazel y su sentido cristiano4.Crestomatia algazeliana. -Madrid: Maestre, 1941.

Huellas del Islam (اسلام کے نقشِ قدم): Sto. Tomás de Aquino - Turmeda - Pascal - S. Juan de la Cruz/AsinMadrid: Espasa-Calpe, 1941

Glosario de voces romances : registradas por un botánico anónimo hispano-musulmán (رومانوی آوازوں کی فرہنگ جو گمنام ہسپانوی مسلمان ماہر نباتیات نے ریکارڈ کیں)Madrid1943

Contribución a la toponimia árabe de España, Madrid:,1944.

Paperback – 1990(حبِ الٰہی، حبِ انسانی اور ابنِ عربی) Amor humano, amor divino: Ibn Arabi

(۴)

علامہ اقبال گول میز کانفرنس کے اختتام کے بعد کچھ دن لندن میں مقیم رہے۔انھوں نے ۱۲ ردسمبر کو بذریعہ خط ویگے ناسٹ سے ان کی ہائیڈل برگ میں موجودگی کے بارے میں دریافت کیا۔۲۹ ردسمبر ۱۹۳۲ء تک اس کا جواب بھی موصول ہو گیا۔اسی تاریخ کو علامہ نے دو خط تحریر کیے۔ایک خط میں مختار احمد (برادرزادہ) کو ہسپانیہ، جرمنی اور آسٹریا کی سیاحت کے بارے میں اپنے پروگرام سے آگاہ کیا، جبکہ دوسرے خط میں ویگے ناسٹ کو ۱۸ رجنوری کی رات ہائیڈل برگ پہنچنے کے سلسلے میں اطلاع دی۔اسی خط میں انھیں ۳۰ ردسمبر ۱۹۳۲ء، یعنی اگلے ہی روز لندن سے روانگی کے متعلق بھی لکھا۔علامہ لندن سے پیرس ہوتے ہوئے سپین پہنچے۔ڈاکٹر جاوید اقبال کے مطابق ۵ یا ۶ رجنوری کو سپین پہنچے۔اس بات کا اندازہ لگانا دشوار ہے کہ اقبال سپین کے کس شہر میں پہلے گئے، کیونکہ غلام رسول مہر کو لکھے گئے خط میں فرماتے ہیں:

"کل مع الخیر میڈرڈ پہنچے۔یہاں سے قرطبہ غرناطہ جائیں گے۔آج یہاں کے وزیرِ تعلیم سے ملاقات ہوئی اور پروفیسر آسن سے، جنھوں نے دانتے کی ڈیوائن کامیڈی اور اسلام پر کتاب لکھی ہے۔صدرِ جمہوریہ

سے غالباً ملاقات ہوگی۔''(۶)

مولانا مہر کے نام مرقومہ خط پر تاریخ درج نہیں، لیکن اس نو دریافت خط سے ثبوت ملتا ہے کہ مولانا مہر کو خط ۱۳ر جنوری کو لکھا گیا، کیونکہ اسی روز وزیرِ تعلیم سے ملاقات ہوئی۔ پروفیسر آسن سے بھی ملاقات یقیناً اسی روز ہوئی ہوگی۔ مذکورہ خط علامہ خود ہی لے کر گئے ہوں گے، کیونکہ خط جس لفافے میں محفوظ ہے، اس پر کسی ڈاک خانہ کی مہر ثبت نہیں اور ایک دن میں خط کا پہنچنا بھی ممکن نہ تھا۔ صدرِ جمہوریہ سے ملاقات کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ مہر صاحب کو لکھے گئے خط میں قرطبہ اور غرناطہ جانے کا پروگرام ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اگلے روز، یعنی ۱۴، یا پھر ۱۵ر جنوری کو غرناطہ گئے ہوں گے۔ وہاں قیام دو، یا تین روز سے زیادہ نہ رہا ہوگا، کیونکہ ۲۰ر جنوری کو سر ولیم روتھین اسٹائن کے نام خط کا مقامِ روانگی قرطبہ ہے۔ اسی خط میں جنوبی سپین کی سیاحت کے متعلق بھی تحریر کیا گیا ہے۔ اگلے روز، یعنی ۲۱ر جنوری کو ویگے ناسٹ کے نام خط سے جنوبی ہسپانیہ سے میڈرڈ واپس پہنچنے کی تصدیق ہوتی ہے۔ صابر کلوروی (مکاتیبِ اقبال کے مآخذ : ص ۷۷) کے مطابق: علامہ کا قرطبہ اور غرناطہ میں قیام دس بارہ دن کا ہے، حالانکہ یہ قیام ۷ دن سے زیادہ نہیں بنتا۔ ممکن ہے اشبیلیہ بھی اقبال انھیں سات دنوں کے درمیان گئے ہوں، کیونکہ اشبیلیہ انھیں دو شہروں کے قریب واقع ہے۔ دو اور بلا تاریخ خطوط (جو مدیر انقلاب اور جاوید اقبال کے نام ہیں) میں انھیں قرطبہ (مسجد) دیکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یقیناً یہ خطوط ۱۹، یا ۲۰ر جنوری کو لکھے گئے ہوں گے۔ خطوط کے مختصر اور فوری تأثر سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس روز علامہ قرطبہ ہی میں تھے۔ سر ولیم روتھن اسٹائن کے نام ۲۰ر فروری کے خط سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''میں جب (سپین میں) پرادا میوزیم (مجریط) دیکھنے گیا تھا تو میں نے بار بار آپ کے مصورانہ خیالات کو مشعلِ راہ بنا کر یورپ کے عظیم مصوروں کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ ان اساتذۂ فن کی بنائی ہوئی تصویریں کیسی خوبصورتی کے ساتھ اس میوزیم میں سجی ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ میوزیم لورو (پیرس) کے مقابلے میں کہیں زیادہ دلچسپ معلوم ہوا۔ پیرس میں میری ملاقات برگساں سے ہوئی اور ان سے فلسفیانہ نہایت پُرمغز گفتگو رہی۔''(۷)

سر ولیم روتھن اسٹائن کو اس سے قبل بھی ۲۰ر جنوری کو قرطبہ سے خط لکھا گیا تھا، مگر اس میں ان تینوں واقعات کا ذکر نہیں تھا، یعنی پرادا، لورو کی سیاحت اور برگساں سے ملاقات۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں واقعات ۲۰ اور ۲۱ر جنوری کے بعد کے ہیں۔ پرادا میوزیم (میڈرڈ) میں اقبال ۲۱ر جنوری سے ۲۶ر جنوری کے دوران گئے ہوں گے۔ ۲۶ر جنوری کو پیرس پہنچنے کے بعد ۶ر فروری تک ان کا قیام پیرس ہی میں رہا ہے۔ ۶ر فروری کو وینس کے لیے روانہ ہونا تھا۔ اس بنیاد پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برگساں سے ان کی ملاقات ۲۶ر جنوری سے ۶ر فروری کے درمیان کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی اور جرمنی نہ جا سکنے میں ممکنہ طور پر یہ امر مانع ہو کہ برگساں سے ملاقات شاعر کا اولین مقصد ہو اور اس سے قبل اس کی تکمیل ممکن نہ ہو سکی ہو۔ اگرچہ یہ دعویٰ قیاس پر مبنی ہے، مگر اس سے پہلے اقبال کے سوانح نگاروں نے برگساں سے ان کی ملاقات کی تاریخوں کے حوالے سے قیاسات ہی سے کام لیا ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۵)

اس خط کی دریافت اور کلیاتِ مکاتیبِ اقبال سے منتخب خطوط کا جائزہ لینے کے بعد اقبال کا دورۂ ہسپانیہ گو کہ ۵، یا ۶/ جنوری سے شروع ہو کر ۲۶/جنوری ۱۹۳۳ء تک پھیلا ہوا ہے۔ ہم ۱۲/جنوری سے ۲۶/جنوری کی تفصیل میں میڈرڈ، غرناطہ، قرطبہ، اشبیلیہ (امکانی طور پر) کی تفصیل دینے کے قابل ہیں۔ طلیطلہ (Toledo)، جو میڈرڈ سے دو گھنٹے سے بھی کم مسافت پر واقع ہے۔ ممکن ہے ۲۱/جنوری سے ۲۶/جنوری کے دوران وہ طلیطلہ سے ہو آئے ہوں، مگر ۶/جنوری سے ۱۲/جنوری کے دوران اقبال کے سیاحت کے حوالے سے تفصیل ہنوز تحقیق طلب ہے۔

نو دریافت خط سے اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وزیرِ تعلیم سے تو اقبال کی آشنائی رہی ہوگی، مگر پروفیسر آسن سے اقبال کی پہلی ملاقات ۱۳/جنوری ۱۹۳۳ء کو ہی ہوئی اور غالب گمان یہ ہے کہ اسی روز لیکچر کا موضوع اور تاریخ کا تعین ہوا ہوگا۔ مسجدِ قرطبہ کی زیارت اور نماز ادا کرنے کے حوالے سے مختلف روایات ملتی ہیں۔ زندہ رود میں ان میں سے اکثر کو رد کر کے یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے کہ اقبال نے یہ اجازت وزیرِ تعلیم اور پروفیسر آسن کے ذریعے حاصل کی تھی۔ اس مکتوب کے منظرِ عام پر آنے سے اس مفروضے کو تقویت ملتی ہے کہ علامہ ان دونوں حضرات سے ملاقات کے بعد ہی مسجدِ قرطبہ گئے ہوں گے۔

راقم یہ وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہے کہ میڈرڈ کا دورہ خاص طور پر نوادرات کی تلاش کی غرض سے کیا گیا اور اس کی تحریک سعید اختر درانی کی کتاب (اقبال یورپ میں) کے مطالعے کے بعد پیدا ہوئی۔ درانی صاحب نے اپنے ہسپانیہ کے سفر اور ہسپانیہ کی نیشنل لائبریری (Biblioteca Nacional De Espania) میں علامہ اقبال کے خطبہ میڈرڈ کے تناظر میں اخباری خبروں کے حوالے سے کی گئی تلاش کے متعلق تفصیلاً لکھا ہے۔ راقم نے میڈرڈ کی میونسپل لائبریری (Conde duque) کا دورہ کیا اور اس کی ممبرشپ بھی حاصل کی۔

اس مضمون سے اقبال کے ہسپانیہ کے حوالے سے چند مقامات اور تاریخوں کا تعین ہوتا ہے۔ معلوم دستاویزات کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ تاہم ایک ایسے سنجیدہ مطالعے کی ضرورت ہے، جو اَب تک کی گئی تحقیق کی غلط فہمیوں کو دور کرے۔ ایسی کئی غلط فہمیاں دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس کے حوالے سے موجود ہیں۔ بعض اصحاب نے تو دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے۔ بہرحال تحقیق کے ذریعے بہتری کی ضرورت ہر زمانے میں موجود رہتی ہے۔

(۶)

اگلے صفحے پر ہسپانوی زبان میں اصل خط کا عکس ملاحظہ فرمایے۔ بعد ازاں اس کا انگریزی اور اردو ترجمہ بھی دیکھیے:

Optimized by www.ImageOptimizer.net

5R87

El Ministro de Instrucción
Pública y Bellas Artes

13-1-1933

Sr Don Miguel Asín y Palacios

Muy distinguido y admirado amigo: Tengo el gusto de presentar á U. al Dr. Sir Muhammed Iqbal de Lahore (India inglesa) gran filósofo hindu que conoce y admira su obra sobre la Divina Comedia y aspira à conocer a U. personalmente

Suyo afmo y respetuoso amg
F de los Ríos

خط کا انگریزی ترجمہ:

Ministry of Public Instruction and Art

13-1-1933

Sir. Miguel Asin Palacious!

My dear and admired friend, it is for me a pleasure to introduce you to Dr. Sir Muhammed Iqbal From Lahore (British India), a great Indian philosopher that knows and admires your work about the Divine Comedy and is looking forward to know you personally.

Sincerely yours

(Signature)

خط کا اردو ترجمہ:

وزارتِ تربیتِ عامہ وفنونِ لطیفہ (۸)

۱۳/جنوری ۱۹۳۳ء

سرِ مکیل آسن پلاسیوس!

اپنے ہر دلعزیز دوست کو ڈاکٹر سر محمد اقبال سے متعارف کرانا میرے لیے انتہائی پر مسرت امر ہے۔ان کا تعلق لاہور (برطانوی ہندوستان) سے ہے اور یہ ایک عظیم ہندوستانی فلسفی ہیں۔ ڈیوائن کامیڈی پر یہ آپ کے کام کے مداح ہیں اور آپ سے بالمشافہہ ملاقات کے متمنی بھی۔

آپ کا مخلص

(دستخط)

حوالے اور حواشی:

Biblioteca Central – Ministerio de Relaciones Exteriores y Movilidad.

LOSEPISTOLARIOS DE JUUiNRIBERA TARRAG0 Y MIGUEL ASÍN PALACIOS.

INTRODUCCIÓN CATALOGOEINDICES,Madrid2009 PageN0.209

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دراصل یہ ایک کیٹلاگ ہے، جو عربی اور علومِ اسلامیہ کے ادارے کی زیرِ نگرانی ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں علومِ اسلامیہ اور عربی کے تعلیمی اور تحقیقی اداروں کے متعلق خطوط اور دیگر معلومات یکجا کی گئی ہیں۔ اس کیٹلاگ کو حکومتِ ہسپانیہ کے ادارے اعلیٰ سائنسی اور تحقیقاتی کونسل نے شائع کیا۔ اصل ہسپانوی متن دیا جا رہا ہے۔ اس میں اقبال کا سالِ پیدائش ۱۸۷۳ء درج ہے۔ گمان یہی ہے کہ یہ سنہ ولادت انھیں کسی انگریزی کتاب، یا مضمون سے دستیاب ہوا ہوگا:

Fernando de los Ríos, fue rector de la Universidad de Granada hasta 1934, cuando dimitió para ser sustituido por quien había sido su vicerrector, Marín Ocete (M. del Amo, Salvador vila, p. 88); era socialista y murió exiliado en Méjico. De Fernando de los Ríos (1879-1949) se conserva una carta en EMA, de 1933, que no carece de interés, porque presenta a Asín al gran poeta y pensador pakistaní Muhammad Iqbal (1873-1938). Sobre Gallego Burín y Marín Ocete, véase también M. del Amo, Salvador vila۔

۳۔ تقریریں، تحریریں اور بیانات: علامہ اقبال/اقبال احمد صدیقی (مترجم): اقبال اکادمی پاکستان، لاہور: طبع دوم ۲۰۱۵ء: ص ۳۰۵

۴۔ درست ہسپانوی تلفظ کا اردو املا یہی بنتا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے علامہ اقبال۔ شخصیت اور فکر و فن میں 'میگوئل سن پے جوائس' لکھا ہے، جبکہ کچھ دیگر اقبالیاتی کتب میں آسن پیلا کیوس بھی لکھا گیا ہے اور آسن پلاشیوس بھی۔

۵۔ Miguil Asin,Islam and Devine Comedy,tranlated and Abridged by Harold Dunderland,London,1926

۶۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد۳): مظفر حسین برنی: اردو اکادمی، دہلی: ۱۹۹۳ء: ص ۳۱۱

۷۔ محولہ بالا: ص ۳۱۹

۸۔ Ministro de Instrucción Pública y Bellas Artes کا اردو ترجمہ ہے۔ موجودہ نام Ministerio de Educación, Política Social y Deporte، یعنی وزارتِ تعلیم سماجی پالیسی اور کھیل ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سفیر اختر
محقق۔ لوہسر شرفو (واہ کینٹ)

مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے چار پوسٹ کارڈ

Safeer Akhtar

Reseacher - Louser Sharfu (Wah Cantt.)

Abstract: Maulana Imtiaz Ali Khan Arshi was one of the greatest researchers of Urdu. He worked as librarian in Raza Library, Rampur. Different scholars of Oriental languages used to seek guidence from his expertise in research. The present article is compilation of his four letters . These letters include guidance about literary issues. The researcher has sought extensive guidline from Maulana about contemporary literary issues with indepth details. The compiler has written notes and annotations to explain the discussed matters explicitly

مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف میں جہاں کتب خانوں سے استفادے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، وہیں صاحبِ علم ودانش ناظمینِ کتب خانہ کی رہنمائی اور مشاورت، اہدافِ مطالعہ وتحقیق کے حصول کو آسان تر کر دیتی ہے۔ کسی موضوع پر کون کون سے بنیادی مآخذ ہیں اور ان میں سے کون سے کس کتب خانے میں دستیاب ہیں؟ اس بنیادی سوال کے تشفی بخش جواب کے ساتھ ناظمینِ کتب خانہ اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باعث بالعموم اس حوالے سے بھی خاصی معلومات رکھتے ہیں کہ کسی موضوع پر کام ہو رہا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی صاحبِ علم کام کر رہے ہیں تو ان کے کام کی نوعیت کیا ہے؟ ماضی قریب میں ایسے صاحبِ مقام ومرتبہ ایک ناظمِ کتب خانہ مولانا امتیاز علی خاں عرشی (۸ر دسمبر ۱۹۰۴ء۔ ۲۴ر فروری ۱۹۸۱ء) تھے۔ وہ ۱۹۳۲ء میں رضا لائبریری، رامپور سے وابستہ ہوئے اور پھر کسی ترغیب اور جلبِ منفعت کو خاطر میں لائے بغیر پوری یکسوئی کے ساتھ زندگی کے تقریباً پچاس برس اسی کتب خانے کی خدمت، ترقی اور توسیع میں لگے رہے۔ ان کی تصنیف وتالیف اور تصحیح وتحشیہ کے کارناموں سے ایک دنیا آگاہ ہے اور معترف بھی۔ (۱) ان کی تحریروں سے جہاں استفادہ کیا گیا، وہیں میدانِ تصنیف وتالیف کے نوواردوں اور طلبہ کی نظریں رہنمائی کی خاطر ان کی جانب اُٹھتی تھیں اور وہ بھی ایسے علم دوست اور خرد نواز تھے کہ مناسب رہنمائی فرما دیتے تھے۔

راقم الحروف نے ساری زندگی اہلِ علم ونظر سے استفادہ کیا ہے اور بارہا اس حقیقت کا تجربہ ہوا ہے: طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے۔ کارِ تصنیف وتالیف کے آغاز میں، جن بزرگوں سے بذریعہ مراسلت رہنمائی حاصل کی، اُن میں مولانا عرشی بھی شامل تھے۔ جب بھی انھیں عریضہ لکھا، انھوں نے جواب سے نوازا۔ اس وقت ان کے چار پوسٹ کارڈ پیشِ نظر ہیں جو 'رامپور رضا لائبریری رامپور' کے سرنامے کے ساتھ چھپے ہوئے ہیں۔ پوسٹ کارڈوں کی تحریر نہایت مختصر ہے اور ان کا پاکیزہ سوادِ تحریر اس نفاست اور نظافت کا پورا پورا عکاس ہے، جس کا اظہار ان کی ابتدائی کتابوں (مثلاً: مکاتیبِ غالب (۱۹۳۷ء) اور انتخابِ غالب (۱۹۴۳ء)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کی طباعت سے ہوتا ہے۔

مولانا عرشی سے، جن موضوعات پر رہنمائی کی درخواست کی تھی، ان پر اسی عرصے میں کچھ مطالعہ کیا اور کچھ طالب علمانہ سا لکھا بھی، جو محدود سطح پر شائع بھی ہوا، مگر نسبتاً اہم تر کام نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی (م ۱۹۵۰ء) کے غیر مدون مکتوبات کی ترتیب وتدوین کا تھا، جو کر لیا گیا تھا اور راقم الحروف کی درخواست پر ڈاکٹر سید عبداللہ (م ۱۹۸۶ء) نے اس پر مقدمہ بھی لکھ دیا تھا، مگر یہ کام راقم الحروف کی دوسری لایعنی مصروفیات کے باعث توجہ سے محروم رہ گیا۔ اگر توفیقِ الٰہی میسر آئی تو مجموعہ مکتوباتِ صدر یار جنگ اہلِ علم کی نذر کیا جائے گا۔

راقم الحروف نے تحریر وتصنیف کا کام 'اختر راہی' کے قلمی نام سے شروع کیا تھا اور اسی نام سے مولانا عرشی سے خط کتابت کی تھی۔ قارئین کی سہولت کے لیے مولانا عرشی کے پوسٹ کارڈوں کے محتویات پر چند حواشی کا اضافہ کر رہا ہوں، شاید قارئین کے لیے مفید ہوں گے۔

(۱)

۲۱رفروری ۶۹[۱۹]ء

مکرمی!

تسلیم۔ میں کئی ماہ سے بیمار ہوں، اس لیے آپ کی اس فرمائش کی تکمیل نہ کر سکوں گا کہ آزردہ (۲) کی ببلیوگرافی لکھ بھیجوں۔ ہاں! یہ عرض کر سکتا ہوں کہ آپ اس بارے میں ڈاکٹر مختارالدین آرزو، صدرِ شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے رجوع فرمائیں۔ انھوں نے آزردہ کے بارے میں کچھ کام کیا ہے۔ (۳)

آزردہ کے دیوان کا مخطوطہ نہ ہمارے یہاں محفوظ ہے اور نہ میرے علم میں کسی اور لائبریری میں ملتا ہے۔ آرزو صاحب اس بارے میں بھی مجھ [سے] زائد معلومات رکھتے ہیں۔

رضا لائبریری کی فہرستِ مخطوطات اردو جلد اوّل چھپی ہے۔ (۴) آپ کسی ہندوستان آنے والے سے فرمائیں کہ وہ ہمارے یہاں سے منگا کر آپ کے لیے لے جائے۔ براہِ راست روانگی ممکن نہیں۔ والسلام

احقر

امتیاز علی عرشی

(۲)

۲رجنوری ۷۱[۱۹]ء

مکرمی!

سلامِ مسنون۔ آپ نواب زین العابدین خاں عارف (۵) اور ان کی اولاد کے بارے میں مالک رام صاحب کی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کتاب تلامذۂ غالب (۶) ملاحظہ فرمایے، نیز اس خاندان کے بارے میں مزید معلومات جناب حمیدہ سلطان صاحبہ (۷) سیکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی، ساکنہ علی منزل، کوچہ پنڈت، دہلی۔۶ سے خط کتابت فرمایئے۔

عارف کا دیوان حمیدہ سلطان صاحبہ طبع کرا رہی ہیں (۸)۔ غالباً انجمن ترقی اردو طبع کرے گی۔ والسلام

احقر
عرشی

(۳)

۳۰ ردسمبر ۱۹۷۴ء

مکرم بندہ!

سلام مسنون۔ والا نامہ ملا، یاد فرمانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جواب میں عرض ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی مرحوم کے خطوط بنام مولانا ابوالکلام آزاد مغفور کاروانِ خیال نام سے لاہور میں چھپے تھے (۹)، وہ ملاحظہ فرمایئے، نیز معارف اعظم گڑھ اور نقوش لاہور کی وہ جلدیں دیکھ لیجیے، جن میں مولانا شروانی کے مکاتیب شائع ہوئے تھے۔

مولانا عبید الرحمٰن صاحب شروانی (۱۰) کو حبیب منزل، علی گڑھ کے پتے سے خط لکھ کر دریافت فرمایئے۔ موصوف ان کے خلف الرشید ہیں۔ وہ آپ کو اپنے والد کے بارے میں بہت کچھ بتا سکیں گے۔ والسلام

احقر
عرشی

(۴)

۲۲ رجولائی ۷۵ [۱۹]ء

محترمی!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ الطاف نامہ ملا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ایک کتاب مسعود عالم ندوی۔ سوانح و مکتوبات (۱۱) ارسال فرمائی تھی۔ سوءِ اتفاق سے وہ مجھ تک نہ پہنچی (۱۲)۔ بہرحال لائبریری کی طرف سے اس نارسیدہ تحفے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اُمید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

نیازمند
عرشی

آخرالذکر دو کارڈوں پر اکبر علی خاں عرشی زادہ (۱۳) نے بھی مکتوب الیہ کو مخاطب کیا ہے۔ ان کے مکتوبات بھی دیکھ لیجیے:

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۱)

پوسٹ کارڈ۔۳۰؍دسمبر۱۹۷۴ء

مکرمی!

تسلیم۔میں ابامحترم (مولانا عرشی مدظلہ) کے بارے میں چھپے ہوئے مضامین جمع کررہاہوں (۱۴)۔اگرآپ کے ہاتھ کبھی کوئی رسالہ، یااخبارآجائے،جس میں ان پرمضمون ہوتومجھے رضالائبریری کے پتے پرعنایت فرمائیں۔لطف وکرم ہوگا۔اس زحمت کاپیشگی شکریہ۔والسلام

اکبرعلی خاں عرشی زادہ

(۲)

پوسٹ کارڈ۔۲۲جولائی ۱۹۷۵ء

جنابِ مکرم!

تسلیم مع التکریم۔میرے ایک دوست ڈاکٹرخلیق انجم صاحب،جوانجمن ترقیِ اردوہند کے جنرل سیکرٹری ہیں، میرے والدِ محترم مولانا عرشی مدظلہ کے مکاتیب جمع اورمرتب کررہے ہیں۔چونکہ میں ابا کے مکتوب الیہم کے بارے میں زیادہ معلومات رکھتاہوں،اس لیے انھوں نے مجھے بھی تعاون کی دعوت دی ہے۔اس سلسلے میں یہ عرض کرنا تھا کہ مولانا مسعودعالم ندوی مرحوم کے نام ابامحترم نے متعددخطوط لکھے ہیں۔کیاآپ کے ذریعے ان خطوط کی نقول مل سکتی ہیں؟اگر ایسا ہوتولطف وکرم فرمایے،تاکہ اباکے ایک اہم مکتوب الیہ کے نام خطوط مجموعے میں شامل ہونے سے رہ نہ جائیں (۱۵)۔

میرے پاس بھی مسعود عالم صاحب مرحوم کے متعدد خطوط ہیں۔ہاں! اپنایہ مجموعہ ضرور بالضرور ارسال کیجیے، بلکہ اگرمیرے لیے آپ الگ سے ایک کاپی عنایت فرمائیں تومزید لطف وکرم،مگرازراہِ لطف رجسٹرڈڈاک سے بھیجیے،تاکہ ضائع ہوجانے کاامکان نہ رہے۔والسلام

نیازمند
اکبرعلی خاں عرشی زادہ

حوالے اورحواشی:

(۱)مولانا امتیازعلی خاں عرشی کے احوال وآثاراوران کے کارنامے کے اعتراف وتحسین کے لیے دیکھیے:

نذرِعرشی :مالک رام ومختارالدین احمد:مجلسِ نذرِعرشی،نئی دہلی:۱۹۶۵ء۔

مولانا عرشی کی ۶۱ویں سالگرہ(۸؍دسمبر۱۹۶۵ء) کے موقع پر،ان کے معاصراہلِ علم کی جانب سے ان کی خدمت میں یہ ارمغانِ علمی پیش کیاگیاتھا۔اس کے اردوحصے کی چارتحریریں ان کی شخصیت سے متعلق ہیں۔صفحات۸۲۔۱۱۳۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مولانا امتیاز علی عرشی ۔ادبی وتحقیقی کارنامے :نذیر احمد: غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی: دسمبر ۱۹۹۱ء (اس مجموعۂ مضامین میں مولانا عرشی کے احوال اور فکر وفن پر لکھی گئی تحریروں کی فہرست بھی شامل ہے۔صفحات ۲۷۴۔۲۷۸)

مولانا عرشی کی رحلت پر جو تعزیتی و تاثراتی مضامین شائع ہوئے ،ان سے بھی ان کی قدر ومنزلت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

مولانا عرشی مرحوم از ضیاء الحسن فاروقی: اسلام اور عصرِ جدید (دہلی): اپریل ۱۹۸۱ء: ص ۹۔۱۲۔

مولانا امتیاز علی خاں عرشی از ضیاء الدین اصلاحی: معارف (اعظم گڑھ): مارچ ۱۹۸۱ء: ص ۲۲۳۔۲۳۵۔

آج کل (دہلی): مئی ۱۹۸۱ء: ص ۱۳۔۱۶۔

وفیاتِ معارف (مرتبہ: محمد سہیل شفیق): قرطاس، کراچی: ۲۰۱۳ء: ص ۴۱۳۔۴۱۵۔

(۲) مفتی محمد صدر الدین آزردہ (۱۲۰۴ھ۔۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ/۹۰۔۱۷۸۹ء۔۱۸۶۸ء) اٹھارویں صدی کے معروف عالم دین، ایسٹ انڈیا کمپنی کی جانب سے دہلی کے مفتی اور صدر الصدور رہے۔روایت کے مطابق: درس وتدریس کے ساتھ ساتھ کمپنی کی تعلیمی اور تدریسی کاوشوں میں شریک رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے کی پاداش میں سرکاری منصب سے معزول کر دیے گئے اور ان کی جائدادِ منقولہ وغیر منقولہ قرق کر لی گئی۔چند ماہ نظر بند رہے۔تحقیقات کے بعد رہا ہوئے۔ جائدادِ غیر منقولہ بحال ہوگئی، تاہم حالات ان کے حق میں نہ رہے۔غربت اور پریشاں حالی میں انتقال ہوا۔مفتی صاحب اردو، عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔اردو و فارسی میں آزردہ تخلص کرتے تھے۔مولانا فضلِ حق خیر آبادی (م ۱۸۶۱ء) اور مرزا اسداللہ خاں غالب (م ۱۸۶۹ء) کے قریبی احباب میں شامل تھے۔اعلیٰ درجے کے سخن شناس تھے۔ان کا تحریری سرمایۂ نظم ونثر شاید کچھ شائع بھی ہوا ہے، مگر ان کی مصروفیات: تدریس و افتاء اور مجلسی دلچسپیوں نے بھی انھیں تصنیف وتالیف کے لیے زیادہ وقت نکالنے نہ دیا تھا۔

مفتی صاحب کا ذکرِ خیر علماء اور شعراء کے اکثر معروف تذکروں میں ہے۔تفصیل کے لیے عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی کی تالیف مفتی صدر الدین آزردہ (مکتبۂ جامعہ، دہلی: ۱۹۷۷ء) اور اس کی کتابیات دیکھ لی جائے۔

(۳) مختار الدین احمد (م ۲۰۱۰ء) کے نام نثار احمد فاروقی (م ۲۰۰۴ء) کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار الدین احمد کم از کم فروری ۱۹۶۵ء سے مفتی آزردہ کی تحریروں کی تلاش وجستجو اور ترتیب وتدوین میں مصروف تھے۔ تحقیق: جلد ۲۰: شمارہ ۲۰: ص ۵۲۴ اور اس سلسلے میں مولانا عرشی سے بھی ان کا رابطہ تھا، مگر فروری ۱۹۶۹ء تک آزردہ سے متعلق ان کی کوئی تحریر سامنے نہ آئی تھی۔بعد میں آزردہ کے حوالے سے یہ تحریریں سامنے آئیں:

تذکرۂ آزردہ مجلّہ تحریر (دہلی) کے ۱۹۷۰ء کے چوتھے شمارے میں شائع ہوا، غالباً اسی شمارے کے زائد فرموں کو مالک رام (م ۱۹۹۳ء) نے کتابی شکل دے دی تھی (علمی مجلس، دہلی: ۱۹۷۰ء)۔ تذکرۂ آزردہ کی دوسری اشاعت پاکستان سے عمل میں آئی (انجمن ترقیِ اردو پاکستان، کراچی: ۱۹۷۴ء)۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مفتی صدرالدین آزردہ کی کچھ نایاب وکمیاب تحریریں :غالب نامہ (دہلی): جولائی ۱۹۸۱ء:ص ۸۰۔۱۰۳۔
مختارالدین احمد صاحب کی آخرالذکر تحریر کی تصحیحات اور استدراک، نیز کچھ مزید تحریروں کی نشاندہی کے لیے دیکھیے:
باقیاتِ آزردہ۔چند تلامذہ، تالیفات، غیر مطبوعہ فتاویٰ اور خطوط :نورالحسن راشد: غالب نامہ ، دہلی : جنوری ۱۹۸۳ء:ص ۲۰۱۔۲۳۶۔

(۴) فہرست مخطوطات اردو مملوکہ رضالائبریری۔رامپور ،جلد اوّل: امتیاز علی خاں عرشی: ۱۹۶۷ء۔
یہ جلدُ مذہبیات، معقولات اور تاریخیات' کے مخطوطات سے متعلق ہے۔

(۵) مرزا اسداللہ خاں غالب کی بیوی کے بھانجے، جنھیں غالب نے متبنیٰ بنالیا تھا، جب وہ جوانی میں فوت ہوگئے (جمادی الآخریٰ ۱۲۶۸ھ/اپریل ۱۸۵۲ء) تو غالب نے وہ پُر درد مرثیہ لکھا، جس کا مطلع ہے:

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں، اب رہو تنہا کوئی دن اور

(۶) مالک رام کی معروف تالیف۔ (مرکزِ تصنیف وتالیف، نکودر ضلع جالندھر: اشاعتِ اوّل ۱۹۵۷ء؛ مکتبۂ جامعہ، نئی دہلی: اشاعتِ دوم مئی ۱۹۸۴ء۔) اشاعتِ اوّل پر نقد وتبصرہ کے لیے دیکھیے:
تلامذۂ غالب پر ایک نظر :نثار احمد فاروقی: نقوش: شمارہ ۷۷۔۷۸: دسمبر ۱۹۸۹ء:ص ۲۴۶۔۳۵۷۔

(۷) حمیدہ سلطان احمد (۱۷/اکتوبر ۱۹۱۳ء۔۱۹/جنوری ۲۰۰۳ء) کی والدہ رقیہ بیگم، باقر علی خاں بن نواب زین العابدین خاں عارف کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔دوسرے لفظوں میں باقر علی خاں، ان کے نانا اور نواب زین العابدین خاں عارف ان کے پرنانا تھے۔اردو زبان وادب، نیز خاندانی رشتے کے تحت بیگم حمیدہ سلطان احمد، نواب زین العابدین خاں عارف اور خانوادۂ لوہارو کے مشاہیرِ علم وادب پر لکھتی رہی ہیں۔اس سلسلے کی چند تحریروں میں، جو ماہنامہ برہان ،دہلی میں شائع ہوئی ہیں، عارف اور کلامِ عارف پر ایک نظر بھی ہے۔
خاندانِ لوہارو کے شعرا (نئی دہلی) اس سلسلے میں ان کی اہم تالیف ہے۔

(۸) غالباً عارف کا دیوان الگ سے شائع نہیں ہوسکا۔مالک رام نے خطی نسخوں کی یہ تفصیل دی ہے:

''عارف کا دیوان شائع نہیں ہوا۔اس کا ایک نسخہ لوہارو کے کتب خانے میں تھا اور اب رضالائبریری رامپور میں منتقل ہوگیا ہے۔دو نسخے لالہ سری رام مؤلف خم خانۂ جاوید کے کتب خانے میں تھے، جو اَب ہندو یونیورسٹی بنارس کے ذخیرے میں ہیں۔ایک انتخاب کتاب خانہ سالار جنگ حیدرآباد میں بھی ہے۔''

(تلامذۂ غالب :اشاعتِ دوم: حوالہ مذکورہ:ص ۳۹۳)۔

(۹) کاروانِ خیال کا ایک ناقص سا ایڈیشن لاہور سے ہی شائع ہوا ہے، مگر کاروانِ خیال کو پہلی بار مولوی محمد مجید حسن نے مدینہ پریس، بجنور کی طرف سے دسمبر ۱۹۴۶ء، یا اوائل ۱۹۴۷ء میں شائع کیا تھا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۱۰) عبیدالرحمٰن خاں شروانی (اگست ۱۸۹۷ء۔ ۲۸ رمئی ۱۹۹۲ء) کے بارے میں نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی کے سوانح نگار جناب شمس تبریز خان نے لکھا ہے:

''مولانا شروانی کی جانشینی صاحبزادہ مولوی حاجی عبیدالرحمٰن خاں صاحب شروانی کے حصہ میں آئی۔ موصوف نے مولانا کی روایات کو خوب نبھایا ہے۔ [انھیں] مولانا مرحوم کے وقار و سنجیدگی، علم دوستی اور شگفتگی، دینداری اور خوش اخلاقی سے اور مسلمانوں کے ملی اداروں اور تحریکوں سے دلچسپی کا وافر حصہ ملا ہے۔''

(صدر یار جنگ : مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ: ۱۹۷۲ء: ۲۲۶ص)۔

اسی طرح عبیدالرحمٰن خاں شروانی کے ملنے والے اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم مولانا ضیاء الدین اصلاحی (م ۲۰۰۸ء) نے ان الفاظ میں اپنا تاثر بیان کیا ہے:

''وہ اپنے والد مرحوم کی سیرت و اخلاق کی تمام خوبیوں اور کمالات کی جیتی جاگتی تصویر اور الولد سر لابیہ کی مکمل مثال تھے۔''

(معارف: جون ۱۹۹۲ء: ص ۴۔۸)۔

(۱۱) مکتبۂ ظفر، گجرات: ۱۹۷۵ء۔

(۱۲) مولانا عرشی کے اس جملے:

''سوء اتفاق سے وہ مجھ تک نہ پہنچی'' پر اکبر علی خاں عرشی زادہ کا یہ حاشیہ ہے:

''اگر آپ نے یہ کتاب رجسٹرڈ ڈاک سے بھجوائی تو ڈاک خانے سے ضرور معلوم کیجیے اور اب مرحمت فرمائیں تو رجسٹرڈ ڈاک ہی کے ذریعے، سادہ ڈاک کا کیا اطمینان۔''

(۱۳) مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے فرزند، اکبر علی خاں معروف بہ عرشی زادہ (۲۷ رجولائی ۱۹۴۱ء۔ ۱۹۹۷ء) کچھ عرصہ رضا لائبریری رامپور کے ڈائریکٹر رہے۔ چند کتابیں اُن سے یادگار ہیں: دیوانِ غالب بخطِ غالب نسخۂ عرشی زادہ (مطبوعہ ۱۹۶۹ء) کے سبب ہندوستان اور پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں زیر بحث رہے تھے۔

(۱۴) عرشی زادہ کی جانب سے ایسی کوئی چیز سامنے نہیں آئی۔

(۱۵) عرشی زادہ اور خلیق انجم کی جانب سے تو مولانا امتیاز علی خاں عرشی کا کوئی مجموعۂ مکتوبات سامنے نہیں آیا۔ البتہ ایک مجموعہ عرشی صاحب کے خطوط کے نام سے ذکیہ جیلانی نے مرتب کیا ہے۔ (موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی: ۱۹۸۹ء)۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ظفر حسین ظفر

استاد شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے چند غیر مطبوعہ مکاتیب

Zafar Hussain Zafar

Department of Urdu, AIOU, Islamabad

Abstract: Syed Abu Ala Mudoodi was an eminent scholar of Islamic Studies. He wrote many books about different topics of Islamic Ideaology. Tafheem ul Quran is a worthwhile interpretation of the Holy Quran. In this article, the compiler introduced and edited his twenty five letters, which were addressed to Prof. Khurshed Ahmed. The compiler of this article annotated notes on various aspects of the contents of the letters.

(۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء) بیسویں صدی میں، علامہ اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کے بعد احیائے دین وملت کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ ان کے علمی اور فکری کام کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اُنھیں درگاہِ حق سے اظہار و بیان کی وہ قوت ارزانی ہوئی تھی کہ وہ گنجلک اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل کی گرہیں بآسانی کھول دیتے تھے اور اس کے نتیجے میں تفہیم وتعبیر کے نور سے قلب وذہن منور ہو جاتے تھے۔ مولانا، خانقاہی بزرگوں کی طرح گوشہ نشین، زاہد خشک اور مریدین کے مخصوص حلقے میں اسیر نہیں تھے، بلکہ وہ ایک مجلسی انسان تھے۔ ۵/اے ذیلدار پارک کی عصری مجالس میں شرکت کے لیے صلائے عام تھی؛ نہ کوئی پہرہ، نہ دربان، نہ پروٹوکول؛ عام آدمی سے لے کر وقت کے حکمران تک، ہر ایک کے لیے شام کی اس مجلس سے علم وآگہی کے حصول اور استفادہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اُن کی عصری مجالس تک رسائی نہ پانے والے اور دُور دراز علاقوں اور شہروں میں رہنے والے، قلم وقرطاس کے ذریعے رہنمائی اور روشنی حاصل کرتے۔ اُن کے مکتوب الیہان کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اُردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں مکتوب نگاری کا سلسلہ پوری دُنیا تک پھیلا ہوا تھا۔ ہر خط میں زندگی کے کسی نہ کسی عملی اور نظری مسئلے پر دلائل کے ساتھ بات کی گئی ہے۔

مولانا مودودی نے اپنی زندگی میں ہزاروں خطوط لکھے ہوں گے۔ اب تک ان کے خطوں کے درج ذیل مجموعے مرتب ہو چکے ہیں:

۱۔ Correspondence Between Maulana Maududi and Maryam Jameelah: محمد یوسف خاں اینڈ سنز، لاہور: ۱۹۶۹ء۔ (مراسلت مابین مولانا مودودی ومریم جمیلہ کا ترجمہ از عبدالغنی فاروق مذکورہ بالا ادارے نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔)

۲۔ مکاتیبِ سید ابوالاعلیٰ مودودی (اوّل): عاصم نعمانی (مرتب): ایوانِ ادب، لاہور: ۱۹۷۰ء۔

۳۔ مکاتیبِ سید ابوالاعلیٰ مودودی (دوم): عاصم نعمانی (مرتب): اسلامک پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۷۲ء۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۴۔ خطوطِ مودودی (اوّل): رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد (مرتبین): البدر پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۸۳ء۔
: منشورات، لاہور: طبع دوم (نظرِ ثانی واضافہ شدہ): ۲۰۰۱ء۔

۵۔ مکتوباتِ مودودی: اشرف بخاری (مرتب): منظورِ عام پریس، پشاور: ۱۹۸۳ء۔

۶۔ یادوں کے خطوط: محمد یونس (مرتب): اسلامی مکتبہ، حیدر آباد دکن: ۱۹۸۳ء۔

۷۔ مکتوباتِ مودودی بنام مولانا محمد چراغ: عبدالغنی عثمان (مرتب): الانصاری پبلشرز، فیصل آباد: ۱۹۸۴ء۔

۸۔ مکتوباتِ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بنام الحاج حکیم محمد شریف مسلم: حکیم محمد شریف مسلم (مرتب): البدر پبلی کیشنز، لاہور: ۱۹۸۶ء۔ (مرتب نے قبل ازیں مکاتیبِ زنداں کے نام سے ایک مجموعہ خطوط ۱۹۵۲ء میں شائع کیا تھا، اس میں مولانا مودودی کے خطوط بھی شامل تھے۔)

۹۔ مولانا مودودی کے خطوط: سید امین الحسن رضوی (مرتب):: مرکزی مکتبۂ اسلامی، دہلی: ۱۹۹۳ء۔

۱۰۔ خطوطِ مودودی (دوم): رفیع الدین ہاشمی، سلیم منصور خالد (مرتبین): منشورات، لاہور: ۱۹۹۵ء۔

۱۱۔ مکاتیبِ سید مودودی: نورور جان (مرتب): ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور: ۲۰۱۱ء۔

مذکورہ بالا گیارہ مجموعوں کے علاوہ مختلف افراد (اور غالباً بعض اداروں) کے پاس بڑی تعداد میں مولانا مودودی کے غیر مطبوعہ خطوط موجود ہیں، جو کبھی کبھی منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں۔

(۲)

زیرِ نظر خطوط پروفیسر خورشید احمد (پ: ۱۹۳۲ء) کے نام ہیں۔ ان کے اور مولانا مودودی کے درمیان شاگرد و استاد، مرید و مرشد اور کارکن و امیر کا تعلق رہا ہے۔ خورشید احمد نے تقسیمِ ہند کے موقع پر ہجرت کی اور پہلے لاہور اور پھر کراچی منتقل ہو گئے۔ جامعۂ کراچی سے انھوں نے معاشیات اور اسلامیات میں ایم اے کیا۔ دورانِ تعلیم خورشید صاحب مولانا مودودی کی فکر سے متاثر ہوئے اور اسلامی جمعیت طلبہ میں شامل ہو گئے۔ جمعیت کے ناظمِ اعلیٰ کے منصب تک پہنچ گئے۔ دورانِ طالب علمی New Era, Student's Voice, Voice of Islam جیسے رسائل کے مدیر رہے۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد جامعۂ کراچی میں معاشیات کے لیکچرار مقرر ہوئے، لیکن ملازمت کی پابندیاں ان کے مزاج سے ہم آہنگ نہ تھیں، سو انھوں نے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔ ادب، سیاست، معیشت اور فکرِ اسلامی کا احیاء جیسے موضوعات پر، ان کی درجنوں کتابیں اور مقالات حوالے کا درجہ رکھتے ہیں۔ مولانا مودودی کے علاوہ پروفیسر خورشید احمد واحد پاکستانی ہیں، جنھیں ۱۹۹۰ء میں فیصل ایوارڈ دیا گیا۔ وہ ۱۹۸۵ء سے ۲۰۱۲ء تک سینٹ کے ممبر رہے۔ فکری اور علمی سطح پر ان کا شمار مولانا مودودی کے ان چند شاگردوں میں ہوتا ہے، جو مولانا کی علمی روایت کے حقیقی ترجمان اور امین ہیں۔ جماعتی کاموں اور نجی امور میں بھی ان کا شمار مولانا کے معتمد رفقاء میں ہوتا تھا۔ وہ جیل میں بھی مولانا کے ساتھ رہے اور بیرونِ ملک بھی شریکِ سفر، حتیٰ کہ مولانا کے آخری سفرِ آخرت میں بھی نیویارک، لندن اور لاہور تک ہمراہ رہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

☆ زیرِ نظر ۲۴ خطوط میں سے ۱۰ مولانا کے دست نوشت ہیں، جبکہ بقیہ ٹائپ شدہ ہیں اور ان پر مولانا کے دستخط (ابوالاعلیٰ) ثبت ہیں۔

☆ یہ سارے خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔

☆ خطوط کی ترتیب سنین کے اعتبار سے کی گئی ہے۔

☆ خطوط کے بعض لفظوں کا املا برقرار نہیں رکھا گیا: جیسے ھوں، ھے، ھوئی، ھیں، انھوں، اسلئے وغیرہ۔ راقم نے جدید اصولِ املا کے تحت ایسے لفظوں کا املا بدل دیا ہے۔

☆ خطوط پر تاریخ انگریزی ہندسوں میں: مثال کے طور پر 66-6-6 درج تھی۔ یہ اندازِ تحریر مولانا کا نہیں، دفتر کا ہے۔ راقم نے تاریخ اور سنہ ہندسوں، جبکہ مہینہ لفظوں میں درج کیا ہے۔

☆ اکثر خط جماعتِ اسلامی کے لیٹر پیڈ پر تحریر ہیں، جس پر مرکز جماعتِ اسلامی اچھرہ، لاہور کا پتا درج ہے۔ راقم نے خط میں صرف حوالہ نمبر دیا ہے، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کس قدر کثیر المراسلت تھے؟ ہر خط کے حوالہ نمبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ماہ میں کتنی مراسلت ہوتی تھی؟ مثلاً: ۲۵ رمئی ۱۹۶۶ء کا حوالہ نمبر ۱۰۸۴ ہے، جبکہ ۶۶/۷/۱۹/۱۵۹۲ حوالہ درج ہے۔ ۱۸ ردسمبر ۱۹۶۶ء کا حوالہ ۲۴۱۲ ہے۔ البتہ جو خطوط امریکہ سے تحریر کیے گئے ہیں، وہ سادہ کاغذ پر تحریر ہیں۔ قیاس ہے کہ مولانا کے خطوط کی ایک کثیر تعداد ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ اب تک خطوط کے گیارہ مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ اگر مولانا کے سارے خطوط جمع کیے جائیں تو شاید اس میدان میں بھی انیسویں اور بیسویں صدی کے مشاہیر میں مولانا سرِ فہرست ہوں گے۔

☆ اسلوبِ مودودی کی یکتائی اور انفرادیت مکتوبات سمیت ان کی ہر تحریر سے ٹپکتی ہے۔ سادہ اور سلیس اسلوب میں مشکل سے مشکل موضوع کو بیان کرنے کی غیر معمولی صلاحیت مولانا کے قلم کو عطا ہوئی تھی۔ مولانا دلیل کی قوت سے قاری کے قلب و ذہن کو متاثر کرتے ہیں۔ ادق اور مشکل الفاظ و تراکیب سے احتراز کرتے ہوئے مولانا کے خطوط کا رنگ عالمانہ ہوتا ہے۔ محض لفظوں کی گھن گرج سے علمیت کا رعب نہیں ڈالا جاتا، بلکہ مولانا نے کسی جگہ تحریر کیا ہے کہ ذہن میں جب کوئی نیا خیال آتا ہے تو خیال کے ساتھ الفاظ خود ہی آ جاتے ہیں۔

اختصاص:

☆ یہ خط طرفین کے درمیان گہری محبت اور اعتماد کا اظہار یہ ہیں۔ ان خطوں میں امریکہ اور برطانیہ میں دعوتِ اسلامی کے ابتدائی نقوش کا سراغ ملتا ہے۔

☆ خطوط کا اسلوب سادہ اور دلنشین ہے اور قدرے بے تکلفانہ ہے۔

☆ دلیل کی کاٹ زیرِ نظر خطوط میں بھی موجود ہے۔

☆ مسائل کا تجزیہ اور تفہیم منطقی ہے۔

☆ مولانا کا ذہن منطقی ہے۔ جذباتی جملہ عموماً نہیں ملتا، اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو صرف وقتی اثر کا نتیجہ تھا۔

☆ عقلی اور جدید سائنسی Approach ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے بات واضح کی گئی ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

☆ مولانا کا مخاطب صرف مکتوب الیہ (ایک فرد) نہیں، بلکہ ایک بڑا طبقہ ہوتا ہے۔جس طرح علامہ اقبال نے جاوید کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔
☆ مولانا کا قابلِ تقلید وصف یہ ہے کہ وہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود روزانہ دس / بارہ خطوں کے جواب ارسال کرتے تھے۔
☆ مولانا سے استفسار کرنے والے اپنی ذہنی سطح کے مطابق سوال پوچھتے، مولانا اپنے ظرف کے مطابق جواب دیتے تھے۔

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودی
۵۔اے ذیلدار پارک
لاہور۔۱۲ (پاکستان)

فون نمبر ۲۵۰۷
حوالہ: ۶۱
مورخہ: ۱۷ / شوال ۱۳۸۸ھ
[۱۰ / جنوری ۱۹۶۹ء]

محترمی و مکرمی جناب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوالات کے مختصر جوابات درج ذیل ہیں۔

(۱) میں نے بعض علماء کے استفسار پر لاہوریوں کے متعلق جو جواب لکھا تھا، اس کے ضروری حصے کی نقل آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس کے پڑھنے سے اُمید ہے کہ آپ کی تشفی ہو جائے گی۔

(۲) خلافت و ملوکیت (۱) کے بارے میں صرف یہ عرض ہے کہ ایک ایک لفظ میں نے انتہائی احتیاط کے ساتھ تول تول کر لکھا ہے اور کوئی شخص کسی حوالے، یا حوالے کی تعبیر میں غلطی ثابت نہیں کر سکتا، مگر اتنا وقت اور طاقت مجھے میسر نہیں ہے کہ ایک ایک شخص کسی سے گفتگو، یا بحث کرنے کے بعد مجھے خط لکھے اور میں ایک ایک شخص کے خطوط کے جوابات لکھتا رہوں۔ مفتی محمد شفیع صاحب (۲) نے، جو تنقید لکھی ہے، اسے وہ چاہیں تو شائع کر دیں۔ پھر ان شاء اللہ میں سارے اعتراضات کے مفصل جوابات دے دوں گا۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مفتی صاحب کے اپنے گروہ کے علماء اس مسئلے پر جو کچھ لکھتے رہے ہیں، یا تو انھوں نے اُن کو پڑھا نہیں ہے، یا پڑھا ہے تو اس پر تنقید کی انھوں نے ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ اس کے علاوہ جو کرم فرمائیاں مفتی صاحب نے پچھلے دنوں مجھ پر مسلسل کی ہیں، اُن سے شاید آپ واقف نہیں ہیں۔ میں اُن سب سے باخبر ہوں، اس لیے مجھے اُن کے ساتھ وہ حسنِ ظن اب نہیں رہا ہے، جو پہلے تھا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۲)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی
فون نمبر: ۲۵۰۷۰

۵۔اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور
حوالہ: ۹۹

لاہور۔۱۲ (پاکستان)
مورخہ: ۱۵/۱/۶۹ [۱۹]ء

عزیزم خورشید صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۷/جنوری ملا۔ خدا کا فضل ہے کہ چودھری صاحب (۳) بھی ۱۱/جنوری کو بخیریت کراچی پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے اور دوسرے رفقاء نے وہاں جس طرح میری اور چودھری صاحب کی خدمت کی ہے، اس کے شکریے کا حق ادا کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ بس اللہ ہی اس کی بھرپور جزائے خیر دے سکتا ہے اور اسی سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو دنیا اور آخرت میں اس کی بہترین جزا دے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ ہماری دیکھ بھال نے آپ کو پورے چار مہینے اُس مقصد سے غافل رکھا، جس کے لیے آپ وہاں گئے ہیں۔ اب اُمید ہے کہ آپ پورے انہماک سے اپنی تعلیم کی طرف توجہ صرف کریں گے اور نہ صرف اتنے دِنوں کے نقصان کی تلافی کرلیں گے، بلکہ امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کرکے واپس آئیں گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، یہاں سوشلزم کے فتنے نے اچھا خاصا زور پکڑ رکھا ہے۔ اس حالت میں اُس مجموعۂ مضامین (۴) کی سخت ضرورت ہے، جو آپ مرتب کر رہے تھے۔ معلوم نہیں وہ اب کہاں ہے اور کس مرحلے میں ہے؟ وہ جس حال میں بھی ہو، اسے میرے پاس بھیج دیجیے، یا بھجوا دیجیے، تاکہ میں اس کی اشاعت کا جلدی انتظام کروں۔ جن صاحب کا استفسار میرے نام آیا ہوا تھا، اس کا جواب بھیج رہا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۳)

باسمہٖ سبحانہٗ

لاہور
۱۵۔۱۔۶۹/۱۶۵

۲۷/جنوری ۱۹۶۸ء [۱۹۶۹ء] (۵)

عزیزم خورشید صاحب!

Optimized by www.ImageOptimizer.net

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط ملا۔ یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ ہمارے آنے کے بعد آپ کی صحت ٹھیک نہیں رہی۔ مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ غذا کی بے قاعدگی اور شب و روز کی دوڑ دھوپ اور سخت سردی میں راتوں کے سفر بالآخر آپ کی صحت پر برا اثر ڈالیں گے۔ اب آپ سب سے پہلے اپنی صحت درست کرنے کی فکر کریں اور غذا کا بھی کوئی معقول انتظام کرلیں۔

یہاں سوشلزم کا طوفان ازسرِ نو اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ کچھ لوگ اعلانیہ اور کچھ در پردہ اور کچھ اسلام کا ملمع چڑھا کر اس کی تبلیغ کر رہے ہیں اور اسلام کے ''کرم فرما'' علماء ان کا اعلانیہ ساتھ دے رہے ہیں۔ اس حالت میں میرے ان مضامین کا مجموعہ جلدی سے جلدی شائع ہونا چاہیے۔ آپ کے پاس، جو مواد جیسا بھی ہے، مرتب کر کے اپنے حواشی اور مقدمہ کے ساتھ جلدی سے جلدی بھیج دیں، جو کمی ہوگی، وہ میں یہاں خود پوری کرلوں گا۔ میں نے کراچی بھی لکھا ہے کہ آپ کا وہ سامان، جو ابھی انگلستان نہیں گیا ہے، اگر اس میں اس کتاب کے سلسلے کا کچھ مواد موجود ہو تو اسے نکال کر آپ کو فوراً ڈاک کے ذریعہ سے بھیج دیں اور اگر وہ بروقت وہاں نہ پہنچ سکتا ہو تو پھر اسے میرے پاس بھیج دیں۔

جن صاحب کے خط کا جواب میں نے بھجوایا تھا، ان کا پتا تو مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ آپ پیغام (۶) ہی میں اصل خط اور میرا جواب شائع کر دیں۔ ملک نصر اللہ خاں صاحب (۷) کے صاحبزادے ابھی تک یہاں نہیں پہنچے ہیں۔ میں نے ملک صاحب کو مطلع کر دیا ہے کہ ان کے نام میں نے جو خط لکھا تھا، وہ یہاں مجھے واپس مل گیا ہے۔

ذیل میں لیڈس کے اُن صاحب کا اصل سوال درج کیا جا رہا ہے۔ آپ سوال اور میرا جواب دونوں پیغام میں شائع کریں گے تو اُمید ہے کہ وہ، یا ان کا کوئی دوست انھیں اس سے مطلع کر دے گا۔ سوال کی اشاعت کے ساتھ یہ بات بھی درج کر دی جائے کہ وہ صاحب لیڈس کے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۴)

باسمہٖ سبحانہٗ

لاہور

۱۸ر فروری ۱۹۷۰ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۴ر فروری، کئی روز سے میرے پاس آیا رکھا ہے، مگر چودھری صاحب

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مرحوم کی وفات نے ذہن کو کچھ اس طرح Upset کر دیا ہے کہ میں سوچتا رہا کہ آپ کو کیا جواب دوں؟(۸) اللہ ان پر رحمت فرمائے، انھوں نے اتنے کام سنبھال رکھے تھے کہ اب دس آدمی بھی مل کر ان کی جگہ مشکل ہی سے پُر کر سکتے ہیں۔ اتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، جسے بھرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے کرم سے اس کو بھر دے۔

چودھری صاحب کے جانے کے بعد اب آپ کی کمی اور زیادہ شدت سے محسوس ہو رہی ہے، خصوصاً جو حالات اب درپیش ہیں اور آگے آتے نظر آ رہے ہیں، ان میں تو اس کا احساس اور زیادہ ہی ہو رہا ہے، لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے لیے سخت مشکل ہے کہ آپ آیا اس پروگرام کو پورا کریں، جس کے لیے آپ وہاں گئے تھے، یا اسے چھوڑ کر آ جائیں؟ بہتر یہی ہے کہ جون سے اکتوبر تک کے لیے اگر آ نا ممکن ہو تو آ جایئے، پھر یہاں مشورے سے کوئی بات طے کی جائے۔ کراچی کے رفقاء سے ٹیلیفون پر دریافت کیا تھا، ان کی رائے بھی یہی ہے۔

جن امور کے متعلق آپ نے لکھا تھا، ان کے بارے میں رحمت الٰہی صاحب (۹) اور اخلاق صاحب (۱۰) سے کہہ دیا ہے۔ اُمید ہے کہ ان کی تعمیل ہو گئی ہوگی۔

سب رفقائے مرکز کو آپ کا سلام پہنچا دیا ہے۔ ان سب کی طرف سے بھی سلام قبول کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۵)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی	فون نمبر: ۵۲۵۰۷
۵۔اے ذیلدار پارک، اچھرہ	حوالہ: ۳۶۲۰
لاہور۔۱۲ (پاکستان)	مورخہ: ۲۹/۱۱/۷۰[۱۹]ء

مکرمی و محترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عید الفطر کی تقریبِ سعید پر آپ کا تہنیت نامہ ملا، جس کے لیے ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں۔ جواب میں ہماری طرف سے بھی عید کی مبارکباد قبول فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس پُرفتن دور میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی فرمائے؛ انھیں ہر قسم کے نظریاتی فتنوں اور آفاقی مصائب سے محفوظ رکھے اور حق و صداقت کی راہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ابوالاعلیٰ

(۶)

باسمہٖ سبحانہٗ

بفیلو

۳۰ جولائی ۱۹۷۴ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس سے پہلے ایک خط میں، مَیں نے آپ کو لکھا تھا کہ میں ۱۳ ؍ اگست کو یہاں سے روانہ ہو کر نیو یارک جاؤں گا اور وہاں ۱۴۔۱۵ کو قیام کر کے ۱۶ کو بروز جمعہ لندن کے لیے روانہ ہوں گا، مگر بعد میں نیو یارک والے آئے اور انھوں نے کہا کہ بدھ اور جمعرات تک کے دن ہمارے لیے موزوں نہیں ہیں۔ آپ ہمیں جمعہ کی شام دیجیے، تاکہ رات تک ہم نشست کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ اس لیے اب میں ۱۵۔۱۶ کو نیو یارک میں ٹھہر کر ۱۷ کو بروز ہفتہ ۱۰ بجے کی پرواز سے چل کر رات کو ۹:۵۰ پر لندن پہنچوں گا، ان شاء اللہ العزیز اور ۱۸۔۱۹ ؍ اگست، بروز اتوار اور پیر لندن میں ٹھہروں گا۔ اس پروگرام کی تبدیلی سے یٰسین صاحب (۱۱) کو بھی مطلع کر دیجیے۔

یٰسین صاحب سے یہ بھی کہہ دیجیے کہ میرے لیے پی آئی اے کی اُس پرواز میں، جو ۲۰ ؍ اگست کو دوپہر کے وقت چل کر ۲۱ ؍ اگست کی صبح کو کراچی پہنچتی ہے، دو نشستیں مخصوص کرا دیں اور لندن ہی سے کراچی کی کسی ایسی پرواز میں بھی نشستیں مخصوص کرا دیں، جو ۲۲ ؍ اگست کو سہ پہر کے وقت چلتی ہے اور مغرب سے پہلے لاہور پہنچا دیتی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۷)

باسمہٖ سبحانہٗ

۲۲ ؍ اپریل ۱۹۷۲ء

لاہور

عزیزم خورشید صاحب!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط ملا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب دل کی تو کوئی تکلیف نہیں ہے، لیکن ایک مہینہ صاحبِ فراش رہنے کے باعث گنٹھیا کی تکلیف پھر سے تازہ ہو گئی ہے اور ضعف بھی بہت محسوس ہوتا ہے۔ بہرحال اب کچھ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

نہ کچھ کام کرنے لگا ہوں۔ باقساط تین چار گھنٹے کام کر لیتا ہوں۔

محمد فاروق (۱۲) کے مسئلے کو میں حل شدہ محسوس کر کے کچھ مطمئن ہو گیا تھا، لیکن آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک گومگو کی حالت میں ہیں۔ بارایٹ لا وہ کرنا چاہیں تو کر لیں، مگر اس کے لیے یہاں سے اخراجات بھیجنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ پھر یہاں آنے کے بعد بھی آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قانون کے پیشہ [پیشے] میں مقابلہ روز بروز سخت ہوتا جا رہا ہے اور انھیں وکیل کی حیثیت سے Establish ہوتے ہوتے کئی سال لگ جائیں گے۔ پریس کے کام کی ٹریننگ بھی وہ لینا چاہیں تو لے لیں، مگر اتنا سرمایہ نہیں کہ اپنا پریس لگا سکیں۔ لامحالہ یہیں کسی پریس میں ملازمت کرنی پڑے گی اور پرائیویٹ پریس تو کجا سرکاری پریسوں میں بھی اب عزتِ نفس کے ساتھ کام کرنا مشکل ہو گیا ہے، بلکہ Security of Service ہی باقی نہیں رہی ہے۔ اگر وہ ہمت کریں اور ضد سے کام نہ لیں تو Textile، یا Management کی ٹریننگ لے کر نائیجریا چلے جائیں۔ اب اس ملک کے حالات ایسے ہیں کہ بڑے بڑے جمے ہوئے لوگ باہر نکل جانے کی فکر کر رہے ہیں۔

محمد فاروق سے یہ بھی کہہ دیجیے گا کہ جس کام کے لیے انھوں نے مجھے اور اپنی والدہ صاحبہ کو لکھا تھا، اس کے متعلق براہِ راست بات کرنے سے پہلے ہم نے بالواسطہ معلوم کرنے کی کوشش کی اور یہی اندازہ ہوا کہ وہ اس کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب آخر وہ کیوں چاہتے ہیں کہ میں خود بات کر کے انکار میں جواب سنوں۔

حال ہی میں جو ۱۱۲ کے قریب آدمی ملازمتوں سے الگ کیے گئے ہیں، ان میں ایک پروفیسر جلیل الدین احمد خاں (۱۳) بھی ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہ تشکیلِ جماعت اور تقسیم سے بھی پہلے سے میرے ساتھ ایک طرح کی وابستگی رکھتے ہیں۔ انھوں نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ میں ان کے لیے کچھ فکر کروں۔ مجھے کل ہی یہ خیال آیا کہ ہمارے انگریزی شعبہ کا کام بالکل صفر ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر آپ فارغ ہو کر جلدی آ جائیں اور اکیڈمی کو سنبھال لیں تو ان کو اکیڈمی میں لے لینا کیسا رہے گا؟ پچھلے بہت سے ترجمے جو نظر ثانی کے محتاج پڑے ہیں، ان کو بھی وہ مکمل کر لیں گے اور تفہیم القرآن (۱۴) کے انگریزی ترجمہ کا کام بھی تیزی سے ہو سکے گا۔ ان کی بیوی بھی ایم اے انگلش ہیں اور وہ مددگار ہو سکتی ہیں۔ ظفر اسحٰق صاحب (۱۵) تو اب تک شاید سورۂ انعام سے آگے نہیں بڑھے ہیں اور تفہیم کو انگریزی میں منتقل کرنے کی ضرورت شدید ہے۔

سب گھر والوں اور رفقائے مرکز کی طرف سے سلام۔

ابوالاعلیٰ

(۸)

باسمہ سبحانہ

۵/اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور پاکستان — حوالہ: ۸۶۱

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مورخہ:۱۴رمئی۱۹۷۲ء ۷۲/۵/۱۴[۱۹]ء

محترمی ومکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔عاشق حسین بٹالوی (۱۶) صاحب آج کل انگلستان میں ہیں۔وہ کوشش کررہے ہیں کہ پبلک ریکارڈ آفس،جس میں ۱۹۴۵ءتک کے سرکاری کاغذات مطالعۂ عام کے لیے کھول دیے گئے ہیں،اس میں سے اہم چیزیں حاصل کریں اور ایک ایک کاپی ہماری اکیڈمی کو بھی فراہم کی جائے۔اس غرض کے لیے انھیں کچھ مدد کی ضرورت ہے۔آپ ان سے مراسلت کرکے کوئی وقت طے کرلیجیے،یا مراسلت ہی کے ذریعہ سے یہ معلوم کرلیجیے کہ آپ کیا مدد؛کس طرح کرسکتے ہیں؟ان کا پتا یہ ہے:

Mr. A, H. Batalvi,

194 Queens' Gate, London - S.W.7.

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۹)

باسمہ سبحانہ

مرکز جماعتِ اسلامی پاکستان اچھرہ۔لاہور

حوالہ:۱۷۷۲ مورخہ:۲۲راگست۱۹۷۲ء

محترمی ومکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ پبلک ریکارڈ آفس میں ریسرچ کا کام کرنے کے لیے انھوں نے دو نوجوان ایسے تلاش کرلیے ہیں،جو چند مہینے تک تین گھنٹے روزانہ اعزازی کام کریں گے اور انھیں صرف ریکارڈ آفس آنے جانے اور دوپہر کے کھانے کا خرچ دینا ہوگا۔ان کا اندازہ ہے کہ اس کے لیے مجموعی طور پر ۹ پونڈ فی ہفتہ اور تین مہینوں کا کل خرچ ۱۲۰ پونڈ ہوگا۔آگے اگر مزید ذرائع فراہم ہوگئے تو انھی نوجوانوں سے،یا کچھ دوسرے نوجوانوں سے کام لیا جاسکے گا۔

میں نے انھیں لکھا ہے کہ اوّل تو یہاں ہمارے وسائل روز بروز کم ہوتے جارہے ہیں اور دوسرے اسباب بھی ایسے ہیں،جن کی بنا پر یہاں سے کوئی رقم باہر بھیجنا تقریباً ناممکن ہے۔اب لامحالہ اس کے لیے باہر ہی سے وسائل بہم پہنچانے ہوں گے(۱۷)۔

آپ کا لندن جانا ہو تو ڈاکٹر صاحب سے مل کر مشورہ کرلیجیے کہ انگلستان میں اس کام کے لیے کیا کچھ حاصل کیا جا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سکتا ہے؟ جولوگ اسلامک مشن کے مصارف پہلے ہی اُٹھا رہے ہیں، ان پر تو مزید بار نہیں ڈالا جا سکتا۔ کیا پاکستانی اور غیر پاکستانی مسلمانوں میں کچھ دوسرے لوگ ایسے ہو سکتے ہیں؟ جن پر اس تاریخی تحقیق کی اہمیت واضح کی جائے تو وہ اس کے لیے کچھ دینے پر آمادہ ہوں گے۔ آپ کی تعلیم کا سلسلہ کب تک مکمل ہوگا؟ اب یہاں آپ کے آنے کی بڑی ضرورت ہے، مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ آپ نے تین سال سے زیادہ، جس مقصد کے لیے وہاں قیام کیا ہے، اسے پورا کیے بغیر آ جائیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۰)

باسمہ سبحانہ

مرکز جماعتِ اسلامی پاکستان　　　　اچھرہ۔ لاہور

حوالہ: ۱۸۳۸　　　　مورخہ: ۳۰ر اگست ۱۹۷۲ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط یوسف خان صاحب (۱۸) کے ذریعے سے ملا۔ تعجب ہوا کہ آپ نے مجھے دو خط لکھے اور وہ مجھے نہ ملے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ کا خط ملتا اور میں جواب نہ دیتا۔

میری صحت روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اب دونوں گھٹنے، دونوں کولھے اور دونوں شانے گنٹھیا سے متاثر ہو گئے ہیں۔ لیٹے اور بیٹھے ہوئے تو تکلیف نہیں ہوتی، مگر کھڑے ہونے اور چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا اثر اب میرے اعصاب پر بھی پڑ رہا ہے اور زیادہ دماغی محنت برداشت نہیں کر سکتا۔

محمد فاروق کے ذریعے سے آپ کا بھیجا ہوا قلم مل گیا۔ بہت ٹھیک کام کر رہا ہے۔ ضرورت ہوئی تو مزید، ری فل منگوا لوں گا۔

تفہیم القرآن کے متعلق آپ کی تجاویز آئین (۱۹) والوں نے مجھے لا کر دیں۔ آخری جلد کا آخری حصہ میں نے بیماری کی حالت میں بمشکل پورا کیا ہے۔ پہلی جلدوں پر نظر ثانی کر کے انھیں بعد کی جلدوں کے معیار پر لانا اتنا محنت طلب کام ہے کہ اب وہ میرے بس کا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہوں کہ جہاں غیر معمولی تشنگی ہے وہاں مزید حواشی لکھ دوں۔ [قرآن کی] چار بنیادی اصطلاحوں (۲۰) کا اضافہ جلد اوّل کے آئندہ ایڈیشن میں کروا دیا جائے گا۔ ساری جلدوں کا یکجا انڈکس بھی ان شاء اللہ مرتب کرا دوں گا۔

پروفیسر جلیل صاحب نے وصی مظہر صاحب (۲۱) کے ذریعے سے مجھے لکھا تھا کہ انھیں کسی باہر کے ملک میں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بھجوانے کا انتظام کر دوں۔ اس بنا پر مجھے خیال آیا کہ یہاں اگر ان سے کام لیا جا سکتا ہو تو اچھا ہے۔ اس خیال سے میں نے آپ کو لکھا تھا، مگر مجھے نہ تو یہ اندازہ ہے کہ ان سے کیا کام لیا جا سکتا ہے اور نہ یہ کہ ان کے لیے ہم کافی معاوضہ کا انتظام کر سکیں گے یا نہیں؟ اگر آپ کے نزدیک وہ نیروبی کے مرکز کے لیے موزوں ہو سکتے ہیں تو وصی مظہر صاحب کے ذریعے سے ان کے ساتھ رابطہ قائم کر کے معلوم کر لیں کہ وہ اس کے لیے تیار ہیں، یا نہیں۔ اس کے بعد نیروبی میں ان کے لیے انتظام کر دیں۔

ظفر اسحٰق صاحب کے ترجمے کی رفتار بہت سست ہے، انھیں ذرا تیزی کے ساتھ کام کرنے کی طرف توجہ دلایئے۔

ڈاکٹر عاشق حسین صاحب والی تجویز کے متعلق اس سے پہلے آپ کو لکھ چکا ہوں، اُمید ہے کہ میرا خط آپ کو مل گیا ہوگا۔ چونکہ ذرائع نہ ہونے کے برابر ہیں اور مشکل ہی سے اس کام کے لیے کچھ فراہم کیا جا سکتا ہے، اس لیے میں کیا بتاؤں کہ کس دور کے معاملات سے متعلق برطانوی ریکارڈ آفس کے کاغذات کی چھان بین کی جائے؟ اگر کچھ وسائل فراہم ہو جائیں تو انھیں کو نگاہ میں رکھ کر آپ اور ڈاکٹر صاحب کام کا کوئی نقشہ بنا لیں۔

آپ کی صحت کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ مشکل یہ ہے کہ لوگ بھی آپ کے اوپر ظلم کرتے ہیں اور آپ خود بھی اپنے ساتھ ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔ میں تو ایک مدت سے کہہ رہا ہوں کہ اپنی صحت کو خطرے میں نہ ڈالیے۔ اس وقت آپ انگلستان میں ہیں، جہاں دُنیا بھر کے لوگ علاج کے لیے جاتے ہیں۔ پوری طرح تشخیص کرایئے کہ یہ دردِ سر کے حملے بار بار کیوں ہوتے ہیں؟ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مرض سے نجات دے اور آپ کو بہتر سے بہتر کام کرنے کی طاقت بخشے۔

آپ کے گھر میں میری طرف سے سلام اور بچوں کو پیار۔ یہاں سب رفقاء کی طرف سے بھی سلام قبول کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۱)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔ اے ذیلدار پارک، لاہور

مورخہ: ۱۲ر نومبر ۱۹۷۲ء

محترمی و مکرمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عید الفطر کا تہنیت نامہ ملا۔ جواب میں میری طرف سے بھی مبارکباد قبول کریں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اب کے عید ایسے موقع پر آئی ہے، جبکہ جسدِ ملت کا ایک بازو اعدائے اسلام نے کاٹ کر الگ کر دیا ہے(۲۲) اور ہمارے تقریباً ایک لاکھ مسلمان بھائی قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔ یہ ہماری شامتِ اعمال اور اللہ کی ناراضی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے، ہمیں انابت واصلاح کی توفیق بخشے اور اپنی نصرت سے ہماری ذلت کو عزت میں تبدیل فرما دے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۲)

باسمہٖ سبحانہٗ

بفیلو

۱۱رجون ۱۹۷۴ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۵رجون ملا۔ بچوں کی بیماری کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحتِ عاجلہ عطا فرمائے۔ پان (۲۳) برابر مل رہے ہیں۔ کبھی اچھی حالت میں، کبھی کچھ خراب حالت میں اور کبھی زیادہ خراب حالت میں۔ بہرحال آپ کی اس مسلسل کوشش کی بدولت پانوں کی فراہمی کا سلسلہ ایک دن بھی منقطع نہیں ہوا۔ جن عرب دوست کے ہاتھ آپ نے نیویارک پان بھیجے تھے، انھوں نے بھی فوراً ہی یہاں بھجوا دیے اور وہ اچھی حالت میں تھے۔

حلقۂ اسلامی کے رفقاء نے اپنی مجلسِ شوریٰ اور ناظمینِ حلقہ کا ایک اجتماع یہاں رکھا تھا اور دو روز تک شام کی نشست میرے پاس ہوتی رہی۔ ان کے کام سے مجھے اچھی طرح واقفیت حاصل ہوگئی اور جو مشورے میں ان کو دے سکتا تھا، وہ میں نے انھیں دے دیے ہیں۔

امجد علی صاحب نے دو خط مجھے ہندوستان سے بھیجے تھے، مگر گمنام اور بلا پتا۔ یہ کسی خط سے بھی معلوم نہ ہوا کہ بھیجنے والا کون ہے اور اس کا پتا کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس حالت میں، مَیں ان کو کیا جواب دیتا؟ اب ان کے خط کی جو نقل آپ نے بھیجی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اُن خطوط کے لکھنے والے امجد علی صاحب تھے۔ اس پر مزید یہ کہ خطوط ایسی مجذوبانہ عبارت میں تھے، جس سے کچھ نہ معلوم ہوسکتا تھا کہ کاتبِ خط کیا کہنا چاہتا ہے اور میں اسے کیا جواب دوں؟

امریکہ کے قیام کے سلسلے میں تمام انتظامات بفضلِ خدا اچھی طرح ہو رہے ہیں۔ انیس میاں (۲۴) نے میری اتنی خدمت کی ہے کہ میری اپنی اولاد بھی اس سے زیادہ نہ کر سکتی تھی۔ ان کی سعادت مندی دیکھ کر دل سے ان کے حق میں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دُعا نکلتی ہے۔

میری عام صحت خدا کے فضل سے بہت بہتر ہوگئی ہے۔ بے خوابی کے مرض کا علاج بھی اس حد تک کامیاب ہوا ہے کہ مجھے اب اُن خواب آور دواؤں کی ضرورت نہیں رہی، جس سے دن دن بھر سر چکراتا رہتا تھا۔ یہ علاج اگر کارگر ہوگیا تو اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ مجھے دواؤں کے بغیر فطری نیند آنے لگے گی۔ جوڑوں کے درد میں البتہ ابھی کچھ افاقہ نہیں ہوا ہے، جن ماہرین سے مشورہ کیا گیا ہے، انھوں نے وہی علاج تجویز کیا، جو لاہور میں ہورہا تھا۔

میں واپسی کا پروگرام جب بناؤں گا تو کافی پہلے سے آپ کو مطلع کردوں گا۔ میرا خیال اب تک یہ ہے کہ دو دن نیویارک میں ٹھہر کر تیسرے دن لندن جاؤں اور دو دن لندن ٹھہر کر تیسرے دن کراچی کے لیے روانہ ہوجاؤں۔ لندن میں اگر ٹیلین صاحب کے ہاں انتظام بہ سہولت ہو سکے اور ان کو زیادہ زحمت نہ ہو تو انھیں کے ہاں ٹھہرنا پسند کروں گا۔ چونکہ میرے ساتھ میری اہلیہ بھی ہیں، اس لیے نیویارک اور لندن، دونوں جگہ یہ انتظام ضروری ہے کہ ہمیں بھی قیام میں سہولت ہو اور جس کے ہاں قیام ہو، اسے زیادہ زحمت بھی نہ ہو۔

امجد علی صاحب کے معاملہ میں جب تک پوری تفصیلات معلوم نہ ہوں، میرے لیے کچھ کہنا مشکل ہے۔ ان کے نام آپ کے خط سے اور آپ کے نام ان کے خط سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پہلے کوئی Commitment ان سے ہو چکی تھی اور بعد میں اسے میری، یا ادارۂ ترجمان کی وجہ سے بدلنا پڑا۔ یہی ان کے برہم ہونے کا سبب معلوم ہوتا ہے، لیکن میں اس قضیے کی تفصیلات سے ناواقف ہوں۔

اپنے گھر میں میرا سلام اور بچوں کو دُعا پہنچادیں۔ میری اہلیہ اور احمد فاروق (۲۵) بھی سلام کہتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

الرقم: ۱۸۴۰

ابوالاعلیٰ المودودی

التاریخ: ۲۸/۱۱/۱۹۷۳ء

لمن یهمه الأمر

ان البروفسور خورشید احمد عضو بازرفی الجماعة الاسلامیة فی باکستان و یقیم منذمنة غیر یسیرة فی الکلترا۔ و یشرف علی بعض النشاطات الاسلامیة التی تکرزرفی انکلتراو اوربا و غرب افریقه۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

و یمکن لکل من بھتم بالدعوۃ الاسلامیۃ ان یعتمد علیہ و یتعاون معہ فی نشر الذعوۃ الاسلامیۃ بکل اطمینان و اللّٰہ ھو التوفق۔

المخلص

ابوالاعلی

(۱۴)

۳۰رجولائی ۱۹۷۴ء

س: قمرالدین خان صاحب (۲۶) نے قائداعظم کے بارے میں مضمون لکھا ہے، جس میں آپ کا اور جماعت کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے (۲۷)۔ براہِ مہربانی اس روایت کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرما کر ممنون کریں۔

خورشید احمد

ج: یہ صحیح ہے کہ میں نے قمرالدین صاحب سے کہا تھا کہ وہ قائداعظم مرحوم سے جا کر ملیں اور ان کو جماعتِ اسلامی کے مقصد اور اس کی دعوت سے روشناس کرائیں، لیکن یہ بات میں نے نہیں کہی کہ وہ انھیں مسلم لیگ کو جماعتِ اسلامی میں مدغم کرنے کی دعوت دیں۔ غالباً قمرالدین خان صاحب کو پوری بات یاد نہیں رہی (۲۷)، کیونکہ اب اس قصے کو ۲۳ سال گزر چکے ہیں، یا پھر ممکن ہے کہ وہ اُس وقت میری بات کو اُس طرح سمجھے ہوں، جس طرح انھوں نے بیان کی ہے۔ میرا مدعا صرف یہ تھا کہ قائداعظم مرحوم جماعتِ اسلامی کے پیشِ نظر مقصد اور کام کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اُنھیں اس طرح کی کوئی غلط فہمی نہ رہے کہ یہ جماعت، مسلم لیگ کی کوئی حریف طاقت بن کر اُٹھ رہی ہے، یا اس کے راستے میں روڑے اٹکانا چاہتی ہے۔ قائداعظم کے جواب سے، جسے قمرالدین خان صاحب نے نقل کیا ہے، بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اِس مدعا کو خوب سمجھ لیا تھا اور معاملہ کو اسی روشنی میں دیکھا تھا، جس میں میری خواہش تھی کہ وہ دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ کے بعض دوسرے لوگ تو خواہ مخواہ جماعتِ اسلامی کو لیگ کی راہ کا روڑا قرار دیتے رہے، لیکن قائداعظم مرحوم نے کبھی اس طرح کے کسی خیال کا اظہار نہیں کیا، نہ پاکستان بننے سے پہلے، نہ اس کے بعد۔

ابوالاعلیٰ

(۱۵)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔اے ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور

فون نمبر: ۲۵۵۰۷

حوالہ: ۲۱۷۷

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مورخہ: ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۴ء　　　　　　　　　　　　تاریخ: ۲۱/۱۲/۷۴[۱۹]ء

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عزیزم انیس صاحب کی شادی میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ میں آپ کی اس پرمسرت تقریب میں ضرور شریک ہوتا، مگر جوڑوں کے درد کی وجہ سے نقل وحرکت میں تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے سفر ممکن نہیں۔ بڑی دقت سے گھر کے اندر چل پھر سکتا ہوں۔ نماز بھی کرسی پر بیٹھ کر پڑھ رہا ہوں، اس لیے حاضری سے معذرت خواہ ہوں، مگر دل سے مَیں آپ کی خوشی میں برابر کا شریک ہوں۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس رشتے کو دونوں خاندانوں کے حق میں موٗجب خیر وبرکت بنائے اور زوجین میں الفت ومحبت کی فضا ہمیشہ قائم رکھے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۶)

بفیلو

۲۴ر جون ۷۴[۱۹]ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط مورخہ ۱۷ر جون ملا۔ اِس سے پہلے پان برابر ملتے رہے ہیں، جس کے لیے آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ پہلے جو پیکٹ آتے تھے، ان میں سے اکثر سڑے گلے پان نکلتے تھے، مگر اب جو پیکٹ بھی براہِ راست، یا بالواسطہ پہنچتے ہیں، اُن کے پان اکثر بہت اچھی حالت میں ملے ہیں۔

میرا ارادہ پہلے جون کے آخر میں اور پھر جولائی کے آخر میں جانے کا تھا، مگر ادھر احمد فاروق کا اور ادھر لاہور کے رفقاء اور میرے اپنے گھر کے لوگوں کا یہ اصرار ہے کہ میں اگست کے اواخر تک یہاں ٹھہروں، اس لیے مجبوراً ارادہ بدل دیا ہے۔ اب جو پروگرام بھی آخری اور قطعی طور پر بنے گا، اس کی اطلاع آپ کو دے دی جائے گی۔ انیس میاں نے اپنی محبت کی بنا پر اصرار کیا ہے کہ وہ مجھے لندن تک پہنچائیں گے، مگر میں نے پھر انھیں لکھا ہے کہ وہ یہ تکلف نہ کریں۔ احمد فاروق کہتے ہیں کہ وہ خود چھٹی لے کر میرے ساتھ لندن تک جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ لندن سے کراچی تک جانے والوں میں بھی کوئی ایسا ساتھی مل جائے، جو ہم سے واقفیت اور ہمدردی رکھتا ہو۔

آپ نے میرے لیے لندن کے زمانۂ قیام کا، جو پروگرام بنایا ہے، وہ بالکل مناسب ہے۔ اِس میں بس اتنا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اضافہ اور کرلیں کہ اگر ہمارے احباب میں سے کوئی صاحب اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر میری اہلیہ کو لندن کی سیر کرا دیں تو بہت اچھا ہو۔ انھوں نے پہلی مرتبہ زندگی میں ان ممالک کا سفر کیا ہے اور بس میری ہی خدمت میں لگی رہی ہیں۔ انھوں نے خود کسی جگہ کی سیر کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی ہے، مگر میرا ارادہ ہے کہ نیویارک کے دوروزہ قیام کے دوران میں انھیں وہاں کی سیر بھی کرادی جائے اور لندن کے دوروزہ قیام کے دوران میں وہ لندن بھی اچھی طرح دیکھ لیں۔

میں کراچی سے براہِ راست نیویارک تک آنے کا خمیازہ بھگت چکا ہوں، اس لیے میں نے دو دِن نیویارک اور دودن لندن میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اِس سے زیادہ انگلستان میں ہفتہ دو ہفتے گزارنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ سکون اور آرام تو میں یہاں ضرورت سے زیادہ حاصل کر چکا ہوں۔ اب نکلوں گا تو جلدی سے جلدی حالتِ سفر ختم کرنے اور اپنے گھر پہنچنے کا خواہش مند ہوں گا۔

لندن میں آپ صرف کوئی ایک جگہ احباب سے ملاقات کے لیے حاصل کر لیجیے گا۔ اِس کے علاوہ محض میرے آرام کے لیے کوئی الگ کمرہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

میری اہلیہ اور امن میاں، آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو سلام کہتے ہیں۔ میری طرف سے بھی آپ کی اہلیہ اور بچوں کو بہت بہت سلام ودُعا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

۵۔اے ذیلدار پارک

اچھرہ۔لاہور

حوالہ نمبر:۱۳۹

تاریخ:۲۰رجنوری۱۹۷۶ء

عزیزم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے اسلامی کانفرنس (۲۸) کے لیے پیغام مانگا ہے۔ بہتر یہ ہو کہ آپ جیسا پیغام چاہتے ہیں، وہ مجھے لکھ کر بھیج دیں۔ میں اپنے دستخط کر کے جس پتے پر آپ کہیں گے بھیج دوں گا۔ والسلام

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۸)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔اے ذیلدار پارک

اچھرہ، لاہور۔۱۲(پاکستان)

فون نمبر: ۵۲۵۰۷

حوالہ نمبر: ۴۲۱

تاریخ: ۲۸ر فروری ۱۹۷۶ء

برادرم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اجمل احمد صاحب (۲۹) کا میرے نام خط آیا ہے، جسے میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ جن امور کا ذکر انھوں نے کیا ہے، ان کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر مجھے بتائیے اور اجمل صاحب کا خط اپنی رائے کے ساتھ مجھے واپس کر دیجیے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۱۹)

باسمہ سبحانہ

۵۔اے ذیلدار پارک

اچھرہ۔لاہور

حوالہ نمبر: ۹۶۴

تاریخ: ۱۵/اپریل ۱۹۷۹ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۵/مارچ مل گیا تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی میں نے حاشر فاروقی صاحب (۳۰) کے نام وہ Authority Letter (۳۱) بھجوا دیا تھا، جو آپ نے تجویز کیا تھا۔

اس سے پہلے انیس میاں کا خط بھی امریکہ سے آیا تھا، جس میں انھوں نے یوسف الدین حمید صاحب کے معاملے میں دریافت کیا تھا اور میں نے انھیں بتا دیا تھا کہ حمید صاحب کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اصل بات وہ نہ تھی، جو انھوں نے سمجھی۔ بٹالوی صاحب کا طرزِ عمل معلوم کر کے افسوس ہوا، یا تو انھوں نے خط لکھ کر میری ناک میں دم کر دیا تھا، یا اب یہ بے فکری ہے۔

یورپ میں تو آپ لندن کے مرکز سے کام اچھی طرح کر سکتے ہیں، لیکن امریکہ میں اشاعت کے کام کے لیے کوئی اور تدبیر سوچنی ہوگی۔ تراجم کا انتظام انگریزی میں اب تک قابلِ اطمینان نہیں ہے۔

عبداللہ عقیل صاحب (۳۲) کے متعلق میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ انھیں کیا لکھوانا چاہتے ہیں؟ اس کے متعلق ذرا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تفصیل سے بتائیے۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کی صحت کچھ بہتر ہے۔ براہِ کرم صحت پر اتنا بوجھ نہ ڈال دیں کہ وہ آخر کو جواب دے جائے۔ وہاں اپنا کام مکمل کر کے آپ یہاں آ جائیں تو بہتر ہوگا، کیونکہ یہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔ باہر کے کاموں کے لیے اسکیم بنا دیں اور کسی موزوں آدمی کے سپرد کر دیں۔

چھ روز ہوئے آپ کی کتاب ادبیاتِ مودودی چھپ کر آئی ہے۔ میں نے اس کا نصف سے زیادہ حصہ دیکھا ہے۔ غلطیوں کی اتنی بھرمار ہے کہ کتاب کا ستیاناس ہو گیا ہے۔ اتنی غلطیاں تو شاید ہماری شائع کردہ کسی کتاب میں بھی نہ ملیں گی۔ اکثر مقامات پر مضمون بالکل خبط ہو کر رہ گیا ہے۔

اپنے گھر میں میرا سلام کہیں اور بچوں کو پیار۔ سب رفقاء کی طرف سے بھی سلام قبول کریں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۰)

باسمہ سبحانہ

حوالہ نمبر: ۱۱۵۲   تاریخ: ۲۱ر جون ۱۹۷۶ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا انگریزی میں ٹائپ شدہ خط مل گیا تھا۔ یہ آپ نے اچھا ہی کیا کہ انگریزی میں ٹائپ کر کے خط لکھنا شروع کر دیا، ورنہ آپ کے اُردو خطوط کو پڑھنا تو ایک مہم سے کم نہ تھا۔

آپ نے اسلامک کانفرنس کا Pictorial Brochure بھیجنے کا ذکر کیا ہے، مگر وہ ابھی تک میرے پاس نہیں آیا۔

میری تقریر کے انگریزی ترجمے کی مطبوعہ کاپی آپ کا خط ملتے ہی میں نے بھجوا دی تھی، تاکہ یہاں سے جو تقریر شائع کی جا رہی ہے، اس میں اور آپ کی طرف سے شائع ہونے والی تقریر میں کوئی نمایاں فرق نہ ہو۔ اس تقریر کو امریکہ اور یورپ میں خوب پھیلانے کی ضرورت ہے۔

انسانی حقوق کے متعلق میری تقریر کے، جو مطبوعہ اوراق آپ نے بھیجے ہیں، وہ میں نے دیکھ لیے ہیں۔ کہیں کہیں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی، مگر بحیثیت مجموعی ترجمہ اچھا ہے۔ اس کی اشاعت بھی ان شاءاللہ مفید ثابت ہوگی۔

اسلامک کانفرنس میں، جو مقالے پڑھے گئے تھے (۳۳)، کیا وہ کہیں یکجا، یا الگ الگ شائع کیے جائیں گے؟

Optimized by www.ImageOptimizer.net

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔اے ذیلدار پارک

اچھرہ، لاہور۔۱۲(پاکستان)

فون نمبر: ۴۱۱۰۱۷

حوالہ نمبر:

تاریخ: ۱۶/ذیقعد ۹۶[۱۳]ھ

۹/نومبر ۱۹۷۶ء

برادرم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔مولانا عبدالباری صاحب (۳۴) امیر جماعتِ اسلامی آزاد کشمیر برطانیہ کے دورے پر آئے ہیں۔پروگرام مولانا خود بتادیں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو اور راہِ حق کی مشکلات آسان فرمائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

ابوالاعلیٰ مودودی

۵۔اے ذیلدار پارک

اچھرہ، لاہور۔۱۲(پاکستان)

فون نمبر: ۵۲۵۰۷

حوالہ نمبر: ۴۲۱

تاریخ: ۶/جولائی ۱۹۷۷ء

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم۔میں اپنے سب سے چھوٹے لڑکے خالد فاروق (۳۵) کو لندن بھیجنا چاہتا ہوں۔یہاں اس نے بی اے کرلیا ہے، مگر محض بی اے کے لیے نہ یہاں کوئی موقع ہے، نہ باہر کی دنیا میں کسی جگہ۔اس لیے میرا خیال ہے کہ وہ لندن میں تجارت، یا بزنس ایڈمنسٹریشن، یا اور کسی چیز کا ٹیکنیکل کورس ڈیڑھ دو سال کے اندر کرلے۔پھر مزید فنی تعلیم کے لیے اسے اپنے بڑے بھائی احمد فاروق کے پاس بھیج دوں گا۔اس کے علاوہ اس کی انگریزی زبان بھی بہت کمزور ہے۔وہاں فارغ اوقات میں اسے بھی ترقی دینے کے لیے اس کو محنت کرنی ہوگی۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اس معاملے میں آپ اور دوسرے احباب مشورے سے کوئی پروگرام تجویز کریں، نیز مجھے یہ بھی بتائیں کہ وہاں اس کے قیام اور تعلیم وغیرہ کے مصارف کیا ہوں گے؟ تاکہ میں ان کا بھی بندوبست کرلوں۔ لندن میں اس کے ٹھہرنے کا مسئلہ بھی حل طلب ہے، کیونکہ کام، یا تعلیم کے لیے شاید اسے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ مل سکے گی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودی — فون نمبر: ۵۲۵۰۷

۵۔اے ذیلدار پارک — حوالہ نمبر:

اچھرہ، لاہور۔۱۲(پاکستان) — تاریخ:

برادرم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ۹رجون کا خط ملا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ میری تقریر(۳۶) وہاں چھاپنا چاہتے ہیں۔ میں نے اس کو یہاں چھپوالیا ہے اور اس کی ایک کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس میں مَیں نے حواشی میں محض آیات کے حوالے دینے کے بجائے اصل آیات ہی دے دی ہیں، کیونکہ بہت کم لوگ محض آیات کے حوالے پڑھ کر قرآن نکال کر دیکھتے ہیں۔ آپ اسی کو وہاں چھپوالیں۔ دونوں ترجموں کا، جو میں بھجوا رہا ہوں اور جو آپ نے وہاں کیا ہے، مقابلہ کرکے مناسب اصلاحات کرلیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

(۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالاعلیٰ مودودی — فون نمبر: ۲۵۰۷

۵۔اے ذیلدار پارک — حوالہ نمبر:

اچھرہ، لاہور۔۱۲(پاکستان) — تاریخ:

عزیزم خورشید صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ غالباً کانفرنس کی تاریخیں قریب آجانے کے بعد آپ زیادہ ہی مصروف ہوں گے۔ کچھ موقع ہو تو الطاف گوہر صاحب (۳۷) کے مضمون پر ایک نگاہ ڈال لیں۔ موضوع (۳۸) انھوں نے اچھا منتخب کیا ہے اور اس پر لکھا بھی خوب ہے۔ میرا یہ خط وہ آپ کو دستی پہنچائیں گے۔ ضرورت ہو تو اس پر ان سے گفتگو بھی کر لیجیے گا، تاکہ اس مضمون پر مباحثہ کرنے میں آپ کو آسانی ہو۔

میرے بار بار عذر کرنے کے باوجود ٹکٹ میرے نام بھیج دیا گیا اور شاید میرے لیے کمرہ بھی مخصوص کرایا ہوگا۔ عزام صاحب (۳۹) کو میرا شکریہ پہنچا دیں اور ان سے کہیں کہ اگر میں سفر کے قابل ہوتا تو آپ کی فرمائش کی تعمیل کرنے سے ہرگز گریز نہ کرتا۔

یہاں سے طفیل صاحب (۴۰) اور غالباً رحمت الٰہی صاحب بھی جا رہے ہیں۔ پہلے تو ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، مگر جب وزیرِاعظم صاحب کو براہِ راست توجہ دلائی گئی تو انھوں نے منظوری دے دی۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

حوالے اور حواشی:

۱۔ خلافت وملوکیت : اسلامک پبلی کیشنز لاہور: اکتوبر ۱۹۶۱ء۔

۲۔ مفتی محمد شفیع (۱۸۹۷ء۔۱۹۷۶ء) نامور عالم دین، مفتیِ اعظم پاکستان، مفسرِ قرآن، اُستاد و مفتی دارالعلوم دیوبند، اوّلین سربراہ جمعیت العلمائے اسلام، پاکستان کے دستور اور قراردادِ مقاصد کی تدوین میں شریک رہے۔ اہم تصانیف: معارف القرآن (۸ جلدیں)، سیرتِ خاتم الانبیاء، کشکول (مجموعہ: اُردو، فارسی، عربی کلام)

۳۔ چودھری غلام محمد (یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء۔ ۲۹ر جنوری ۱۹۷۰ء) میٹرک (۱۹۳۳ء) کے بعد والدِ گرامی چودھری میراں بخش فوت ہو گئے تو معاشی مجبوریوں کے سبب ریلوے میں بطور بکنگ کلرک ملازمت اختیار کر لی۔ ابتداء میں خاکسار تحریک سے متاثر تھے، لیکن بہت جلد اس سے قطع تعلق کر لیا۔ ۱۹۴۴ء میں جماعتِ اسلامی کی رکنیت اختیار کی۔ ۱۹۴۶ء میں صوبہ سندھ جماعتِ اسلامی کے قیم اور ۱۹۵۳ء میں صوبہ سندھ وحلقۂ کراچی کے امیر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں دو ماہ کے لیے جماعتِ اسلامی پاکستان کے امیر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں ایک عرصے تک جماعتِ اسلامی کراچی کے امیر رہے۔ مختلف اوقات میں نظر بند رہے، نیز ۱۹۶۴ء میں جماعت پر پابندی لگی تو پابندِ سلاسل ہوئے۔ چودھری صاحب نے جماعت کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا اور مولانا مودودی کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں شمولیت کی۔ اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر (برطانیہ) اور اسلامک فاؤنڈیشن نیروبی کے قیام میں چودھری صاحب کی منصوبہ سازی کو دخل ہے۔ ۱۹۶۷ء میں عرب اسرائیل جنگ کے بعد ڈاکٹر محمد ناصر (سابق وزیرِاعظم، انڈونیشیا) کے ہمراہ مسلم ملکوں کا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

وسیع دورہ کیا۔ علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ، صوبہ سندھ (۱۵/نومبر ۱۹۵۹ء) ادارہ معارفِ اسلامی، کراچی (۱۹۶۳ء) روزنامہ، جسارت ملتان، کراچی (۱۹۷۰ء) بنگلہ روزنامہ سنگرام ڈھاکہ (۱۹۷۰ء) اور ماہنامہ چراغِ راہ کراچی کے اجراء اور قیام واستحکام میں بھی ان کا اہم رول رہا ہے۔ ان کی نگرانی میں سواحلی اور یوگنڈی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہوئے۔ عمر کے آخری حصے میں سرطان کا شکار ہو گئے۔ بہ ایں ہمہ خدمتِ دین کے لیے آخری دم تک حتی الوسع جدوجہد کرتے رہے۔ متفرق کتابچوں کے علاوہ انگریزی کتاب The Middle East Crisis ان کی تصنیفی یادگار ہے۔ غلام محمد مرحوم کے جنازے میں شرکت کے لیے مولانا مودودی لاہور سے کراچی پہنچے اور نمازِ جنازہ پڑھائی۔

۴۔ اس سے چراغِ راہ کے سوشلزم نمبر کی دوسری جلد کے مضامین مراد ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد کے مطابق: انھوں نے چراغِ راہ کے سوشلزم نمبر کی دوسری جلد کے لیے مضامین مرتب کیے تھے، جنھیں لندن سے بذریعہ ڈاک پاکستان بھیجا گیا، لیکن وہ مضامین راستے میں ضائع ہو گئے، جس کا مولانا مودودی اور مجھے سخت قلق رہا۔

۵۔ مولانا نے اپنے ہاتھ سے ۲۷/جنوری ۱۹۶۸ء تحریر کیا ہے، جبکہ دفتر والوں نے حوالہ نمبر کے ساتھ 27/1/69 درج کیا ہے۔ نفسِ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ۲۷/۱/۱۹۶۹ء کا ہے، اس لیے کہ جن صاحب کے استفسار کا تذکرہ ۱۵/۱/۱۹۶۹ء کے خط میں ہے، اُس کا جواب اِسی خط میں تحریر ہے۔ استفسار کا جواب ایک سال کے وقفے سے نہیں دیا جا سکتا۔

۶۔ پیغام کے نام سے ایک رسالہ برمنگھم سے نکلتا تھا۔

۷۔ ملک نصر اللہ خاں عزیز (۱۸/فروری ۱۸۹۷ء۔۲/جولائی ۱۹۷۶ء) نے ۱۹۱۸ء میں بی اے کے بعد صحافتی زندگی کا آغاز سہ روزہ مدینہ بجنور کی ادارت سے کیا۔ ماہنامہ صوفی منڈی بہاؤالدین کے نائب مدیر (۱۹۱۹ء۔۱۹۲۵ء) رہے۔ ہمدم لکھنؤ اور پھر زمیندار سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں ۱۹۳۷ء میں پاسبان، ۱۹۳۸ء میں زمزم، ۱۹۴۰ء میں مسلمان، ۱۹۴۴ء میں کوثر اور ۱۹۴۸ء میں روزنامہ تسنیم جاری کیا۔ ۲۴/دسمبر ۱۹۵۴ء سے ایشیا کی ادارت سنبھالی۔ ابتدائی زمانے میں کانگریس کے حامی رہے۔ مولانا مودودی کی تحریروں نے ان کی کایا پلٹ دی اور ۱۹۴۱ء میں وہ جماعتِ اسلامی میں شامل ہو گئے اور یہ وابستگی زندگی کے آخری لمحوں تک برقرار رہی۔ تحریکِ آزادیِ ہند اور بعد ازاں تحریکِ ختمِ نبوت کے سلسلے میں قید و بند سے بھی دوچار ہوئے۔ جماعتِ اسلامی لاہور کے امیر رہے اور طویل عرصے تک جماعتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ و مجلسِ عاملہ کے رکن رہے۔ تصانیف: امام احمد بن حنبل ، کاروانِ شوق اور تیر و نشتر (فکاہی کالموں کا مجموعہ)۔

۸۔ چودھری غلام محمد صاحب کی وفات پر مولانا کے تعزیتی کلمات:

''چودھری غلام محمد مرحوم نے جس جوش، محنت اور وقت و مال کی قربانی کے ساتھ دین کی خدمت کی ہے، اس کی میں تعریف نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں اور اس ملک کے لاکھوں باشندے گواہ ہیں کہ چودھری صاحب نے دین کی خدمت میں دانستہ کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اپنی حیات کا خطرہ مول لے کر انھوں نے یہ کام کیا۔ خرابیِ صحت کے باوجود انھوں نے بیرونی ملکوں کے سفر کیے۔ ان کی کوششوں سے افریقہ میں اسلامی مرکز قائم ہوا۔ چودھری صاحب فلسطین،

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے مسئلے پر تمام اسلامی ممالک میں رائے عامہ ہموار کرتے رہے۔ خدا کے ہاں اُس کے بندوں کی گواہی مقبول ہوتی ہے اور آپ سب گواہ ہیں کہ چودھری صاحب نے حتی الوسع دین کی خدمت کی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی خدمت کو قبول کرے اور اگر کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو وہ انھیں معاف کر دے۔"

۹۔ چودھری رحمت الٰہی (پ: ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء) ان کا شمار سید مودودی کے معتمد احباب میں ہوتا ہے۔ وہ جماعت اسلامی کے نائب امیر اور جنرل سیکرٹری کے علاوہ کئی ذمہ داریوں پر فائز رہے۔

۱۰۔ اخلاق حسین اسلامک پبلی کیشنز کے ڈائریکٹر رہے۔

۱۱۔ محمد یٰسین فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔ سابق سینیٹر طارق چودھری کے بڑے بھائی تھے۔ ڈان ٹریولز لندن کے مالک تھے۔ مولانا جب بھی لندن گئے، اکثر انھیں کے ہاں مقیم رہے۔ وہ مولانا کے عقیدت مند اور فکری طور پر ان سے متاثر تھے۔ مولانا کی وفات (۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء) وہ پروفیسر خورشید صاحب کے ساتھ لندن سے نیویارک اور پھر واپس لندن اور لاہور تک مولانا کی میت کے ساتھ آئے۔

۱۲۔ محمد فاروق مودودی (پ: ۱۹۴۳ء) سید ابوالاعلیٰ مودودی کے صاحبزادے۔

۱۳۔ پروفیسر جلیل الدین احمد خاں انگریزی کے استاد تھے۔ ڈی جے سائنس کالج کراچی اور گورنمنٹ کالج آف اکنامکس اینڈ کامرس کراچی میں پڑھاتے تھے۔ علی گڑھ سے فارغ التحصیل بہت قابل انسان تھے۔ علی گڑھ یونین کے صدر بھی رہے۔ مولانا مودودی سے فکری طور پر بہت متاثر تھے۔ خرم مراد، پروفیسر خورشید احمد، احمد ضمیر، ڈاکٹر ظفر اسحٰق انصاری اور ڈاکٹر انیس کے استاد تھے اور انھیں مولانا کی فکر کے قریب لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ازاں بعد انھوں نے حیدر آباد اور ریاض یونیورسٹی سعودی عرب میں بھی پڑھایا۔

۱۴۔ تفہیم القرآن: چھے جلدوں میں مولانا کی شہرۂ آفاق تفسیر: آغاز مارچ ۱۹۴۳ء۔ تکمیل ۷ رجون ۱۹۷۲ء

۱۵۔ ڈاکٹر ظفر اسحٰق انصاری (۲۷ ردسمبر ۱۹۳۲ء۔ ۲۰۱۶ء) مولانا ظفر احمد انصاری کے بڑے صاحبزادے، اپنے زمانۂ طالبِ علمی میں اسلامی جمعیت طلبہ کے رہنما تھے۔ کراچی یونیورسٹی سے ایم اے معاشیات کے بعد، میک گل یونیورسٹی (کینیڈا) سے اسلامی تاریخ میں ڈاکٹریٹ کی۔ اُردو کالج کراچی میں لیکچرر اور کراچی یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر رہے۔ بعدازاں پرنسٹن یونیورسٹی نیوجرسی، امریکہ اور کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ اور یونیورسٹی آف پٹرولیم اینڈ منرل دہران میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ میل برن یونیورسٹی (آسٹریلیا) اور میک گل یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر، یونیورسٹی آف شکاگو میں وزیٹنگ ریسرچ اسکالر اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر اور ڈین فیکلٹی آف شریعہ رہے۔ ۱۹۸۸ء میں ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد مقرر ہوئے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلوپیڈیا آف دی ریلیجن میں بھی ان کے تحقیقی مقالات شامل ہیں۔ تفہیم القرآن کے ابتدائی حصے کا ترجمہ Towards Understanding Quran دو جلدوں میں اسلامک فاؤنڈیشن برطانیہ سے شائع ہوا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۶۔ عاشق حسین بٹالوی: (۱۹۰۳ء۔۱۹۸۹ء) ممتاز ادیب، مؤرخ، محقق، شاعر، دانشور، افسانہ نگار، تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن۔ اہم تصانیف: ہماری قومی جدوجہد ، اقبال کے آخری دو سال ، سوزِ ناتمام (افسانے)، چند یادیں، چند تأثرات، رہگذر، شاخسار

۱۷۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب راوی ہیں کہ مولانا کی ہدایت کے مطابق ان کی مالی اور علمی معاونت کی گئی تھی۔

۱۸۔ محمد یوسف (۱۹۲۴ء۔۲۰۱۴ء) ۱۹۵۱ء نے میں جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ محترمہ مریم جمیلہ (مارگریٹ مارکس نیویارک: ۱۹۳۴ء۔۲۰۱۲ء) ایک یہودی خاندان کی خاتون تھیں، جنھوں نے مولانا مودودی کے ساتھ خط کتابت کی اور بالآخر مسلمان ہو کر ۱۹۶۲ء میں پاکستان تشریف لائیں۔ ۱۹۶۲ء ہی میں مولانا کی تجویز پر مریم جمیلہ کا نکاح یوسف خان صاحب کے ساتھ ہوا۔

۱۹۔ آئین: آغاز ۱۹۶۴ء اور آخری شمارہ: جنوری ۲۰۰۷ء

۲۰۔ قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں :اشاعتِ اوّل ۱۹۴۵ء۔ پروفیسر خورشید کی رائے تھی کہ اس کتاب کو تفہیم القرآن جلد اوّل میں شامل کر دینا چاہیے۔ مولانا نے اس صائب رائے سے اتفاق کیا، لیکن تا حال ایسا نہ ہو سکا۔

۲۱۔ مولانا سید وصی مظہر ندوی (۲۶؍ اگست ۱۹۲۴ء۔۲؍ جنوری ۲۰۰۶ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور ندوۃ العلوم لکھنؤ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ہجرت کے بعد پاکستان منتقل ہو گئے اور حیدرآباد میں سکونت اختیار کر لی۔ وہ نور محمد ہائی اسکول حیدرآباد سندھ اور نیٹل کالج حیدرآباد اور شاہ ولی اللہ کالج سندھ سے وابستہ رہے۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۷۶ء تک جماعتِ اسلامی میں فعال کردار ادا کیا اور مرکزی اور صوبائی سطح کی اہم ذمہ داریوں پر فائز رہے، لیکن ۱۹۷۶ء میں جماعتِ اسلامی سے علیحدہ ہو گئے۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں بلدیہ حیدرآباد کے میئر اور قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے۔

۲۲۔ سقوطِ مشرقی پاکستان (۱۶؍ دسمبر ۱۹۷۱ء) کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳۔ پان کا استعمال مولانا کے معمولات کا حصہ تھا۔ اس حوالے سے پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بعض دلچسپ واقعات سنائے ہیں، انھوں نے بتایا: مولانا مؤتمر عالمِ اسلامی کے اجلاس میں شرکت کے لیے شام گئے اور وہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ عمرے کی ادائی کے بعد میں نے مولانا سے پوچھا: پان کی سپلائی جاری ہے؟ انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں کہا: پان کا سارا انتظام مکہ پہنچنے تک کیا گیا تھا۔ مکہ پہنچنے کے بعد میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے، کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ اس شہر میں رزق فراہم کرے گا۔ بعد میں 'رزق' کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ پان کھانے والوں کے چہرے، یا کپڑوں پر اس کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے پروفیسر صاحب نے بتایا کہ مولانا کی طبیعت کی نفاست یہاں بھی نمایاں تھی۔ وہ بہت سلیقے سے پان کھاتے تھے۔ ان کے جسم اور کپڑوں پر پان کے کسی نشان کا شائبہ تک کبھی نہیں ہوا۔ ایک دفعہ مولانا لندن ایئرپورٹ سے باہر آئے، کار پر سوار ہوئے تو فرمانے لگے: خورشید میاں! جب اسلامی انقلاب آئے گا تو گاڑیوں میں ایش ٹرے کے ساتھ ساتھ پان کے لیے ایک اُگالدان بھی نصب ہوگا، کیونکہ پان ہماری معاشرتی تہذیب کا ایک جزو ہے۔

اس ملاقات میں پروفیسر خورشید احمد صاحب مولانا کے ساتھ گزرے لمحوں کا تذکرہ بہت محبت سے کرتے رہے۔ جیسے مرید

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے لیے اپنے مرشد کی ہر ادا میں ایک دلربائی ہوتی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ مولانا بغرضِ علاج جب امریکہ تشریف لے گئے تو پان کی ترسیل کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہا اور ان کی ہدایت کے مطابق مشرقی پاکستان کا پان خشک کر کے انھیں برطانیہ سے امریکہ بھیجا جاتا رہا۔

۲۴۔ ڈاکٹر انیس احمد (پ: ۱۹۴۵ء) معروف اسلامی سکالر اور سوشل سائنٹسٹ ہیں۔ مطالعہ تقابلِ ادیان اور بین المذاہب مکالمہ اور ہم آہنگی اُن کی تحقیق کے خصوصی میدان ہیں۔ گذشتہ تین عشروں سے وہ کئی ملکی اور غیر ملکی جامعات میں انتظامی و تدریسی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ملائشیا، ایپالاشین سٹیٹ (Appalachian State) یونیورسٹی نارتھ کیرولینا امریکہ، لینزو (Lanzho) یونیورسٹی چین، ٹیمپل یونیورسٹی فلاڈلفیا امریکہ، انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، جامعہ کراچی، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، این ڈی یو اسلام آباد، فارن سروس اکیڈمی اسلام آباد، فیڈرل جیوڈیشل اکیڈمی اسلام اباد، نیشنل انسٹیٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن، پاکستان، سٹاف کالجز اینڈ وار کالجز، شریعہ اکیڈمی آئی آئی یو جیسے اداروں میں تدریسی اور انتظامی فرائض انجام دیتے رہے ہے۔ آج کل ڈاکٹر انیس رفاہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ۱۰۰ کے قریب مقالے بین الاقوامی معیار کے جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، ملائشیا، متحدہ عرب امارات، ترکی، سری لنکا سمیت دُنیا کے کئی ممالک میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمینارز میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

۲۵۔ ڈاکٹر احمد فاروق مودودی (پ: ۱۱ رمئی ۱۹۳۹ء) مولانا کے صاحبزادے امریکہ میں ڈاکٹر ہیں۔ ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی سے ایم بی بی ایس کیا اور امریکہ سے ایم۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا نے اپنی زندگی کے آخری ایام انھیں کے پاس گزارے۔

۲۶۔ قمر الدین صاحب (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۸۵ء) ایم اے معاشیات اور ایم اے عربی تھے۔ اگست ۱۹۴۱ء میں جب جماعت تشکیل دی گئی تو صرف امیرِ جماعت کا انتخاب ہوا اور ایک مجلسِ شوریٰ بنائی گئی، پھر کچھ عرصہ بعد قمر الدین صاحب جماعت کے ناظمِ تنظیم (قیم) بنائے گئے۔ وہ سال بھر کام کرتے رہے۔ (مشاہدات: ص ۸۶) پھر وہ جماعت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ (مزید تفصیل، مشاہدات: ص ۱۳۴)۔ ہفت روزہ تھنکر (Thinker) ۲۷ ردسمبر ۱۹۶۳ء کے حوالے سے تذکرہ سید مودودی ۲ میں تحریر ہے: ۱۹۴۱ء میں قمر الدین صاحب کی ملاقات قائد اعظم محمد علی جناح سے ہوئی۔ وہ خود لکھتے ہیں: راجا آف محمود آباد کی مدد سے گل رعنائی (دہلی) میں ہماری ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ قائد اعظم پینتالیس منٹ تک بڑے صبر سے میری بات سنتے رہے اور پھر کہا کہ مولانا (مودودی) کی خدمات کو وہ نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، لیکن برِصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزاد ریاست کا حصول اُن کی زندگی اور کردار کی تطہیر سے زیادہ فوری اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے کہا کہ جماعت اور لیگ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جماعت اگر ایک اعلیٰ مقصد کے لیے کام کر رہی ہے تو لیگ اُس فوری حل طلب مسئلے کی طرف متوجہ ہے، جسے اگر حل نہ کیا جاسکا تو جماعت کا کام مکمل نہ ہو سکے گا۔ (تذکرہ: ص ۵۳۸)

۲۷۔ قمر الدین صاحب کے الفاظ درج نہیں ہیں، لیکن مولانا کے جواب سے اصل مسئلے کی تفہیم ہو جاتی ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۲۸۔اسلامک کونسل آف یورپ کے زیر اہتمام پہلی اسلامی کانفرنس (فیسٹول آف اسلام) میں مولانا مودودی کو دعوت دی گئی تھی، لیکن وہ خرابیٔ صحت کے باعث شریک نہ ہو سکے۔ یہ کانفرنس لندن کے سب سے بڑے ہال (Wymbeldol Hall) میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے روح رواں جناب سالم عزام تھے، جبکہ پروفیسر خورشید احمد ان کے دستِ راست تھے۔

۲۹۔اجمل احمد صاحب جامعۂ کراچی سے سوشیالوجی میں ایم اے کرنے کے بعد برطانیہ پی ایچ۔ ڈی کی غرض سے گئے، مگر وہ ڈاکٹریٹ کی تکمیل نہ کر سکے۔

۳۰۔حاشر فاروقی پندرہ روزہ امپیکٹ لندن کے ایڈیٹر تھے۔ یہ بڑا مؤثر پرچہ تھا۔ حاشر صاحب فکری طور پر تحریکِ اسلامی کے قریب اور اسلامک فاؤنڈیشن کے ٹرسٹی تھے۔ وہ خورشید صاحب کے معتمد دوستوں میں سے ہیں۔

۳۱۔اتھارٹی لیٹر:

The Chairman

Islamic Foundation

238 Colony Hatch Lane

London-N-10

Dear Mr. Faruqi

Assalamo Alalikum

Thank you for your letter. I am happy to learn that the French translation of Towards Understanding Islam is about to be published. The Islamic Foundation is authorised to publish this translation and to arrange for the translation and publication of my other books and pamphlats in different European languages. On my behalf and on behalf of the Islamic Ressearch Academy, Karachi, which handles some of my books, the Islamic Foundation London is authorised to make all necessary arrangement for the translation and publication of our literature in English and other European and African languages. In future any other person or organisation which is interested in the publication of my books outside Pakistan and India be required to contact you to sort out the matter. I hope this letter of authority would be sufficient to enable you to handle this matter.

With best wishes and prayers,

Your Sincerely

Abul A'la Maudoodi

۳۲۔عبداللہ عقیل صاحب: سوڈان سے تعلق تھا اور کویت کے وزارتِ مذہبی اوقاف میں کام کرتے تھے، اخوان اور مولانا کے عقیدت مند تھے۔ خلیل حامدی صاحب کے ساتھ رابطے میں تھے۔

۳۳۔کانفرنس میں پڑھے گئے مقالہ جات کو Tthe Challenge of Islam کے نام سے کتابی صورت میں اسلامی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کونسل آف یورپ نے اسے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔اس مجموعے کو جناب الطاف گوہر نے ایڈٹ کیا تھا۔

۳۴۔۱۹۴۷ء میں جب آزاد کشمیر میں جماعتِ اسلامی کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا عبدالباری (م ۲۰۱۰) پہلے امیر مقرر ہوئے۔ انھوں نے آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے طوفانی دورے کیے۔تحریکِ آزادیِ کشمیر کے سلسلے میں مقبوضہ کشمیر گئے، جہاں سے انھیں ریاست بدر کر دیا گیا۔موجودہ تحریکِ جہاد کی تنظیم اور مشاورت میں وہ برابر شریک رہے۔انھوں نے ۱۹۷۶ء میں برطانیہ کا دورہ کیا،ان کے ہمراہ راولاکوٹ آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے سردار عبدالخالق ایڈوکیٹ بھی تھے۔

۳۵۔خالد فاروق (پ: ۱۸ استمبر ۱۹۵۲ء) آج کل ادارہ ترجمان القرآن کے چیف ایگزیکٹو ہیں۔

۳۶۔اسلامک کونسل آف یورپ کی کانفرنس کے لیے مولانا کا مضمون What Islam Stands for? (اسلام کیا چاہتا ہے؟) The Challenge of Islam میں شامل ہے۔

۳۷۔الطاف گوہر صاحب (۱۹۲۳ء۔۲۰۰۰ء) معروف بیوروکریٹ،صحافی،ادیب،مفسر،دانشور،سابق سیکرٹری سٹیٹ بنک آف پاکستان،سابق وفاقی سیکرٹری وزارتِ اطلاعات،سابق چیف ایڈیٹر روزنامہ ڈان کراچی، مسلم کراچی،سابق سیکرٹری تھرڈ ورلڈ فاؤنڈیشن۔

اہم تصانیف: نئے بنگالی افسانے ، تحریریں چند ، لکھتے رہے جنوں کی حکایت ، ایوب خان۔فوجی راج کے پہلے دس سال ، گوہر گزشت ، Translation from the Quran (وفیات اہلِ قلم از منیر احمد سلیچ:ص ۷۳)

۳۸۔الطاف گوہر صاحب کے مقالے کا موضوع Secularism and Islam تھا۔

۳۹۔سالم عزام مصر کے ایک بڑے علمی اور سیاسی خانوادے سے متعلق تھے۔وہ برطانیہ میں سعودی عرب کے سفیر اور اسلامک کونسل آف یورپ کے سیکرٹری جنرل رہے۔ان کی کوششوں ہی سے لندن میں پہلی اسلامی کانفرنس اور فیسٹول آف اسلام کا انعقاد ہوا۔ان کے خاندان میں عبداللہ عزام ایک نمایاں شخصیت تھے، جبکہ ان کے کزن عبدالوہاب عزام پاکستان میں مصر کے سفیر رہے اور انھوں نے کلامِ اقبال کا عربی میں ترجمہ بھی کیا۔

۴۰۔میاں طفیل محمد (۱۹۱۳ء۔۲۰۰۹ء) نے ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے فزکس میں بی ایس سی آنرز کیا۔۱۹۳۷ء میں یونیورسٹی لا کالج لاہور سے ایل ایل بی کرنے کے بعد اپنی آبائی ریاست کپورتھلہ میں وکالت شروع کی۔اسی اثناء میں مولانا مودودی کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور جماعتِ اسلامی کے تاسیسی اجتماع (اگست ۱۹۴۱ء) میں شریک ہوئے۔اپریل ۱۹۴۴ء میں جماعتِ اسلامی کے قیم مقرر ہوئے اور ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۷ء تک جماعت کے مرکزی امیر رہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

باسمہ سبحانہ

لاہور
۱۸ر فروری [illegible]

محترمی خورشید صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط مورخہ ۱۴ر فروری کئی روز سے میرے پاس آیا رکھا ہے۔ چودھری صاحب مرحوم کی وفات نے ذہن کو کچھ اس طرح ماؤف کر دیا ہے کہ میں سوچتا رہ گیا ہوں کہ کیا جواب دوں۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے، انہوں نے اتنے کام سنبھال رکھے تھے کہ اب دس آدمی بھی مل کر ان کی جگہ مشکل ہی سے پُر کر سکتے ہیں۔ اتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے بھرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے کرم سے اس کو بھر دے۔

چودھری صاحب کے جانے کے بعد اب آپ کی کمی اور زیادہ شدت سے محسوس ہو رہی ہے، خصوصاً جو کام شاید اب در پیش ہیں اور آگے آنے والے ہیں ان میں تو اس کا احساس اور زیادہ ہو رہا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا میرے لیے سخت مشکل ہے کہ آپ آیا اسی پروگرام کو پورا کریں جس کے لیے آپ وہاں گئے تھے، یا اسے چھوڑ کر آ جائیں۔ بہتر یہی ہے کہ جون سے اکتوبر تک کے لیے اگر آنا ممکن ہو تو آ جائیے، پھر یہاں مشورہ سے کوئی بات طے کی جائے۔ کراچی کے رفقاء سے ٹیلیفون پر دریافت کیا تھا۔ ان کی رائے بھی یہی ہے۔

جن امور کے متعلق آپ نے لکھا تھا ان کے بارے میں رحمت الٰہی صاحب اور اسحاق صاحب سے کہہ دیا ہے۔ امید ہے کہ ان کی تعمیل ہو گئی ہوگی۔

سب رفقاء دفتر کو آپ کا سلام پہنچا دیا ہے۔ ان سب کی طرف سے بھی سلام قبول کریں۔

خاکسار
ابوالاعلیٰ

قصیر
۲۴ جون ۵۹ء

عزیزم خورشید صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۱۷ جون ملا ۔ اس سے پہلے پان برابر ملتے رہے ہیں جس کے لیے آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ پہلے جو پیکٹ آتے تھے ان میں سے اکثر سڑے گلے پان نکلتے تھے مگر اب جو پیکٹ بھی براہ راست یا بالواسطہ پہنچے ہیں اُن کے پان اکثر بہت اچھی حالت میں ملے ہیں ۔

میرا ارادہ پہلے جون کے آخر میں اور پھر جولائی کے آخر میں جانے کا تھا، مگر ادھر احمد فاروق کا، اور اُدھر لاہور کے رفقاء اور میرے اپنے گھر کے لوگوں کا یہ اصرار ہے کہ میں اگست کے اواخر تک یہاں ٹھہروں، اسلیے مجبوراً ارادہ بدل دیا ہے ۔ اب جو پروگرام بھی آخری اور قطعی طور پر بنے گا، اسکی اطلاع آپ کو دے دی جائے گی ۔ انیس میاں نے اپنی محبت کی بنا پر اصرار کیا ہے کہ وہ مجھے لندن تک پہنچا آئیں ۔ مگر میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ یہ تکلیف نہ کریں ۔ احمد فاروق کہتے ہیں کہ وہ خود چھٹی لے کر میرے ساتھ لندن تک جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ لندن سے کراچی تک جانے والوں میں بھی کوئی ایسا ساتھی مل جائے جو ہم سے واقفیت اور ہمدردی رکھتا ہو ۔

آپ نے میرے لیے لندن کے زمانۂ قیام کا جو پروگرام بنایا ہے وہ بالکل مناسب ہے ۔ اس میں بس اتنا اضافہ اور کرلیں کہ اگر ہمارے احباب میں سے کوئی صاحب اپنی اہلیہ کو ساتھ لیکر میری اہلیہ کو لندن کی سیر کرادیں تو بہت اچھا ہو ۔ انہوں نے پہلی مرتبہ زندگی میں ان ممالک کا سفر کیا ہے ، اور بس میری ہی خدمت میں لگی رہی ہیں ۔ انہوں نے خود کسی جگہ کی سیر کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی ہے ۔ مگر میرا ارادہ ہے کہ نیو یارک کے دو روزہ قیام کے دوران میں انہیں وہاں کی سیر بھی کرادی جائے ، اور لندن کے دو روزہ قیام کے دوران میں بھی وہ لندن کو اچھی طرح دیکھ لیں ۔

میں کراچی سے براہ راست نیو یارک تک آنے کا خمیازہ بھگت چکا ہوں، اسلیے میں نے دو دن نیو یارک میں اور دو دن لندن میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ اس سے زیادہ انگلستان میں ہفتہ دو ہفتے گزارنے کی کوئی حاجت نہیں ہے ۔ سکون اور آرام تو میں یہاں ضرورت سے زیادہ حاصل کر چکا ہوں ۔ اب نکلونگا تو جلدی سے جلدی حالت سفر ختم کرنے اور اپنے گھر پہنچنے کا خواہشمند ہونگا ۔

لندن میں آپ صرف کوئی ایک جگہ احباب سے ملاقات کے لیے حاصل کرلیجیے گا ۔ اس کے علاوہ محض میرے آرام کے لیے کوئی الگ کمرہ لینے کی ضرورت نہیں ہے ۔

میری اہلیہ اور انیس میاں آپ کو اور آپ کے اہل و عیال کو سلام کہتے ہیں ۔ میری طرف سے بھی آپ کی اہلیہ اور بچوں کو بہت بہت سلام و دعا ۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

مشتاق احمد ساقی
ایم فل اسکالر
شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مولانا ابوالکلام آزاد کے پانچ خطوط

Mushtaq Ahmed Saqi
Mphil Scholar, Department of Urdu, AIOU, Islamabad

Abstract: Letters of the scholars have an important place in literature and are also the reflection of that era. The five selected letters sent to Sayyed Suleman Nidvi, editor Muaaraf,by Maulana Abul Kalam Azad are being discussed, edited and explained in this article. In these letters many literary personalities were discussed and many literary, political and religious issues came in light. A reader came to know about many things though these letters.

خط کو ذریعہ اظہار بنے صدیاں بیت گئیں۔ دورِ حاضر کی جدتیں نئ صورتوں میں جلوہ گر ہوئیں۔ مکتوب نگاری وقت کے ساتھ ساتھ اپنی ہیئت، اقسام اور نمو و ارتقاء کے مراحل سے گزرتی رہی۔ مکتوب نویسی ہر دور کی ضرورت رہی۔ خط: مکتوب نگار اور مکتوب علیہ کے مدعا اور مافی الضمیر کے اظہار کا معروف ذریعہ رہا۔ خطوں کی کئی اقسام ہیں، جن میں کاروباری، نجی، عشقیہ، تاریخی، علمی، ادبی، سیاسی اور دفتری وغیرہ۔ تاریخ کا حصہ بن جانے والی شخصیات کے نادر و نایاب خطوط نے بہت شہرت حاصل کی۔ ان مکتوب نگاروں میں سیاسی، سماجی، علمی، ادبی، مذہبی ہر طرح کی شخصیات موجود ہیں۔ مختلف ادوار میں ان مشاہیر کے مکاتیب کسی نہ کسی صورت میں شائع ہوتے رہے۔ بہت سے مشاہیر کے مکاتیب کی جمع و تدوین اور کتابی صورت میں اشاعت بھی ہوئی۔ ان میں غالب، آزاد اور اقبال جیسی عظیم ہستیاں شامل ہیں۔ اس کے باوجود ان مدونہ کتب کے علاوہ مشاہیر کے مکاتیب مختلف علمی و ادبی رسائل و جرائد میں بھی وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ گذشتہ سو سال سے بلاتعطل شائع ہونے والا اُردو کا واحد علمی و ادبی مجلّہ معارف اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مختلف مشاہیر کے مکاتیب بھی منصۂ شہود پر آتے رہے۔ ان مکاتیب کے مطالعے سے اس دور کی علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی فضا کے علاوہ اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی حالت سے بھی بخوبی آگاہی ہوتی ہے۔ مجلّہ معارف میں ان مشاہیر کے مکاتیب کو چھاپنے کا اہتمام ابتداء ہی سے کیا جاتا رہا ہے۔ ان مشاہیر میں ایک معتبر نام مولانا ابوالکلام آزاد کا بھی ہے، جو نہ صرف آسمانِ ادب کے ایک روشن ستارے کے طور پر جانے جاتے ہیں، بلکہ ہندوستان کی علمی اور انقلابی تاریخ کا ایک درخشندہ باب بھی ہیں۔

مولانا آزاد کی ولادت مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ کم سنی ہی میں ہندوستان آ گئے اور اپنی قابلیتِ علمی اور لیاقتِ طبع کے باعث ہندوستان کے ادبی اور سیاسی اُفق پر چھا گئے۔ وہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ صحافت، ادب، تنقید، سیاست، مذہب اور معاشرت ہر میدان کے سرخیل تھے۔ وہ اپنے عرصۂ حیات میں، جن مشاہدات اور تجربات سے گزرے، اس کا اظہار تخلیقی صورت

Optimized by www.ImageOptimizer.net

میں سامنے آیا۔علمی وادبی تخلیقات کے علاوہ ان کے مکاتیب بے حد اہمیت کے حامل ہیں، جو مختلف علمی وادبی شخصیات کے نام لکھے گئے۔ان کی جمع آوری اور اشاعت بھی ہوئی، لیکن یہ بحرِ زخّار مزید توجہ کا متقاضی ہے۔مولانا کے مکاتیب کو کئی جہات سے دیکھا جا سکتا ہے۔دورِ حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق ان کی شرح وبسط کا اہتمام وقت کی ضرورت ہے۔حواشی وتعلیقات کا عمل کٹھن اور محنت طلب ضرور ہے، مگر اس کی اہمیت وافادیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔سیّد سلیمان ندوی (مدیرِ معارف اعظم گڑھ) کے نام مولانا آزاد کے پانچ مکاتیب کا انتخاب کر کے راقم نے حواشی وتعلیقات لکھنے کی طالب علمانہ کوشش کی ہے۔یہ مکاتیب بیسویں صدی کے ربعِ اوّل سے متعلق ہیں، جب ہندوستانی سیاست اور ادب میں بڑے پیمانے پر ردوبدل ہو رہا تھا؛ جنگِ عظیم اوّل کے تناظر میں ہندوستان کا منظر نامہ بدل رہا تھا؛ سیاسی کے ساتھ ساتھ علمی وادبی محاذ بھی گرم تھا۔اسی زمانے میں مولانا آزاد نے الہلال جاری کیا، جس نے اپنی اشاعت کے چند ماہ کے اندر ہی شہرت کی بلندیوں کو چھولیا۔اس مجلّے میں علمی ادبی مباحث کے ساتھ ساتھ انگریزی راج کے خلاف ذہن سازی کا کام بھی شروع ہوا۔یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہندوستانی عوام کا لہو گرمانے کا کام الہلال سے لیا جانے لگا۔اس سارے منظر نامے پر انگریزوں کی گہری نظر تھی، اسی وجہ سے Press Act کے تحت دو سال بعد ہی الہلال کی ضمانت ضبط کر لی گئی، لیکن اب پورے ہندوستان میں انگریزی راج کے خلاف ایک انقلابی لہر موج زن ہو چکی تھی۔تھوڑے عرصے بعد مولانا نے البلاغ کے نام سے ایک نیا مجلّہ جاری کیا، جس میں زیادہ تر مذہبی مباحث ہوتے تھے، مگر ایک مخصوص اسلوب میں یہ بھی الہلال ہی کے نقطۂ نظر کا ترجمان تھا۔اس کو بھی بند کر کے مولانا کو رانچی میں نظر بند کر دیا گیا۔اس دوران میں بھی مولانا مکتوبات کے ذریعے باہر کی دنیا سے باخبر رہے اور سنسر کی پابندیوں کے باوجود علامتی اسلوب اختیار کر کے اپنی آواز باہر کی دنیا تک پہنچاتے رہے۔

ذیل میں پیش کردہ مکاتیب اسی دور سے متعلق ہیں۔ان میں سے کچھ مکاتیب پر تاریخ تحریر درج نہیں، ان کی ترتیب داخلی شواہد کی بنیاد پر کی گئی ہے۔مکاتیب میں وضاحت طلب امور کے ممکنہ حواشی کے علاوہ تعلیقات کا اہتمام کرنے کی بھی سعی کی گئی ہے۔

(۱)

اخ الجلیل الاعز!

انعمَ اللّٰہ علیَّ بلقائك۔خط پہنچا، ایسی حالت میں کہ آپ کے عدم تعیینِ مکان وعالمِ اطلاقِ مقام سے سخت پریشان تھا اور حیران تھا کہ کیونکر خط کتابت کروں؟

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ میری فرصتِ موجودہ اب قریب الاختتام ہے اور مشیتِ الٰہی، جس طرح مہلت دے کر اپنا کام کرانا چاہتی تھی، اسی طرح آخری ابتلاء کو بھیج کر کوئی عظیم الشان مقصد پورا کرانا چاہتی ہے۔آثار گویا ہیں اور علائم قطعی؛ اخبار موثق اور اطلاعات معتمد (۱)، تاہم سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اور میں نے اس دورِ حیات میں بڑے بڑے کرشمے دیکھے ہیں۔پس کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کل ٹھیک ٹھیک کیا ہوگا؟ اور وہی ہو، جو اس کی مرضی ہے۔

ایسی حالت میں بہت سوچتا ہوں، لیکن آپ کے سوا کسی کو نہیں پاتا، جس سے اُمید رکھوں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مدت ہوئی، جب آپ کلکتہ میں تھے اور ایسے ہی ایک اطلاع ملی تھی، شب کو میں نے اپنے کمرے میں آپ کو بلایا تھا اور آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔ خدارا اسے سامنے لائیے اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، اسے وقعت دیجیے۔ (۲)

میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ اسی وقت اپنے کاموں میں کوئی تبدیلی کیجیے۔ البتہ اگر اس کا آپ بذریعہ تحریر مجھ سے وعدہ کریں کہ جب وقت آئے گا تو آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صرف ایک کام کے ہو رہیں گے تو میں بڑی ہی تسکین پاؤں اور اطمینان کے ساتھ آنے والی حالت کو قبول کر لوں، وہ تسکین جو بدبختی سے اور کسی کے پاس نہیں۔

آپ مجھ سے بلا تاخیر بذریعہ تحریر وعدہ کریں کہ اگر میری نسبت آپ کو کوئی نئی خبر ملے (۳) تو آپ کا پہلا کام یہ ہوگا کہ آپ فوراً کلکتہ آئیں اور البلاغ (۴) کو، جو نکل چکا ہے (اور ان شاء اللہ محفوظ ہے) اپنی ایڈیٹری میں لے لیں اور ایک خالص دینی و اصلاحی رسالے کی شکل میں مع اس کے خصائص کے اس کو جاری رکھیں۔ کسی پرخطر راہ کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، نہ جنگ پر رائے زنی کی ضرورت ہے (۵)، صرف قرآن و سنت کے معارف و دعوت کو باندازۂ اصولِ البلاغ مخصوص جاری رکھنا چاہیے اور جب تک اس طرح کیا جائے گا، اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

یہاں تمام لوگ آپ کے استقبال کے لیے منتظر ملیں گے اور وہ آپ کا اسی طرح ساتھ دیں گے، جس طرح میرا دیتے ہیں اور اسی طرح حکم مانیں گے اور ماتحت رہیں گے، جیسے میرے رہتے ہیں۔

دوسرا اس سے بھی اہم مسئلہ دارالارشاد کا ہے (۶)۔ افسوس کہ یہ بہت دیر میں شروع ہوا اور اس کی ناتمامی کا داغ بڑا ہی داغ ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا ہوگا؟ تاہم اگر قرآنِ حکیم اور علومِ اسلامیہ کا درس ان اصولوں پر، جو آپ سے پوشیدہ نہیں، آپ جاری رکھ سکیں اور لکھ دیں تو وہ بھی بصورتِ موجودہ آپ کے تصرف میں آ جائے گا اور پہلے کام سے بھی بڑھ کر کام ہوگا۔ اگر آپ نے اسے بند نہ ہونے دیا، جو لوگ یہاں مقیم ہیں، ان کے مخارج و ضروریات سب بدستور مہیا رہیں گے۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ قرآنِ حکیم پر تفسیر بالرائے و عقلیت سے الگ رہ کر احادیثِ ناقابلِ انکار کا ساتھ دے کر لغت و ادب کی بالکل نئی تحقیقات و کاوش سے مدد لے کر (جس سے نصف مشکلات حل ہو جاتی ہیں)، قرآن کے حقائقِ اجتماعی کے انکشاف پر زور دے کر اور اس کے درس کو تمام مسائل و عقائد اعمال فہمۂ اقوام و امم و مہماتِ مسئلۂ اصلاح و تبلیغ اہلِ اسلام پر محیط کر کے درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور مسائلِ اصلاح و تبلیغ، نیز تمام علومِ اسلامیہ پر مجتہدانہ لیکچر دیے جائیں۔

اگر آپ ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں تو دارالارشاد بھی مع کتب خانے کے آپ کے سپرد کر دیا جائے گا، تاکہ آپ اس کو قائم رکھیں اور جب تک خدا مجھے دوبارہ مہلت نہ دے، آپ میرے بعد کاموں کو التوا سے بچالیں۔

زندگی چند روزہ ہے، ہم سب کو خدا کے حضور جانا ہے اور اپنے فرائض کے متعلق جوابدہی کرنی ہے۔ کام نہ میرا ہے نہ آپ کا۔ اگر آپ نے اس خط کے پڑھنے کے ساتھ ہی تحریری وعدہ بھیج دیا تو میں مطمئن ہو جاؤں گا، ورنہ ان شاء اللہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دعوتِ حق رُکنے والی نہیں، وہ غیب سے کسی نہ کسی آدمی کو اس کے لیے بھیج دے گا اور اس نے ہمیشہ بھیجا ہے۔

البلاغ کے علاوہ بالکل علیٰحدہ ایک معتدل مسلک کا روزانہ اخبار اقدام (۷) بھی جاری ہوا ہے، وہ بھی آپ کے ماتحت ہو جائے گا اور ایک بڑا اسٹاف اپنے ماتحت آپ پائیں گے۔

اُمید ہے کہ دار المصنفین (۸) وغیرہ اس میں مانع نہ ہوں گے، کیونکہ اس کو تو ہر حال میں قائم رکھ سکتے ہیں۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہ

(۲)

رانچی (بہار)

صدیقی العزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انقلاب الامم (۹) کے لیے شکریہ۔ ایسی ہی علمی اور گراں مبحث کتابوں کا سلسلہ جاری رہا تو آپ کا مجمع وہ کام کرے گا، جو انجمن سازوں سے آج تک نہ ہو سکا۔

انقلاب الامم کو جونہی کھولا تو دیباچے کے صفحہ ۱۲ پر نظر پڑی اور ایک سخت غلطی نظر آئی۔ مولوی عبدالسلام صاحب (۱۰) لکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں ہے: والناس بما لدیھم فرحون اور پھر اس سے ایک خاص استدلال کرتے ہیں اور کتاب کے بیان کردہ اصول سے قرآن کو تطبیق دیتے ہیں۔ میں حافظ نہیں ہوں، لیکن جہاں تک حافظہ کام دیتا ہے۔ قرآن اس جملہ سے بَری ہے۔ مولوی صاحب کے حافظے نے دھوکا دیا۔ اصل آیت یوں ہے: کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْن۔ یہ دو جگہ ہے سورۂ مومنون اور سورۂ روم میں: والناس بما لدیھم فرحون کہیں بھی نہیں ہے۔ بہتر تھا کہ وہ تحریر کے وقت قرآن کی طرف رجوع کرتے، تعجب ہے کہ آپ نے بھی اس غلطی کو محسوس نہیں کیا۔

پھر ان کا استدلال بھی صحیح نہیں، مبحث یہ ہے کہ ہر قوم کے اخلاق وامیال اور رجحانِ دماغی کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے اور اس کی تمام حیاتِ اجتماعیہ اسی کے مطابق ہوتی ہے۔ لیبان (۱۱) وغیرہ اس کو اقوام کی فطرتِ اجتماعی سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اس اصول کو اصل آیتِ کریمہ سے کوئی تعلق نہیں، نفیاً واثباتاً، کیونکہ اس میں تو انسان کو اس کی ضلالتِ اختلاف وتعددِ فرق وتشتّت وتحزب پر ملامت کی گئی ہے، جس کو جابجا قرآن بغیاً بینھم سے تعبیر کرتا ہے اور مقصودِ قرآنی یہ ہے کہ اللہ کی شریعت نے لوگوں کو ایک ہی راہِ سعادت کی طرف بلایا اور وحدت وتالیف وجمعیت کی دعوت دی، لیکن یہ ایں ہمہ وہ ایک ہو کر پھر متفرق ومتشتت ہو گئے اور اس طرح ہدایت کے بعد ضلالت اختیار کی۔ پھر کہاں اقوام کی فطرتِ اجتماعی اور اس کے خصائص وامتیازات کی بحث، جس کا وجود ناگزیر اور اس لیے موجبِ تحسین ہے اور کہاں مخاطبین شرائع کی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ضلالت تشتت وتفرق؟ جس پر قرآن ماتم کرتا ہے۔

سورۂ مومنون میں اس آیت کا سیاق وسباق یہ ہے:

"ولقد اتینا موسیٰ الکتاب لعلهم یهتدون ٥ وجعلنا ابن مریم وامه ایة واوینا هماً الی ربوة ذات قرارومعین ٥ یایها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً انی بما تعملون علیم٥ وان هذه اتکم امة واحدة واناربکم فاتقون٥ فتقطعوا امرهم بینهم زبراکل حزب بما لدیهم فرحون٥ فذرهم فی غمرتهم حتی حین----الخ۔"(۱۲)

سورۂ روم میں یوں ہے:

"واتقوه واقیموا الصلوة ولاتکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا کل حزب بما لدیهم فرحون-----الخ۔"(۱۳)

آپ ان دونوں موقعوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اقوامِ گذشتہ کو ہدایت الٰہی صراطِ مستقیم کے بعد اتباعِ سبل متعددہ وتفرق وتشتت پر مائل ہونا بیان کیا گیا ہے اور بتلایا ہے کہ اصلِ دین وتعلیم الٰہی وحدت وتالیف تھی، مگر انسانوں نے اپنی ضلالت کی وجہ سے راہِ تعدد اختیار کی۔ کل حزب بما لدیهم فرحون میں ان کی کسی فطری حالت کی خبر نہیں دی گئی ہے، بلکہ سیاق وسباق ونظمِ بیان بتلا رہا ہے کہ ان کے متفرق ہو جانے اور ہر گروہ کے اپنے کو برسرِ حق سمجھنے اور اس پر قانع ومسرور رہنے کو بہ لہجۂ مذمت بیان کیا ہے اور یہ امر بالکل واضح ہے۔

معارف میں جو مضامین چھپتے ہیں، ان میں بھی بعض اوقات ایسی غلطیاں رہ جاتی ہیں، جن پر مخالفین اعتراض کر سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود تمام مضامین کو نہیں دیکھتے۔ پچھلے دنوں مولوی عبدالقادر (۱۴) پونا کا ایک مضمون ابوحمزہ اصفہانی، صاحبِ تاریخ ملوک الارض (۱۵) پر چھپا تھا اور کسی پارسی کے انگریزی مضمون کا ترجمہ تھا، اس میں جا بجا سامانی کی کتاب الانساب کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کتاب الانساب سمعانی کی ہے، نہ کہ سامانی کی (۱۶)۔ انگریزی میں الف اور عین کا فرق مشکل ہے، اس لیے یا تو مضمون نگار نے، یا مترجم نے سمعانی کو سامانی سمجھ لیا، لیکن آپ کو درست کر دینا تھا۔ بات بالکل واضح تھی۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

فقیر ابوالکلام کان اللہ لہ

۱۷/ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

(۳)

رانچی

صدیقی العزیز الاجل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ پہنچا۔ آپ لکھتے ہیں کہ مجھے علم نہ تھا کہ سلسلۂ مراسلہ جاری رہ سکتا ہے؟ آپ ایسے باخبر کی یہ مایوسی تعجب انگیز ہے۔ مجھ سے پہلے اور لوگ نظر بند ہو چکے ہیں اور ان کی نسبت آپ کو ضرور معلوم ہے کہ زیرِ احتساب خط کتابت کر سکتے ہیں اور کیوں جناب! اگر واقعی ایسی حالت ہو جائے کہ سلسلۂ مراسلہ کا اجراء ممنوع ہو تو جب تو آپ قطعاً مجھے خط نہ لکھیں گے، جیسا کہ بخیالِ سدبابِ مراسلہ آپ نے اب تک نہیں لکھا؟ یہ آخری بات محض مزاحاً لکھی ہے۔

اصل یہ ہے کہ میں خود ہی اس بارے میں احتیاط کرتا ہوں۔ زمانے کی حالت دوسری ہے۔ لوگ اپنے سائے سے بھڑکتے ہیں اور ایمان کے لیے اگرچہ یقین واثبات کے طالب ہیں، مگر ڈرنے کے لیے وہم وخیال کو کافی سمجھتے ہیں۔ ایسی حالت میں بیکار کسی ایسے شخص کو خط لکھنا، جس نے خود نہ لکھا ہو، اس پر ناقابلِ تحمل بوجھ ڈالنا ہے۔ نظر بندی کے بعد میں نے خود اپنی طرف سے پیش قدمی چھوڑ دی ہے۔ جو لکھتا ہے، جواب دیتا ہوں؛ جو خاموش ہے، اس کو بولنے پر مجبور نہیں کرتا۔

آپ کو بھی میں نے کوئی خط نہیں لکھا۔ معارف کے ایک پرچے کی ضرورت ہوئی تو دفتر کے نام کاروباری قسم کا خط لکھ دیا۔ اب جب کہ آپ نے کتابیں بھیجیں اور ایک فروگذاشت نظر آئی تو ضروری معلوم ہوا کہ کتاب کی اشاعت سے پہلے عرض کر دوں:

آپ نے خوب کیا کہ جٹ چھپوا کر تصحیح کر دی، لیکن اصل استدلال کی تصحیح کا اب کوئی علاج نہیں اور وہ کسی طرح صحیح نہیں قرار دیا جا سکتا۔ قرآن سے اس طرح کا استنباط کرنا قطعاً تحریفِ معنوی میں داخل ہے۔ کجا آیت کا سیاق وسباق ومضمون اور کجا لیبان کا اصول؟ اصل سوال یہ ہے کہ اس آیت میں بیانِ واقعہ وخبر محض ہے، یا اس پر ملامت کی گئی ہے۔ کل حزب۔۔ الخ نصف ٹکڑا ہے، فتقطعوا امرھم بینھم زبرا کا اور اس میں اس ضلالتِ اختلاف وتفرق پر ملامت کی ہے، جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور جس کو دور کرنے کے لیے انبیائے کرام آتے ہیں۔ پھر کیا انبیاء اس لیے آتے ہیں کہ اقوام کی فطرت کو مٹائیں؟ بمالدیھم اختلافِ مزاج ورجحان وامیال وغیرہ نہیں ہے، بلکہ: الذین فرقوا دینھم و کانو اشیعا لست منھم فی شی۔۔۔الخ

اب میں نے پورے مقدمے (۱۷) کو دیکھا۔ افسوس کہ صرف یہی استدلال نہیں، بلکہ قرآن وحدیث سے لیبان کے اجتماعی اصولوں کے استنباط وتطبیق کی جتنی کوشش کی ہے، سب محلِ نظر ہے اور قریب قریب زبردستی کی تاویل۔ اگر وہ چاہتے تو اس سے زیادہ موثر ومدلل لکھ سکتے تھے، یا تو ان مباحث کو علمی نظر سے لکھ کر چھوڑ دینا چاہیے، یا لکھنا چاہیے تو اس

Optimized by www.ImageOptimizer.net

طرح کہ قرآن ان مباحث کے مقابلہ میں آکر پھیکا اور بے اثر نہ نظر آئے۔ انگریزی خوانوں پر اس کا اُلٹا اثر پڑتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اتنا ہی ہے تو کچھ بھی نہیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب نے اصل کتاب کا ترجمہ اتنا پرزور، مؤثر، بلیغ اور دلچسپ کیا ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ یہ کافی تھا اور مقدمے میں قرآن کو لیبان سے ٹکرانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں ابنِ خلدون (۱۸) وغیرہ بہت مناسب اور بہتر تھا۔ بہر حال خوشی اس کی ہے کہ ایک عمدہ اور علمی کتاب اُردو میں شائع ہوگئی۔

اسی احمد فتحی زغلول (۱۹) نے ایک اور کتاب کا ترجمہ کیا ہے: مر تقدم الا نکلیز السکسونیین۔ کتاب اس درجہ علمی نہیں، لیکن تربیت وتعلیم وارتقائے امم کے مسئلے پر بہت ہی مفید اور ضروری ہے۔ اگر اس کا ترجمہ بھی آپ شائع کردیں تو بہت بہتر ہے۔ اگر آپ کے پاس نہ ہو تو میں بھیج دوں؟

(۴)

صدیق العزیز الاجل!

السلام علیکم۔ معارف پہنچا۔ آپ کے پریس کے خوشنویس کا خطِ نسخ بھی بہت اچھا ہے اور کیا چاہیے؟ البتہ کتابت کی غلطیاں جابجا رہ گئی ہیں، علی الخصوص عربی عبارتوں میں اور یہ نقص دراصل میرے خط کی خرابی کا ہے کہ کاتب بآسانی پڑھ نہیں سکتا۔ ہمیشہ تجربہ ہو چکا ہے آپ کے اور مولوی عبدالسلام کے مضامین میں کتابت کی غلطیاں بالکل نہیں ہوتیں، اس لیے کہ مسودہ واضح وخوشخط ہوتا ہے۔

البتہ ایک غلطی اہم ہے۔ اس کی تصحیح ناگزیر ہے۔ کاتب نے ص ۵۸۲ نمبر ۹ میں کئی سطریں درمیان سے چھوڑ دی ہیں اور چونکہ پورا حصہ منقول عبارت کا ہے، اس لیے بظاہر عبارت میں کوئی بے ربطی نظر نہیں آئی۔ اسی لیے مصحح کی نظر نہیں پڑی۔ نمبر ۹ میں پہلے اشباہ والنظائر کی عبارت نقل کی تھی، پھر ہدایہ کی اور ہدایہ کی عبارت کے ترجمے کے بعد تکملہ فتح القدیر قاضی زادہ کی، لیکن کاتب نے اشباہ والنظائر کی عبارت کے بعد اس کے ترجمے اور ہدایہ کے حوالے اور پھر عبارتِ ہدایہ کا ابتدائی حصہ بالکل چھوڑ دیا ہے اور عبارت ہدایہ کے ایک ٹکڑے کو اشباہ والنظائر سے ملا کر نقل کردیا ہے، اس لیے بعد کی، جس قدر بحث متعلقِ ہدایہ تھی، وہ اشباہ سے متعلق ہوگئی۔ لوگ حیران ہوں گے کہ ہدایہ کا نام بھی نہیں آیا، اس کی عبارت کی شرح واشکال کی کیا بحث ہے؟ اور قاضی زادہ نے اس کی شرح کب لکھی؟ پس براہِ عنایت اصل مسودے کا وہ موقع ملاحظہ کریں۔ غالباً اصل یوں ہے کہ عبارت اشباہ کی ولو کان المسجد الحرام پر ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اشباہ کے صفحہ وکتاب کا حوالہ ہوگا اور غالباً ترجمہ بھی۔ پھر کوئی اور حوالہ ہوگا، یا صرف یہ ہوگا کہ ہدایہ میں ہے: ولا باس بان یدخل اھل الذمة المسجد الحرام وقال الشافعی یکرہ ذلک۔ اس کے بعد تھا (الی ان قال) ولنا ماروی (الخ) کاتب نے درمیان کا تمام حصہ چھوڑ کر (الی ان قال) ولنا (الخ) کو عبارتِ اشباہ سے ملا کر نقل کردیا اور اس طرح بعد کا ترجمہ وبحث اشباہ سے متعلق ہوگیا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بہر حال آئندہ نمبر معارف میں اس کی تصحیح کر دیجیے اور حوالۂ صفحہ وسطر دے کر چھوٹی ہوئی عبارت نقل کر دیں اور اگر رسالے کی شکل میں یہ فارم مزید چھپ چکے ہیں تو کسی پرچے پر الگ اتنا حصہ چھاپ کر نمبر ۹ والے صفحے کے ساتھ رکھ دیا جائے۔

کیوں جناب! یہ ''فاضل''، وہی مولوی غلام محمد صاحب ہوشیار پوری (۲۰) کی تشریحات کا مشتق تو نہیں؟ ان کی تحقیقات یہ ہے کہ 'فاضل' فضول سے مشتق ہے۔

آپ ہمارے مولوی عبدالسلام صاحب کے حسنِ اخذ وترتیب وتزئینِ مطالب کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ صرف بغدادی (۲۱) کی ایک کتاب الفرق سے ایک اچھا خاصا پورا مضمون لکھ لیا۔ چونکہ اس میں بعض تفصیلات نئی ملتی ہیں، اس لیے ہمیشہ یہ خیال ہوتا تھا کہ اس پر ریویو لکھا جائے، لیکن مولوی عبدالسلام صاحب نے ایک مستقل مضمون تیار کرلیا۔ سخت افسوس ہوتا ہے کہ بہ ایں ہمہ استعداد انھوں نے اپنے آپ کو کیوں گرا رکھا ہے؟

مولوی عبدالباری صاحب (۲۲) کی برکلے اور اس کا فلسفہ (۲۳) چھپ گئی ہو تو بھجوا دیجیے۔

ابوالکلام

(۵)

صدیقی العزیز!

آپ کا خط ینزل الغیث من بعد ماقنطوا کا مصداق تھا۔

اذا کتبکم لم تدن منی تشوقا
بعثت لکم کتبی بشوقی الیکموا

جب بہت عرصہ گزر گیا تو مولوی ابوالحسنات (۲۴) کو لکھا۔ معلوم ہوا وطن میں ہیں اور ھلا بکراً تلاعبھا و لاعبك کی تعمیل میں مشغول۔ اس مشغولیت میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ اگر آپ کو قیامِ رانچی میں میری کوتاہیاں محسوس نہ ہوئیں تو اس سے ان کا عدم نہیں، بلکہ آپ کی محبت کا استغراق ثابت ہوتا ہے۔ اس محبت نے دل کی ندامت واعتراف کو اور زیادہ کر دیا۔

سیرتِ حضرت عمر بن عبدالعزیز (۲۵) کا شکریہ۔ یہ بڑی کمی تھی، جو پوری ہوگئی۔ یہ آپ بہت ہی خوب کر رہے ہیں کہ دارالمصنفین کے سلسلے میں مقدم واہم کتابیں شائع کرتے ہیں۔ عنوانات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے اختصار بہت کیا۔ فقہ واجتہاد اور مراسیلِ عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کے مباحث نہایت اہم تھے۔ آئمۂ اربعہ کی بعض عمارتیں انھیں کی بنیادوں پر کھڑی ہوئی ہیں، علی الخصوص: امام شافعی [نے] ان چیزوں کو غالباً چھوڑ دیا ہے۔ آئمۂ فقہ وحدیث نے اس کی فقہ کو بہت اہمیت دی ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حقیقت کی نسبت آپ نے لکھا ہے، لیکن لوگوں کے مذاق کی شتر گربگی کا کیا علاج؟ وہی ہمدرد (۲۶) کا حال ہوگیا ہے۔ حاجی بغلول اور تجاہلِ عامیانہ اور کیا کیا جاری ہے؟ یہ حالات دیکھ کر طبیعت بالکل مکدر ہو جاتی ہے۔ اس اخبار کا شانِ نزول کیا ہے؟ کیا الناظر (۲۷) نے نکالا ہے؟ آج کل آپ علمِ اسباب النزول کے مسلمہ ماہر ہیں، خصوصاً لکھنؤ کی تنزیلات کے لیے۔

ڈاکٹر اقبال کا شکوہ (۲۸) بے جا نہیں۔ یہ نہایت ہی لغو اور سبک بات ہے کہ فلاں نے فلاں بات فلاں کے اثر سے لکھی اور فلاں کے خیال میں یوں تبدیلی ہوئی، لیکن لوگوں کا پیمانۂ نظر یہی باتیں ہیں تو کیا کیا جائے؟ دراصل اس کمبخت تذکرہ کی ساری باتیں میرے لیے تکلیف دہ [ثابت] ہوئیں۔ مسٹر فضل دین (۲۹) نے یہ مقدمہ لکھ کر نظرِ ثانی کے لیے بھیجا تھا، میں نے واپس نہیں بھیجا، اس لیے کہ وہ موجودہ حالت میں کتاب کو پہلا حصہ کر کے شائع کرنا چاہتے تھے اور میں مصر تھا کہ ایک ہی مرتبہ میں پوری کتاب شائع کر دی جائے۔ صرف اتنا ٹکڑا حد درجہ ضمنی مطولات وعدم انضباط کی وجہ سے نہایت مکروہ ہوگا۔ خیال کیا کہ مقدمے کا واپس نہ کرنا اشاعت میں روک ہوگا، لیکن انھوں نے بجنسہٖ چھاپ کر؛ جلد باندھ کر؛ یکا یک ایک نسخہ بھیج دیا اور ان ساری باتوں کو وہ مزاح سمجھتے رہے۔ علاوہ ڈاکٹر اقبال وغیرہ والے ٹکڑے کے، پورا مقدمہ طرزِ تحریر و استدلال وغیرہ کے لحاظ سے بھی بالکل لغو ہے۔ لطف یہ کہ اس مرتبہ جب وہ جلسہ کے موقع پر آئے اور میں نے پوچھا کہ اقبال کی نسبت آپ نے کیونکر تبدیلی معلوم کی؟ تو خود میرے ہی ایک قول کا حوالہ دیا، جو کبھی کہا تھا۔ حالانکہ میں نے جو بات کہی تھی، وہ صرف یہ تھی کہ اقبال پہلے آج کل کے عامۃ الناس کے تصوف میں مبتلا تھے، اب ان کے خیالات اس طرف سے ہٹ گئے اور دونوں مثنویوں میں جو بات ظاہر کرنی چاہتے ہیں، وہ وہی ہے، جو میں ہمیشہ لکھتا رہا ہوں۔

معارف کے لیے سیرتِ ابن تیمیہ کا ایک ٹکڑا، جو عقل ونقل کی نسبت ہے، بھیجنا چاہتا ہوں۔ مولوی یوسف نقل کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا تھا: مذہبِ سلف وتفویض کی تائید صرف تخریب ہے، تعمیر نہیں۔ آپ کی یہ بات میرے لیے نہایت تعجب انگیز تھی۔ بہر حال ٹکڑا دیکھیے گا۔

آج باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ جامع الشواہد کا خرچ طبع اب تک انجمن سے نہیں گیا۔ گو یہ معاملہ آپ کے متعلق نہیں، لیکن اس تاخیر کے لیے اپنا افسوس اور لاعلمی ظاہر کرتا ہوں۔ ان سے کہہ دیا ہے کہ فوراً بھیج دیں۔

ہاں سید احمد بھوپالی (۳۰) تعلیم ہی کی غرض سے لکھنؤ چلے گئے ہیں۔ اس میں طلب وشوق واقعی ہے، لیکن آپ کی اصطلاح میں وہی اصطلاحِ عالم کے فتنے میں اسیر ہیں۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ تعلیم کے سوا اور ساری باتوں کو اپنے اوپر حرامِ قطعی کر لو اور مولوی سید عبدالحی صاحب (۳۱) کو لکھا کہ کوئی انتظام کر دیں۔ انھوں نے بڑی مہربانی کی اور خارج از مدرسہ تعلیم کا انتظام کر دیا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

الرد علی المنطق کا، جو مکمل نسخہ حیدر آباد میں مولانا حمید الدین کو ملا تھا، اس کا ٹھیک پتا بتلا دیجیے۔ کیا کتب خانہ آصفیہ (۳۲) میں ہے؟

اُمید ہے کہ مولانا موصوف سے دریافت کر کے مطلع فرمائیں گے۔

آپ امرتسر نہیں گئے؟ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ابوالکلام، رانچی

۲ر جنوری ۱۹۲۰ء

حواشی و تعلیقات:

۱۔ ہندوستان کے سیاسی منظر نامے پر مولانا کی گہری نظر تھی۔ انگریزی راج کے خلاف تحریر و تقریر کی وجہ سے گرفتاری، یا نظر بندی کا امکان تھا۔

۲۔ سیّد سلیمان ندوی کے قیامِ کلکتہ کے زمانے میں کیے گئے وعدے کا ذکر ہے۔ گرفتاری کی صورت میں البلاغ کی ادارت سنبھالنے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۳۔ مراد: گرفتاری، یا نظر بندی کی خبر۔

۴۔ البلاغ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کی بندش کے ایک سال بعد ۱۲ر نومبر ۱۹۱۵ء کو نکالا۔ آخری شمارہ ۱۳ر اپریل ۱۹۱۶ء کو نکلا۔

۵۔ جنگِ عظیم اوّل (۲۸ر جولائی ۱۹۱۴ء۔ ۱۱ر نومبر ۱۹۱۸ء)، اتحادی افواج کامیاب ہوئیں۔ سلطنتِ عثمانیہ اور جرمنی و روس کی سلطنتوں کا خاتمہ ہوا۔ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ میں نئے ممالک معرضِ وجود میں آئے۔ لیگ آف نیشن بنی۔

۶۔ دارالارشاد مولانا آزاد کے علمی و ادبی کارناموں میں سے ایک ہے، جہاں دینی امور میں راہنمائی فراہم کی جاتی تھی۔

۷۔ روزنامہ اقدام ۱۹۱۵ء میں مولانا آزاد کی ادارت میں شروع ہوا۔

۸۔ دارالمصنفین مولانا شبلی کا خواب تھا، جس کی تعبیر ان کے ہونہار شاگردوں کے ہاتھوں ہوئی۔ اس کا قیام ۱۹۱۴ء میں عمل میں آیا۔ علمی و ادبی مجلّہ معارف دارالمصنفین ہی سے جولائی ۱۹۱۶ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔

۹۔ مولوی عبدالسلام ندوی کی تصنیف دارالمصنفین سے شائع ہوئی۔

۱۰۔ مولوی عبدالسلام ندوی (۱۶ر فروری ۱۸۸۳ء۔ ۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء) مولانا شبلی کے ہونہار شاگرد۔ سیرتِ عمر بن عبدالعزیز، اقبالِ کامل اور شعر الہند جیسی شہرۂ آفاق کتب کے مصنف۔

۱۱۔ لیبان (Leon Lacabane) (۲۱ر نومبر ۱۷۹۸ء۔ ۲۴ر دسمبر ۱۸۸۴ء) مشہور فرانسیسی تاریخ دان۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۲۔ آیت نمبر: ۴۹ تا ۵۴، سورۃ المومنون: ۲۳ (اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی کہ ان کو ہدایت ہو اور ہم نے مریم اور اس کے بیٹے کو نشانی کیا اور انھیں ٹھکانا دیا، ایک بلند زمین جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتا پانی۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو، میں تمھارے کاموں کو جانتا ہوں اور بے شک یہ تمھارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمھارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو تو ان کی اُمتوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر گروہ جو اس کے پاس ہے، اس پر خوش ہے۔)

۱۳۔ آیت نمبر: ۳۱ و ۳۲، سورۃ الروم: ۳۰ (اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو۔ ان میں سے، جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے گروہ گروہ، جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے۔)

۱۴۔ مولوی عبدالقادر، پونا۔ معارف میں ان کا سلسلۂ مضامین چھپتا رہا۔

۱۵۔ مطبع مظہر العجائب، کلکتہ سے ۱۸۶۶ء میں شائع ہوئی۔

۱۶۔ ابوسعد سمعانی (فروری ۱۱۱۳ء۔ دسمبر ۱۱۶۶ء) حافظ، محدث، فقیہہ، ادیب، واعظ، خطیب اور تاریخ نگار۔

۱۷۔ مراد: مقدمہ کتاب انقلاب الامم

۱۸۔ ابنِ خلدون، ابو زید عبدالرحمٰن (یکم رمضان ۷۳۲ھ۔ ۲۵ رمضان ۸۰۸ھ/ ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء۔ ۱۲ مارچ ۱۴۰۶ء) مشہور مؤرخ اور بانیِ عمرانیات، فلسفی، ماہر تعلیم۔ معرکہ آرا مقدمہ کے علاوہ شرح البردہ، الحساب اور المنطق کا مصنف۔

۱۹۔ احمد فتحی زغلول (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۱۴ء) مشہور مصری وکیل، قانون دان اور عالم۔ فرانسیسی اور انگریزی سے متعدد کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔

۲۰۔ مولوی غلام محمد ہوشیار پوری کی تاویلات پر طنز۔

۲۱۔ بغدادی، ابو منصور، عبدالقاہر ابنِ طاہر الشافعی (م ۴۲۹ھ/ ۱۰۳۷ء) سترہ مضامین پر دسترس تھی۔ فقہ، حساب اور وراثت کے موضوع پر عمدہ تصانیف کیں۔ اصول الدین، الفرق بین الفرق اور اغلاط ابنِ کرام جیسی شہرۂ آفاق کُتب کے مصنف۔

۲۲۔ پروفیسر مولوی عبدالباری ندوی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۶ء) دو برس دارالمصنفین سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں فلسفہ کے پروفیسر ہو گئے۔ معارف میں ان کے مضامین چھپتے رہے۔ برکلے اور اس کا فلسفہ، مبادیِ علمِ انسان اور فہمِ انسانی دارالمصنفین میں قیام کے دوران لکھیں۔ علمِ اخلاق، مقدمہ مابعدِ طبیعیات، حدیقۂ نفسیات جیسی کتابیں تصنیف کیں۔

۲۳۔ برکلے اور اس کا فلسفہ دارالمصنفین سے شائع ہوئی۔

۲۴۔ مولوی ابو الحسنات ندوی (۱۸۹۰ء۔ نومبر ۱۹۲۴ء) ۱۹۱۸ء میں دارالمصنفین آئے اور تادمِ آخر اس سے وابستہ رہے۔ معارف کے لیے فکر انگیز مقالے لکھے۔

۲۵۔ سیرتِ عمر بن عبدالعزیز مصنف عبدالسلام ندوی دارالمصنفین سے شائع ہوئی۔

۲۶۔ مراد: رسالہ ہمدرد مدیر مولانا محمد علی جوہر

۲۷۔ مجلّہ الناظر خواجہ عزیز لکھنوی نے ۱۳۱۷ھ میں لکھنؤ سے جاری کیا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۲۸۔علامہ اقبال کے بابت مسٹر فضل دین نے مولانا آزاد کے تذکرہ کے دیباچے میں لکھا:

''اقبال کی مثنویاں تحریکِ الہلال ہی کی آوازِ بازگشت ہیں''۔

اس پر علامہ اقبال نے مولانا آزاد اور سیّد سلیمان ندوی سے براہِ راست استفسار کیا، جس کے جواب میں مولانا آزاد نے اس خط میں وضاحت تحریر کی۔

۲۹۔مولانا آزاد کے الہلال اور البلاغ پریس کے مینیجر۔

۳۰۔سیّد احمد بھوپالی، مولانا آزاد کے دوست اور معروف علمی و ادبی شخصیت۔

۳۱۔مراد: مولوی سیّد عبدالحی فرنگی محلی۔

۳۲۔کُتب خانہ آصفیہ، ریاست حیدرآباد دکن کا سرکاری کتب خانہ۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

عظمت حیات

پی ایچ۔ڈی اسکالر

شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن کے نام مشاہیر کے خطوط

Azmat Hayat

Ph.D Scholar, Department of Urdu, AIOU, Islamabad

Abstract: Syed Mehmood ur Rehman was a critic and researcher of Urdu. He authored many books.He also wrote many coulmns in different English dalies. In the present study, the scholar, edited 152 letters ,addressed to him.These letters were written by eminent literary figures of high esteem. The scholar introduced the writers of letters and annotated about different contents .

ذیل میں ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن کے نام انیس (۱۹) مشاہیرِ ادب کے نوے (۹۰) خطوط دیے جا رہے ہیں۔ راقم نے مکتوب نگاروں کے تعارفیے بھی لکھے ہیں اور خطوط کے بعض معاملات اور مقامات پر حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ ابتداء میں محمود الرحمٰن صاحب کا حیات نامہ بھی دیا گیا ہے اور ان کی کتابوں کی فہرست بھی۔ خطوط کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ابنِ انشا:۲	احمد ندیم قاسمی:۲
اشرف صبوحی:۱	تمنا عمادی، علامہ:۱
جمیل جالبی، ڈاکٹر:۱۸	حامد اللہ افسر:۲
رئیس امروہوی:۴	شاہ اسد الرحمٰن قدسی:۵
شاہد احمد دہلوی:۱	شفیع الدین نیر، مولوی:۲
عبد الماجد دریابادی، مولانا:۶	عبد الودود، قاضی:۸
غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر:۱۱	قدرت اللہ شہاب:۴
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر:۱	مہدی علی خان، راجا:۲
میرزا ادیب:۳	وزیر آغا، ڈاکٹر:۱۰
ہاجرہ مسرور:۷	

ڈاکٹر محمود الرحمٰن۔ حیات نامہ:

خاندانی نام: سید شاہ محمد محمود الرحمٰن (قلمی نام: محمود الرحمٰن رسابقہ: پرویز کاکوی رمحمود کاکوی)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تاریخِ پیدائش: یکم جنوری ۱۹۳۵ء۔

مقامِ پیدائش: موضع کاکو، ضلع گیا، صوبہ بہار۔

والد کا نام: شاہ منظور الرحمٰن اختر۔

دادا کا نام: سید شاہ غفور الرحمٰن۔

نانا کا نام: شاہ غلام فرید الدین۔

برادرِ حقیقی: سید شاہ محمد مسعود الرحمٰن، سید شاہ محمد شفیع الرحمٰن۔

خواہرِ حقیقی: سیدہ کاملہ رحمٰن۔

شادی: ۲ر نومبر ۱۹۶۲ء۔

اہلیہ: سیدہ ملیحہ بلخی عرف بنّی دختر سید عبد القیوم بلخی آف نیورہ، بہار۔

اولاد: شہود الرحمٰن شامی، سعود الرحمٰن سعدی، غوثیہ، شیما، فارحہ۔

مذہبی تعلیم: قرآنِ مجید کی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔

دنیوی تعلیم: میٹرک: ۱۹۵۰ء: آرہ ضلع اسکول بہار، پٹنہ۔

آئی اے: ۱۹۵۵ء: نالندہ کالج، بہار۔

بی اے (آنرز): ۱۹۵۸ء: سندھ یونیورسٹی، جامشورو حیدر آباد۔

ایم اے: ۱۹۶۱ء: سندھ یونیورسٹی، جامشورو حیدر آباد۔

پی ایچ۔ڈی: ۱۹۸۱ء: سندھ یونیورسٹی، جامشورو حیدر آباد۔

پاکستان (کراچی) آمد: ۱۹۵۵ء۔

قیامِ سکھر رکوٹری: ۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۱ء۔

قیام کراچی: ۱۹۶۱ء تا ۱۹۸۰ء۔

قیامِ اسلام آباد: ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۲ء۔

قیام دہران، سعودی عرب: ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۴ء۔

قیامِ اسلام آباد: ۱۹۸۴ء تا دمِ مرگ۔

ملازمت: اسکول ٹیچر (۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۱ء): شیر دل ہائی اسکول، کوٹری رریلوے ہائی اسکول، سکھر۔

لیکچرار اردو (۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۲ء): جناح کالج، کراچی۔

لیکچرار اردو (۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۴ء): جامعہ ملیہ، کراچی۔

لیکچرار اردو (۱۹۶۵ء تا ۱۹۶۸ء): اسلامیہ کالج، کراچی۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اسسٹنٹ (۱۹۶۹ء): نیشنل بینک کھاراور برانچ، کراچی۔

نائب مدیر (۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۱ء) ہم قلم کراچی، مہرِ نیم روز کراچی، جامِ نو کراچی۔

اسسٹنٹ ڈائریکٹر/ڈپٹی ڈائریکٹر (۱۹۷۲ء تا ۱۹۸۲ء): نیشنل بک فاؤنڈیشن، کراچی/اسلام آباد۔

سیلز مینیجر (۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۴ء): دہران، سعودی عرب۔

کاروبار: (۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۶ء): شاعتی ادارہ MAPCO، اسلام آباد میں قائم کیا۔

ڈائریکٹر (۱۹۸۶ء تا دمِ مرگ): دفتری اردو پراجیکٹ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

تاریخِ وفات: ۸/ذیعقد ۱۴۳۱ ہجری/۱۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز اتوار۔

تدفین: قبرستان سیکٹر ایچ۔۸، اسلام آباد۔

کتابیں: بچوں کے ترانے، تنقید و تشریح، قصۂ چہار درویش، اردو میں بچوں کا ادب، آزادی کے مجاہد (حصہ اوّل، حصہ دوم)، باغ و بہار (حصہ اوّل، حصہ دوم، حصہ سوم، حصہ چہارم، حصہ پنجم)، چنگاریاں، کونپل، وہ رہبر ہمارا، وہ قائد ہمارا، جنگِ آزادی کے اردو شعراء۔۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء، مت سہل ہمیں جانو، اصطلاحاتِ طباعت و ترسیم، حالِ جنوں، تاریخی جائزے، نقاب پوش، بچوں کا ادب۔ کتابیات (حصہ اوّل)، لب پہ آتی ہے دُعا، قادر نامہ، ۱۹۹۹ء فتح بغیر جنگ، زہریلا دھواں، انوکھا خزانہ، بچوں کی اہمیت، علم کی روشنی، بچے کی فریاد، ماتا کی چھاؤں، قائدِ اعظم کا پیغام، جویائے حق، قائدِ اعظم اور اردو، مولوی اسمٰعیل میرٹھی (کتابیات)، شاد عظیم آبادی (کتابیات)، داغ دہلوی (کتابیات)، یگانہ چنگیزی۔ایک مطالعہ، سبدِ گل، انتخابِ کلامِ داغ، عظیم طاقتوں کا عروج و زوال، آخری کمانڈر انچیف، ماں کی عظمت، قومی شعور کے معمار، روشنی کے مینار، نظامی بنسری، خزانے کی تلاش، تحریکِ آزادی کی نظمیں،، قلندرِ زماں شاہزادہ اسدالرحمٰن قدسی۔ احوال و آثار، ذکرِ جمیل، مولانا جلال الدین رومی، حضرت فاطمۃ الزہراؓ، کلیاتِ قدسی، ہمارے قائد ہمارے رہبر، رطوریقا، Fatima Jinnah, Maulana Jalaludin Rumi-Life and Works

Prominent Personalities of the Musliim World

ابنِ انشا

[ابنِ انشا (اصل نام شیر محمد خان ۱۵/جون ۱۹۲۷ء) تحصیل پھلور ضلع جالندھر کے گاؤں تھلہ میں پیدا ہوئے۔ اردو کے ممتاز مزاح نگار، سفر نامہ نگار، شاعر، مترجم اور مختلف اخبارات اور رسائل کے مدیر تھے۔ ان کی تخلیقات کے حوالے سے ایک دلچسپ صورت یہ ہے کہ نثر میں جہاں وہ سطر سطر قہقہے بکھیرتے نظر آتے ہیں، وہیں نظم میں سنجیدہ، بلکہ کسی حد تک رنجیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے سفر ناموں، خطوط اور متفرق نثری تحریروں میں بھی مزاح کا عنصر پایا جاتا ہے۔ ابنِ انشا نے جنوری

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۹۵۹ء میں پاکستان رائٹرز گلڈ کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ پہلے سیکریٹری اور بعدازاں ڈائریکٹر کی حیثیت سے نیشنل بک سنٹر میں (۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۵ء تک)، جبکہ نیشنل بک کونسل میں ڈائریکٹر کے طور پر (۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک) خدمات انجام دیتے رہے۔ نیشنل بک سنٹر اور رائٹرز گلڈ کے رسائل کتاب اور ہم قلم کی ترتیب اور اشاعت میں بھی در پردہ کردار ادا کرتے رہے۔ روزنامہ جنگ، امروز، ہفت روزہ اخبارِ جہاں میں حرف و حکایت اور باتیں انشاجی کی کے عنوان سے مستقل کالم لکھتے تھے۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۷۸ء کو لندن میں وفات پائی اور کراچی میں آسودۂ خاک ہوئے۔

انشا جی کی تصانیف کے نام یہ ہیں: چلتے ہو تو چین کو چلیے، آوارہ گرد کی ڈائری، دنیا گول ہے، ابنِ بطوطہ کے تعاقب میں، نگری نگری پھرا مسافر، اردو کی آخری کتاب، آپ سے کیا پردہ، چاند نگر، اس بستی کے اک کوچے میں، چینی نظمیں، دلِ وحشی، لاکھوں کا شہر، چہ دلاور است دزدے، خط انشا جی کے مرتبہ ریاض احمد ریاض]

(ماخذ: خط انشا جی کے مرتبہ ریاض احمد ریاض، وفیاتِ اہلِ قلم از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا، مولوی عبدالحق کے غیر مدون خطوط کی تدوین از بدر منیر الدین)

(۱)

National Book Centre Of Pakistan

Bunder Road, Karachi

۷ر دسمبر ۱۹۶۳ء

محترمی پرویز صاحب!

آداب۔ قدرت اللہ شہاب صاحب یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے آپ کی بچوں کی نظموں کا ایک مسودہ کلیاں (۱) اس معذرت کے ساتھ میرے حوالے کر گئے تھے کہ: "یہ میرے کاغذوں اور کتابوں میں گم ہو گیا تھا، اب ملا ہے۔ نظمیں میں نے پڑھی ہیں اور پسند کی ہیں، لیکن پرویز صاحب کے لیے پیش لفظ نہ لکھ سکا، جس کے لیے نادم ہوں"۔ اس کے ساتھ آپ کا خط محررہ ۷ر اگست ۱۹۶۳ء بھی لگا ہے۔ واقعی آپ جانتے ہیں اگست ۱۹۶۳ء کے بعد سے تو ان کے حالات طوفانی رہے ہیں۔

آپ نے اردو میں بچوں کے ادب پر مقالہ (۲) بھی لکھا ہے، اچھا کام ہے۔ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟ اگر ممکن ہو تو ہم اسے ہم قلم (۳) کی کسی خصوصی اشاعت میں دیں، یا کہیں اور چھپے (۴)۔ بہر حال آپ کی کلیاں میرے پاس امانت ہیں۔ آپ کہیں [تو] ڈاک سے بھیج دوں، یا اس کی اشاعت کے لیے کوشش کروں۔ مقالہ آپ ڈاک سے بھیج دیجیے، کیونکہ میرے دفتر کے اوقات ڈیڑھ دو بجے تک ہیں اور آپ کو اپنے کالج سے فرصت نہیں۔ بہر حال آپ مجھے فون (۷۱۳۸۵) تو کر سکتے ہیں۔

ابنِ انشا

(۲)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

National Book Centre Of Pakistan

Bunder Road, Karachi

۲۰؍جنوری ۱۹۶۴ء

محترمی پرویز صاحب!

آپ کے جانے کے بعد میں نے آپ کی کتاب کا مسودہ (۵) کھول کر دیکھا۔ جہاں آپ نے میرا ذکر کیا ہے؛ جو کچھ آپ نے لکھا ہے، اس کے لیے ممنون ہوں، لیکن اس میں، جو نظم آپ نے دی ہے، وہ میرے پاس نہیں۔ ہوتی تو بلو کا بستہ (۶) میں شامل کرتا۔ آپ نے بھی یہ نہیں بتایا کہ یہ نظم بلو کا بستہ میں نہیں۔ دماغ پر زور دینے پر یاد آیا کہ ہاں یہ نظم اسکول کے رستے میں میری ہے، لیکن کہاں چھپی تھی؟ یاد نہیں آتا۔ میں نے آپ کے مسودے سے اس کو نقل تو کر لیا ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے آپ نے پوری نہیں دی۔

آخر کا یہ پورا بند آپ نقل کر بھیجیں، یا یہ نشاندہی کر دیں کہ آپ نے یہ نظم کہاں دیکھی تھی (۷)؟ (وہ پرچہ تو اب کہاں ملے گا؟)، یا پھر پوری نظم کی نقل آپ بھجوا دیں تو کیا ہی اچھا ہو، لیکن فوراً تکلیف کریں، کیونکہ بلو کا بستہ کا دوسرا ایڈیشن پریس میں ہے۔ کاپیاں جڑ چکی ہیں۔ آخری بند ہے:

پر گھر میں محلے میں
منہ بھی تو دکھانا ہے
پھر ٹسٹ کے دن آئے
پڑھنے کا زمانا ہے
پس جی کو کڑا کر لیں
کچھ روز نہ گھبرائیں

اس سے آگے کا حصہ لکھ بھیجیے۔

ابنِ انشا

احمد ندیم قاسمی

[اصل نام احمد شاہ (۲۰؍نومبر ۱۹۱۶ء۔۱۰؍جولائی ۲۰۰۶ء) اردو کے ممتاز شاعر اور افسانہ نگار تھے۔ ضلع خوشاب کی وادیِ سون کے ایک گاؤں انگہ میں پیدا ہوئے۔ ابھی گاؤں کے اسکول میں ابتدائی جماعتوں میں تھے کہ والد غلام نبی شاہ المعروف چن پیر کا انتقال ہو گیا۔ تعلیم اور کفالت کی ذمہ داری چچا خان بہادر پیر حیدر شاہ نے اُٹھائی۔ کیمبلپور (حال: اٹک)، شیخوپورہ اور ریاست بہاولپور سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ تلاشِ معاش اور بے روزگاری کی پریشانی میں گزرا۔ جولائی ۱۹۳۹ء میں انھیں

انسپکٹر آبکاری کی ملازمت ملی، مگر ۱۹۴۱ء میں یہ ملازمت ترک کر دی۔ مختصر عرصے کے لیے پشاور ریڈیو سے بطورِ اسکرپٹ رائٹر (۱۹۴۶ء۔ ۱۹۴۸ء) وابستہ رہے۔ ۱۹۷۴ء میں مجلس ترقیِ ادب، لاہور کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور تادمِ آخر اس ادارے سے وابستہ رہے۔ مجلس کے ذریعے اردو کے کلاسیکی، خصوصاً: داستانی ادب کی بازیافت میں فعال کردار ادا کیا۔

قاسمی صاحب نے لڑکپن سے شاعری اور کہانی میں طبع آزمائی شروع کر دی تھی۔ ان کی پہلی مطبوعہ نظم مولانا محمد علی جوہر مشمولہ روزنامہ سیاست لاہور، جبکہ پہلا افسانہ بدنصیب بت تراش (رومان ۱۹۳۶ء) ہیں۔ دورانِ تعلیم کالج کے ادبی پرچے نخلستان کی ادارت سے منسلک رہے۔ نخلستان کے بعد ہفت روزہ پھول، تہذیب نسواں (۱۹۴۱ء۔ ۱۹۴۵ء) ادبِ لطیف (۱۹۴۲ء۔ ۱۹۴۶ء)، سویرا (۱۹۴۷ء۔ ۱۹۴۸ء)، نقوش (۱۹۴۸ء۔ ۱۹۴۹ء)، روزنامہ امروز (۱۹۵۳ء۔ ۱۹۵۹ء)، فنون (۱۹۶۲ء تا وفات) کی ادارت کرتے رہے۔ مختلف اصنافِ ادب میں قاسمی صاحب کی کتابیں یہ ہیں: دھڑکنیں، رم جھم، جلال و جمال، شعلۂ گل، دشتِ وفا، محیط، دوام، لوحِ خاک، چوپال، بگولے، طلوع و غروب، گرداب، سیلاب، آنچل، آبلے، آس پاس، در و دیوار، سناٹا، بازارِ حیات، برگِ حنا، گھر سے گھر تک، کپاس کا پھول، نیلا پتھر، تعلیم اور ادب و فن کے رشتے، تہذیب و فن، اقبال۔ سوانحی کتابچہ، پسِ الفاظ، معنی کی تلاش، کیسر کیاری، انگڑائیاں، نقوشِ لطیف، منٹو کے خطوط، نذرِ حمید احمد خان، تین ناٹک، دوستوں کی کہانیاں، نئی نویلی کہانیاں]

(ماخذ: ادبیات خصوصی شمارہ: اکتوبر، دسمبر ۲۰۰۶ء،
وفیاتِ اہلِ قلم، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

مجلس ترقیِ ادب
۲۔ کلب روڈ، لاہور
۳۱ / مارچ ۱۹۹۰ء

جنابِ مکرم!

سلام مسنون۔ عنایت فرمائی کا شکریہ۔ دراصل جنگ میں میری سرگرمیوں کو محدود کر دیا گیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا، میں اس اخبار میں پورے مہینے میں تین، یا چار کالم لکھتا ہوں (۱)۔ یوں میں جن متعدد موضوعات پر لکھنا چاہتا ہوں، ان پر نہیں لکھ پاتا، کیونکہ مطالبہ علمی، یا ادبی کالم کی بجائے سیاسی اور معاشرتی کالم کا ہوتا ہے۔ اس مشکل کی وجہ سے میں جنگِ آزادی کے اردو شعراء کو کالم کا موضوع نہیں بنا سکا (۲)۔ بہرحال کوشاں رہوں گا کہ کوئی موقع ملے تو اس اہم کتاب کے بارے میں چند سطور لکھ ڈالوں۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۲)

مجلس ترقیِ ادب

۲۔کلب روڈ، لاہور

۳۱رجولائی ۲۰۰۰ء

مکرمی ومحترمی ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔گرامی نامہ ملا تھا،جس کے لیے شکر گزار ہوں۔اب علیل رہنے لگا ہوں اور خاص طور پر ان دنوں فنون کی ترتیب واشاعت میں مصروف رہا،اس لیے جواب عرض کرنے میں تاخیر ہوئی،معذرت۔طویل علالت کے دنوں میں آپ کا پرسش نامہ بھی ملا تھا،ممنون ہوں۔

جس نظم کا آپ نے حوالہ دیا ہے،اس کا عنوان ماں نہیں تھا (۳)، بلکہ درست عنوان یہ ہے:نوکری پر جاتے ہوئے (۴)۔یہ نظم میرے مجموعۂ کلام جلال و جمال میں شامل ہے۔میرے مجموعۂ کلام محیط کا ایک شعری انتساب بھی ماں ہی کے نام ہے۔یہ کتابیں یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہوں گی،دیکھ لیجیے گا۔میری کہانیوں کے انگریزی ترجمہ (سجاد شیخ) پر آپ کا تبصرہ (۵) میں نے ڈان میں پڑھ لیا تھا۔اب آپ نے تراشا بھی بھجوا دیا ہے،یہ آپ کی عنایت ہے۔بچوں کا ادب کے مسودے کی تلاش جاری ہے۔مسودات تو یہاں مقفل رکھے جاتے ہیں،نہ جانے کہاں دبا پڑا ہے؟

اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

مخلص

احمد ندیم

اب میری چند کہانیوں کے انگریزی تراجم (فاروق حسن) آکسفورڈ پریس نے چھاپے ہیں۔عنوان ہے:

The Banyan Tree And Other Stories

اشرف صبوحی

[پورا نام سید ولی اشرف دہلوی (۱۱رمئی ۱۹۰۵ء۔۲۲راپریل ۱۹۹۰ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔جہانگیر اشرف سمنانی کے اخلاف میں سے تھے۔اینگلو عربک ہائی اسکول، دہلی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد فکرِ معاش کی وجہ سے باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے ملازمت اختیار کر لی۔البتہ ذاتی حیثیت سے اردو اور فارسی کے اعلیٰ امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔آزادی کے بعد پاکستان آ گئے اور محکمہ ڈاک میں ملازم ہوئے۔سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو ہمدرد دواخانہ میں ملازمت اختیار کر لی۔اس ادارے سے ۱۹۷۶ء میں ریٹائر ہوئے۔اشرف صبوحی اپنے خاندانی پس منظر کی وجہ سے علم

وادب سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔انھوں نے ۱۹۳۰ء میں ماہنامہ ارمغان کا اجراء کر کے اپنی فعال ادبی زندگی کا آغاز کیا۔افسانہ،ناول،خاکہ،ڈرامہ،مزاح نگاری،ترجمہ نگاری اور بچوں کے ادب جیسی مختلف اصناف میں اردو زبان وادب کی خدمت کی۔اشرف صبوحی کی تحریر کا نمایاں وصف دہلی کے روزمرے اور محاورے کا بے ساختہ استعمال ہے۔ان کی کتابوں کے نام یہ ہیں: دلی کی چند عجیب ہستیاں ، غبارِ کارواں ، جھروکے ، بغداد کے جوہری ، ننگی دھرتی ، دھوپ چھاؤں ، روبن کروسو ، فیملی روبن سن کر ، دیوؤں کا دیس ، جزیرۂ مرجان ، قہر بادشاہ زادہ ، نقلی شہزادہ ، ماسٹر شانت ، بونا درزی، رحمت شہزادہ ، پریوں کی ہنڈیا ، ٹھوڑی تاراماتھے چاند ، شریر شیرا ، ننھا کمھار ، ہرنی کا دل ، شہزادہ نے نواز ، پرستان کی سیر ، فانی بستی ، دعوت ، نادان طوطا ، جادو کی سارنگی ، سر کے والی ، باتونی کچھوا ، گوہر شہزادی ، دریا کی رانی ، جادو کا چھلا ، جادو کی مکڑی ، بلوری جوتی ، دلّی کی شادی ، موصل کے سوداگر ، بڑا ریچھ ، نادان بلی]

(مآخذ: وفیاتِ اہلِ قلم ، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

واٹر ورکس، لاہور

۸؍جنوری ۱۹۶۱ء

عزیزِ گرامی قدر!

وعلیکم السلام۔آپ کا خط ماہِ نومبر میں ملا تھا،مگر بوجۂ علالت آپ کے خط [کذا: حکم] کی تعمیل نہ کر سکا۔علاوہ ازیں وہ خط بھی کہیں کاغذات میں مل گیا تھا۔کل ملا تو آج پروفیسر سید وقار عظیم صاحب (۱) کے تبصرے کی ایک نقل ملفوف کر رہا ہوں، جو انھوں نے میری بچوں کی کہانیوں کے متعلق لکھا تھا اور ساتھ ہی اپنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ بچوں کی کتابوں کے ناموں کی فہرست بھی ارسال ہے۔اُمید ہے اس سے میرے متعلق آپ کا کچھ کام چل جائے گا۔

بچوں کی مطبوعہ کتابیں: قہر بادشاہ زادہ ، نقلی شہزادہ ، ماسٹر شانت ، بونا درزی ، رحمت شہزادہ ، پریوں کی ہنڈیا، ٹھوڑی تارا ماتھے چاند ، شریر شیرا ، ننھا کمھار ، ہرنی کا دل ، شہزادہ نے نواز ، پرستان کی سیر ، فانی بستی ، دعوت ، نادان بلی ، جادو کی سارنگی ، سر کے والی ، باتونی کچھوا ، گوہر شہزادی ، دریا کی رانی ، جادو کا چھلا ، جادو کی مکڑی ، بلوری جوتی ، دلّی کی شادی ، موصل کے سوداگر ، بڑا ریچھ ۔

زیرِ طبع: روبن کروسو (ترجمہ)، فیملی روبن سن کر (ترجمہ)، دیوؤں کا دیس (ترجمہ)، جزیرۂ مرجان ، راجہ مایا داس ، خرگوش کی دم ، پچاس اور چھوٹی چھوٹی کہانیاں ۔

والسلام

اشرف صبوحی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تمنّا عمادی، علامہ

[اصل نام سید حیات الحق محمد محی الدین مجیبی پھلواروی (۱۴؍جون ۱۸۸۸ء۔ ۲۷؍نومبر ۱۹۷۲ء) مردم خیز قصبے پھلواری، ضلع پٹنہ کے ایک معروف علمی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ ان کا شجرۂ نسب چھٹی پشت میں تاج العارفین مخدوم شاہ حبیب اللہ قادری (م ۱۷۸۴ء) سے ملتا ہے۔ علامہ عمادی کے والد شاہ نذیر الحق، فائزؔ تخلص کرتے اور شعر کہتے تھے۔ ان کے دادا شاہ سفیر الحق عمادی اپنے زمانے کے بااثر عالمِ دین تھے۔ ایسے علم پرور خاندان سے تعلق کی وجہ سے علامہ عمادی نے قرأت، تفسیر اور مسائلِ دینی کی آموزش کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو زبان وادب کی تعلیم بھی مکمل کی۔ شاعری میں شمشاد لکھنوی کی شاگردی اختیار کی۔ اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ علامہ عمادی اردو قواعد اور علمِ عروض کے بڑے عالم تھے۔ اسلامی علوم، یعنی: تفسیر، حدیث، فقہ میں اجتہادی نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ طویل عرصے تک ریڈیو ڈھاکہ سے قرآنِ مجید کی تفسیر پیش کرتے رہے۔ ۱۹۶۹ء میں کراچی آ گئے اور یہیں ۱۹۷۲ء میں حلق کے کینسر سے فوت ہوئے۔ علامہ عمادی کا ایک اہم کارنامہ شمالی ہند کی قدیم ترین تصنیف صراطِ مستقیم (از حضرت عماد الدین پھلواروی: سالِ تصنیف ۱۰۸۱ھ) کی دریافت ہے۔

چند اہم کتب: الفرقان، اعجاز القرآن، اسلامی نظام، انتظارِ مہدی و مسیح۔ فنِ رجال کی روشنی میں، ایصالِ ثواب، القصیدۃ الزہرا، تجلیل المؤمنین معروف بہ راہِ نجات، مجموعۂ مکتوباتِ علمی وادبی، ایضاحِ سخن، رسالہ تذکیرو تانیث، افعالِ مرکبہ، ہوک، لیڈر نامہ، سخن ہائے تمنا

غیر مطبوعہ: ڈاکٹر محمود الرحمٰن کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ متفرق موضوعات پر نثری وشعری نمونے۔]

(ماخذ: تذکرۂ معاصرین از مالک رام، وفیاتِ اہلِ قلم)

(۱)

۲۰؍اکتوبر ۱۹۶۹ء

میرے نورِ چشم؛ میرے لختِ جگر سلمہ اللہ تعالیٰ!

بہت بہت سلام؛ بہت بہت دُعائیں اور بہت بہت پیار۔ تمھارا خط ملا، جی بے حد خوش ہوا؛ دل سے دُعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ کی خوشی و آرام وعیش نصیب کرے اور ایمان وتوفیق وتندرستی کے ساتھ عمرِ دراز واقبال عطا فرمائے، آمین۔

اوّل تو کسی دیوان کا مقدمہ، دیباچہ، پیش لفظ، تعارف وغیرہ لکھنے کے لیے دیوان پیشِ نظر ہونا چاہیے، تاکہ شاعر کا تعارف، شاعر کے کلام سے کرایا جاسکے، بغیر دیوان سامنے رکھے مقدمہ کیا لکھا جائے گا؟ دوم یہ کہ اب میں نے دینی تصنیف وتالیف کے سوا، غیر دینی کاموں میں اپنا وقت صرف نہ کرنے کا عہد کرلیا ہے۔ شاعری بالکل چھوڑ دی۔ خود اپنا دیوان مرتب کرنے کا جو ارادہ تھا، اس ارادے سے توبہ کرلی؛ شاگردوں سے معافی مانگ لی؛ ادبی استفسارات کے خطوط کے جواب نہیں دیتا؛ علمِ عروضِ جدید، نیز قافیہ وردیف پر میرے رسالے مسودے کی شکل میں اب بہت مضمحل ہو گئے ہیں،

ان کی پروانہیں کرتا کہ ضائع ہو جائیں تو ہو جائیں؛ اردو گرامر کے بعض موضوع پر میرے مقالے ہیں، خدا جانے پرانے کاغذات کے کس بستے میں پڑے ہیں؟ ان کی پروانہیں کرتا۔ اب ۸۴ سال برس کی عمر ہو چکی ہے۔ ایک مطلع ہے:

مریضِ عشق کی اللہ کیا درد آشنائی ہے

ندامت سی ہے اس راحت سے جو پہلے اُٹھائی ہے

جو وقت ضائع کر چکا ہوں ادبیات [میں]، اس کا افسوس ہے کہ ان وقتوں کو بھی دینیات ہی میں کیوں نہ صرف کیا؟ معلوم نہیں چند مہینے اب عمر کے باقی ہیں، یا برس ڈیڑھ برس۔ اب اس کو بھی ہم دینیات کو چھوڑ کر ادبیات میں صرف کریں، یہ ہم سے اب نہیں ہو سکتا (۱)۔

احقر خالو رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا قطعۂ تاریخ، جو ہم [نے] لکھا تھا، وہ نورِ چشم پروفیسر سرمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیا ہے۔ ان کا خط آیا تھا۔ اب دیوان کی طباعت کا قطعۂ تاریخ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میرے عزیز جناب عبدالعزیز خالد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ (۲) سے میرا اسلام وشوق ودُعا کہہ دیجیے، ان کو الگ خط لکھ رہا ہوں۔

اپنے چھوٹے بھائی، اپنی دلھن سلمہا اللہ تعالیٰ اور سب عزیزوں کو بہت بہت سلام اور بہت بہت دُعائیں کہہ دو۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم تم لوگوں کو کبھی بھول بھی جاتے ہیں۔ رات کی نماز کے بعد اپنے سب زندہ نور چشموں؛ سب عزیزوں کے لیے دُعائے صلاح وفلاح داری کرتے ہیں اور جو دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، ان سب کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری دُعاؤں کو سن لے۔ یہاں تو سب تمھارے نانا، نانی ہی ہیں، البتہ چھوٹے چھوٹے ماموں اور چھوٹی چھوٹی خالائیں ہیں۔ سب تم لوگوں کو سلام ودُعا کہتے ہیں۔

والدعا

تمنا عمادی عفی عنہ

جمیل جالبی، ڈاکٹر

[اصل نام محمد جمیل خان (پ: یکم جولائی ۱۹۲۹ء) علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ میرٹھ سے بی اے کیا۔ آزادی کے بعد پاکستان آ گئے۔ سندھ یونیورسٹی سے ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ عملی زندگی کا آغاز بہادر یار جنگ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی حیثیت سے ۱۹۵۰ء میں کیا۔ ۱۹۵۳ء میں سی ایس ایس کر کے محکمہ انکم ٹیکس میں شمولیت اختیار کی۔ ستمبر ۱۹۸۳ء سے اگست ۱۹۸۷ء تک جامعہ کراچی کے وائس چانسلر اور نومبر ۱۹۸۷ء سے نومبر ۱۹۹۴ء تک مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد کے صدر نشین رہے۔ ادبی زندگی کا آغاز نیا دور میں اپنے مطبوعہ مضمون نئے شاعر۔ فیض احمد فیض سے کیا۔ پاکستان کلچرل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۵ء میں قائم کی۔ سوسائٹی کے سہ ماہی نیا دور کی کامیابی میں پس پردہ کردار ادا کرتے رہے۔ قدرت اللہ شہاب، ابنِ انشا، جمیل الدین عالی وغیرہ کے ساتھ مل کر جنوری ۱۹۵۹ء میں پاکستان رائٹرز گلڈ کی

بنیاد رکھی۔ مختلف ادبی رسالوں کے ادارتی بورڈ میں شامل رہے۔ کئی مرتبہ داؤد ادبی انعام کے علاوہ حکومتِ پاکستان کی جانب سے ستارۂ امتیاز (۱۹۹۰ء) اور ہلالِ امتیاز (۱۹۹۴ء) جیسے اعلیٰ قومی اعزازات سے بھی نوازے گئے۔

چند کتب کے نام: تنقید اور تجربہ ، محمد تقی میر۔ ایک مطالعہ ، نئی تنقید ، ادب، کلچر اور مسائل ، ن م راشد۔ ایک مطالعہ ، قومی زبان ۔ یک جہتی نفاذ اور مسائل ، میرا جی۔ ایک مطالعہ ، قلندر بخش جرأت۔ لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر ، معاصر ادب ، دیوانِ حسن شوقی ، دیوانِ نصرتی ، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ، ادبی تحقیق ، تاریخ ادبِ اردو (جلد اول، جلد دوم: حصہ اوّل ۱۹۸۲ء۔ حصہ دوم ۱۹۸۲ء، جلد سوم ۲۰۰۶ء، جلد چہارم)، قدیم اردو کی لغت ، فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ ، قومی انگریزی اردو لغت ، حاجی بغلول ، پاکستانی کلچر ، حیرت ناک کہانیاں ، کلیاتِ میرا جی ، نہ ہوئی فرولی ، بارہ کہانیاں ، جانورستان ، ارسطو سے ایلیٹ تک ، برِصغیر میں اسلامی جدیدیت ، بوطیقا ، برِصغیر میں اسلامی کلچر]

(ماخذ: اہلِ قلم ڈائریکٹری ۲۰۱۰ء، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ فن اور شخصیت از عبدالعزیز ساحر، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

سی۔۶ ٹیکسیشن کالونی

گلبرگ نمبر۔۳، لاہور

۸رمئی ۱۹۷۲ء

مکرمی محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ ملا، یاد فرمائی کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ کی طویل بیماری کی خبر پڑھ کر تشویش ہوئی۔ خدا کرے اب آپ پورے طور پر صحت یاب ہو گئے ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ جنگ میں تبصرہ نیوز پرنٹ کی قلت کی وجہ سے نہ ہو سکا۔ حالات نے ایسا پژمردہ کر دیا ہے کہ اب زندگی میں دلچسپی کم سے کمتر ہو گئی ہے۔ مایوسی مسلمان کا شیوہ نہیں، لیکن مشرقی پاکستان میں جو کچھ اردو والوں کے ساتھ ہو رہا ہے، اس نے یاسیت کو زیادہ گہرا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر کرے۔

جنگ میں تبصرہ اگر ہو گیا ہو تو از راہِ کرم تراشا بھجوا دیجیے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ ۸ر مارچ کو شائع ہو گا۔

بھائی! نیا دور آپ کا پرچہ ہے۔ اردو میں بچوں کا ادب پر تبصرہ شائع ہو جائے گا۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو کسی سے بھی اپنی مرضی کے مطابق لکھوا کر بھجوا دیجیے، فوراً۔

جی ہاں! سندھ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے (۱)۔

آپ آج کل کیا لکھ رہے ہیں؛ کیا کر رہے ہیں؛ کہاں ملازمت ملی؟ جواب سے جلد سرفراز فرمائیے۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

احقر

جمیل جالبی

(۲)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۹ر ستمبر ۱۹۸۰ء

مکرمی محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ آپ بغیر ملے چلے گئے، شاید بہت مصروف تھے۔ یعقوب صاحب آئے تھے، کتابت کا نمونہ دکھا گئے تھے، پھر معلوم نہیں کیا ہوا؟

حیرت ناک کہانیاں (۲) کا مسودہ بھیج رہا ہوں۔ پہلے آپ پڑھ لیجیے اور اس کے بعد ان کی اشاعت کے بارے میں مطلع فرمائیے؛ رسید بھی جلد بھجوائیے۔

ارسطو سے ایلیٹ تک (۳) کا حساب تو بھجوائیے، بہت دن ہو گئے۔ آپ کا مقالہ اب تک نہیں پہنچا۔ شاید یونیورسٹی والے سو رہے ہیں۔ جن صاحب سے کہا تھا، وہ دو ماہ کی چھٹی پر ہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب نے کچھ بتایا؟ آج کل ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی صاحب (۴) بھی آئے ہوئے ہیں، انھیں بھی خط لکھیے۔

اُمید ہے اب آپ اپنے نئے مکان میں آرام سے زندگی گزار رہے ہوں گے۔

احقر

جمیل جالبی

(۳)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۵ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

برادرِ گرامی قدر!

سلامِ مسنون۔ نیا دور (۵) رجسٹری سے بھجوا دیا ہے، اُمید ہے مل گیا ہوگا۔

میں نے ایک خط عرصہ ہوا انوار احمد علوی (۶) کی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں لکھا تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ مرحوم اشاعتِ کتب کا انتظار کرتے کرتے جب تھک گئے تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کی بیوہ اور بچے میرے پاس آئے تھے، جو ایک معزز گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ انوار احمد صاحب، محسن کاکوروی (۷) کے پوتے اور صاحبِ نور اللغات (۸)

کے بھتیجے تھے۔ براہِ کرم ان کی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں جلد فیصلہ فرما دیجیے۔

۱۹رمئی ۱۹۸۰ء کا وہ خط، جو آپ نے انھیں لکھا تھا، میرے سامنے ہے(۹)۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

احقر

جمیل جالبی

(۴)

ڈی ۲۶، بلاک بی نارتھ ناظم آباد

کراچی۔۳۳

۱۶رفروری ۱۹۸۱ء

برادرم محمودالرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ مورخہ ۷رفروری ملا اور اس کے ساتھ تراشا بھی (۱۰)۔ میں نے جناب ہلال احمد زبیری (۱۱) کو فون پر بتا دیا ہے کہ وہ جلد از جلد مسودہ آپ کو بھجوا دیں، تا کہ آپ جلد از جلد فیصلہ کر سکیں۔ چاہیں تو پڑھنے اور رائے کے لیے اسے مجھے بھجوا دیجیے گا، یا پھر محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کو، بلکہ ان کو ہی بھجوا دیجیے گا۔ آپ کا تراشا میں کسی دن جا کر خود زبیری صاحب کو دے آؤں گا۔ میں نے ان سے اس تأثراتی مضمون کا ذکر کر دیا ہے، وہ بہت خوش ہوئے۔ وہ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کی زندگی پر ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ آپ کا مضمون دلچسپ ہے، بے حد پسند آیا، ماشاءاللہ۔

آپ سے میں نے اپنے ایک کام کے لیے کہا تھا۔ وہ ضرورت تھی، مگر آپ نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ شکایت دوستوں کی امانت ہوتی ہے، سو میں نے آپ کو لوٹا دی ہے۔ وہ کام اگر آپ اب بھی فوراً کر دیں تو میرے لیے فائدہ مند ہو گا۔ اگر کسی وجہ سے آپ نہ کر سکیں تو مجھے فوراً مطلع کریں، تاکید ہے۔

پاکستانی کلچر (۱۲) کتابت ویسی نہیں ہوئی، جیسی متوقع تھی۔ بہرحال کاتب صاحب کو بلا کر میں نے سمجھا دیا ہے، وہ تصحیح کے ساتھ کئی صفحے پھر سے لکھیں گے۔ نوراللغات میں یعقوب صاحب کو دے دوں گا، جب وہ مجھ سے کہیں گے، آپ فکر نہ کریں (۱۳)۔ آپ نے جب بھی کچھ کہا ہے، میں نے اسے بہ نامِ سید کیا ہے۔ تیسری جلد تاریخِ ادبِ اردو (۱۴) کی چل رہی ہے۔ دوسری میں نے بھجوادی تھی۔

شوق قدوائی (۱۵) کی منظومات آپ کے پاس ہیں۔ یہ آپ نے اچھا کیا مجھے بتا دیا، میں آپ سے لے لوں گا۔

علامہ تمنا عمادی بڑے عالم اور صاحبِ دانش آدمی تھے۔ ان کی غزلیں میں آن کر دیکھوں گا۔ ان شاءاللہ علامہ کا ذکر بھی تاریخ میں آئے گا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

آپ نے اپنی صحت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ کیسے ہیں؛ کیونکر ہیں اور کیوں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ

آپ کا

جمیل جالبی

(۵)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی۔۳۳

۷/اپریل ۱۹۸۱ء

برادرم ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ کل جنگ اخبار میں آپ کی خبر پڑھی، جی خوش ہوا۔ خدا آپ کو خوش رکھے اور زندگی میں ہر قسم کی کامیابی و کامرانی سے بامراد کرے۔ خدا کرے آپ خیریت سے ہوں اور ہر قسم کی الجھنوں سے محفوظ ہوں۔

مضمون کا پیشگی شکریہ۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ اردو میں لکھ دیجیے اور جنگ میں چھپوا دیجیے، مگر جلد۔

نور اللغات کے بارے میں، میں نے جو کچھ لکھا ہے(۱۶)، وہ مفید ہے۔ اس سے لغت کی اہمیت بڑھ جائے گی اور جن لوگوں کے پاس یہ لغت پہلے سے موجود ہے، وہ ان اضافوں اور اصلاحوں کی وجہ سے دوبارہ خریدنے کی طرف مائل ہوں گے۔ بہر حال آپ جانیں، اپنا کام تو بتانا ہے، سو بتا دیا۔

یعقوب صاحب بھول گئے ہوں گے۔ مجھ سے انھوں نے یہی بتایا کہ آپ کی جلدیں خراب ہونے کے بارے میں انھیں کچھ معلوم نہیں ہے، آئندہ احتیاط کریں گے۔ جب یہ بات ان کے علم میں تھی تو انھیں بتانی چاہیے تھی۔ آپ کے خط سے اس امر کی تصدیق ہوگئی کہ آپ نے انھیں لکھ کر بتایا اور یعقوب صاحب کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ بھول گئے۔ بہر حال اب وہ یقیناً احتیاط کریں گے۔ میں ایک ایک جلد کر کے انھیں دے دوں گا۔ وہ جلد جو چھپ گئی ہے، مجھے حسبِ وعدہ عنایت فرمائیے۔

نیا دور کو باقاعدگی سے شائع کرنے کے انتظام کر لیے ہیں۔ نیا پرچہ چھپ گیا ہے۔ سرورق باقی ہے، ان شاء اللہ جلد آ جائے گا۔

مترجمین کی فہرست ملی، اس کے لیے شکر گزار ہوں اور اس لیے بھی کہ آپ نے [خط کا بقیہ حصہ دستیاب نہ ہو سکا]۔

[جمیل جالبی]

(۶)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی۔۳۳

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۲/جون ۱۹۸۱ء

مکرمی ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ ملا، یادفرمائی کا شکریہ۔ میں کام میں دیر نہیں کرتا، اسی وقت میں نے شفیع عقیل صاحب (۱۷) سے بات کی۔ دوسرے دن ان کا پھر فون آیا اور بتایا کہ منگل کے میگزین میں آپ کا مضمون شائع ہورہا ہے۔ یہ آج کے اخبار جنگ میں شائع ہوگیا ہے، خوش ہوجایئے۔ جون میں آپ تشریف لارہے ہیں، ان شاء اللہ ملاقات ہوگی۔

میں نے پچھلے خط میں بھی بتایا تھا کہ پاکستانی کلچر کی طباعت تو کیا، ابھی تصحیح کا کام بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ جس رفتار سے کام ہورہا ہے، سال دو سال میں شائع ہو ہی جائے گی۔ آپ خود ان کو لکھیے، تاکہ وہ اسے جلد شائع کرنے کی طرف متوجہ ہوں، لیکن آپ خود ماشاء اللہ اتنے مصروف ہیں کہ کچھ عرصے بعد پھر، مجھ سے ان شاء اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ پاکستانی کلچر کی طباعت کا کام شروع ہوچکا ہوگا؟ اور میں ان شاء اللہ پھر یہی جواب آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

پچھلے خط میں اور فون پر بھی زبانی عرض کیا تھا کہ نور اللغات کی باقی دونوں جلدیں (دو ماہ قبل) ذہین عالم صاحب نے مجھ سے لے کر یعقوب صاحب کو دے دی ہیں۔ ان سے پوچھیے کہ وہ جلدیں مجھے کب تک واپس فرمائیں گے؟

نیا دور کی اشاعت کو اب باقاعدہ کررہا ہوں۔ اب ہر تیسرے مہینے پابندی سے آئے گا، ان شاء اللہ۔

آپ آج کل ماشاء اللہ خوب لکھ رہے ہیں۔ ماہِ نو میں بھی آپ کا مضمون نظر سے گزرا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن کو روشنی سے ہمیشہ معمور رکھے۔

دُعاگو و دُعاجو

جمیل جالبی

(۷)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی۔۳۳

۲۷/جولائی ۱۹۸۱ء

مکرمی!

تسلیم۔ میں نے مسلم میں وہ خط پڑھ لیا ہے اور اس کا جواب لکھ کر بھجوا رہا ہوں، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟ جب لوگ دیکھنا بند کردیتے ہیں اور اسی گڑھے میں پڑے رہنا چاہتے ہیں تو سوائے دُعا کے اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ اگر منظور احمد، یا خط لکھنے والا، اردو میں لیکچر نہیں دے سکتے، کیونکہ ان کی تربیت نہیں ہوئی ہے اور وہ اردو میں لیکچر دینے کے لیے کسی قسم کی محنت کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں تو پھر یہ قوم اسی طرح مسائل میں الجھی رہے گی۔ مسئلہ انگریزی کو بحیثیت زبان ترک کرنے کا نہیں ہے، بلکہ اسے بطورِ ذریعۂ تعلیم ترک کرنے کا ہے۔ انگریزی پڑھایئے؛ ضرور پڑھایئے، لیکن ذریعہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تعلیم اردو کیجیے، تا کہ قوم کی تخلیقی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔

یعقوب صاحب کو آج فون کیا تھا۔ وہ کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ کاپیاں پریس بھیجنے والے ہیں، اگر آپ ان سے تعداد کے بارے میں کہہ دیں گے تو وہ اس پر عمل کریں گے۔

آپ نے ایک چیک دیا تھا، کل ڈاک سے بنک سے واپس آ گیا ہے، ارسالِ خدمت ہے۔

آپ کب جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران کرے اور خوش و خرم رکھے۔ اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۸)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی۔۳۳

۱۰ر نومبر ۱۹۸۱ء

برادرِ عزیز محمود الرحمٰن صاحب!

سلام مسنون۔ کچھ بیمار ہو گیا تھا، اس لیے خط میں تاخیر ہو گئی۔ آپ کی بپتا سنی، بلکہ پڑھی۔ بیوروکریسی نے اس ملک کے نظام کو تباہ کر دیا گیا [کذا] ہے۔ اصل کام بند، صرف خط بازی جاری ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے: صفر۔

آپ نیا دور پر مسلم میں تبصرہ کر دیجیے۔

میں اسلام آباد ۲۱ر نومبر کو ان شاء اللہ آ رہا ہوں۔ پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کا سیمینار ہے: اقبال کا تصورِ ثقافت۔ دو تین دن رہوں گا۔

نیا دور کی ایک کاپی آپ کو پیش کر دوں گا۔ فی الحال آپ اپنی کاپی خرید لیجیے۔ آپ نے نیا دور پسند کیا، میں خوش ہوا اور دل بڑھا۔

انوار احمد علوی صاحب کی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں جلد فیصلہ کر دیجیے۔ ان کی بیوہ اور بچے کئی بار آ چکے ہیں۔ وہ خط، جس کا میں نے اپنے خط میں ذکر کیا تھا، وہ میں علوی صاحب کے ہاں سے جا کر لے آیا۔ یہ خط آپ نے ۱۹ر مئی ۱۹۸۰ء کو لکھا تھا اور اس کی نقل برائے اطلاع اظہار احمد خان صاحب کو کراچی بحوالہ مکتوب این۔ بی ایف ر آر ڈی ر کے۔ جی بی ر ۸۰ ڈی۔ ۱۰۴۱ مورخہ ۱۲ر مئی ۱۹۸۰ء روانہ کی تھی۔ آپ کا حوالہ نمبر جو خط پر درج ہے: GBD,dt20-5-1980D.NO:017

اُمید ہے اب آپ کو خط تلاش کرنے میں آسانی ہوگی۔

مضمون جب فرصت ہو لکھیے، میں تو منتظر ہوں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اُمید ہے آپ، بھابی صاحبہ اور بچے سب خیریت سے ہوں گے، ان شاءاللہ اسلام آباد میں ملاقات ہوگی۔
ملا تجسسو کا حوالہ پُر لطف تھا، جی خوش ہوگیا۔

احقر

جمیل جالبی

(۹)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۲۵ر اپریل ۱۹۸۲ء

مکرمی ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون ۔ آپ کا گرامی نامہ (نمبر این بی ایف رجنرل ر۱۵۰ر۸۰-۴۷ مؤرخہ ۲۰ر اپریل ۱۹۸۲ء) ابھی ابھی موصول ہوا، اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ کا جواب مبہم اور غیر واضح تھا۔ میں نے اپنے خط میں عرض کیا تھا کہ میری کتاب پاکستانی کلچر، جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے، گذشتہ پانچ سال سے آپ کے ہاں زیرِ اشاعت ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ کتاب آپ شائع نہیں کر سکتے (ادارے کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں) تو اس کا مسودہ آپ پہلی فرصت میں واپس کر دیجیے۔ آپ نے اس گزارش کے جواب میں لکھا ہے کہ: ''آپ کا خط متعلقہ شعبے کو بھجوا دیا ہے''۔ آپ نے اچھا کیا، لیکن میں نے متعلقہ شعبے کی بات نہیں کی تھی، یہ آپ کا اپنا کام ہے۔ میں نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں دوٹوک بات کی تھی۔ براہِ کرم واضح الفاظ میں لکھیے کہ یہ کتاب آپ شائع کریں گے، یا نہیں؟ اگر کریں گے تو کب تک؟ اور شائع نہیں کریں گے تو مسودہ واپس کر دیجیے۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ ذرا سی بات کو طول دینے سے کیا حاصل؟ طلبہ و اساتذہ کتاب نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہیں۔ آپ بات کی اہمیت پر تو غور فرمائیے۔ دوسری کتاب کا مسودہ بھی اب تک موصول نہیں ہوا۔ توجہ فرمائیے، شکریہ۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

احقر

جمیل جالبی

(۱۰)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۱۵ر فروری ۱۹۸۳ء

مکرمی ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ ملا اور ساتھ چیک بھی۔ مجھے تو یاد بھی نہیں کہ آپ نے یہ رقم مجھ سے کب لی تھی؟ حسابِ دوستاں در دل۔ بہرحال شکریہ۔ پانچ سو روپے بیگم کامل القادری کو بھجوا دوں گا۔ مناسب یہ ہے کہ نام بھی ظاہر کر دیا جائے، کوئی برائی نہیں۔ جہاں تک ممکن ہے، ان کے بچوں کی دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ اللہ رازق ہے اور وہی پالن ہار ہے۔ کامل القادری کی وفات اچانک ہوئی (۱۸)۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے، آمین۔

آپ کی بپتا پڑھی، افسوس ہوا، لیکن میرا خیال ہے کہ جب آپ وہاں گئے ہیں تو کم از کم تین سال تو اس کام کو کریں، تاکہ اتنا پس انداز کر لیں کہ یہاں آ کر کوئی کام کر سکیں۔ پچاس ہزار روپے سے اس افراطِ زر کے زمانے میں کوئی کاروبار شروع کرنا مشکل ہے۔ اشاعت کا کام اچھا ہے، آپ کی مرضی کے مطابق ہے، لیکن ہر کاروبار کی طرح اس کے بھی مسائل ہیں، خصوصاً: کتاب کی فروخت۔ چار پانچ سال محنت کریں گے تو ان شاء اللہ جم جائیں گے، مگر اس عرصے میں گھر چلانے کے لیے بھی رقم ہونی چاہیے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آئندہ دو سال میں آپ تقریباً دو لاکھ روپے بچا سکیں گے تو اس مصیبت کو دل جمعی کے ساتھ برداشت کر لیجیے۔ نوکری، نوکری ہے؛ یہاں کی ہو، یا وہاں کی۔ اگر اشاعت کا ارادہ ہے تو ضرور کیجیے، مگر ذرا سا رُک کر، تاکہ کچھ رقم ہاتھ میں آ جائے۔ اس عرصے میں کاروباری معاملات کا مزید تجربہ ہو جائے گا اور آپ کے ذہن کی تربیت بھی ہو جائے گی، میرا خیال تو یہ ہے۔ دُور کے ڈھول سہانے کی مثل تو آپ نے سنی ہوگی، لیکن اب اس کا تجربہ بھی آپ کو ہو گیا۔ اس تجربے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رحمٰن پبلی کیشنز نام اچھا ہے۔ اشاعتی کاروبار میں گنجائش بھی ہے، مگر ذرا سی رقم آپ کے پاس اور ہو جائے۔ بچوں کا رسالہ بھی فائدہ مند ہو سکتا ہے اور بچوں کی کتابیں بھی منافع بخش ہو سکتی ہیں۔ یہ لائن تو خالی پڑی ہے۔ ڈاکٹر احسن فاروقی (۱۹) کی انگریزی ادب کی تاریخ (۲۰) میرے پاس ہے۔ آپ آئیں گے تو پروگرام بنائیں گے، ذہن میں بہت سی باتیں ہیں، ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔

حیرت ناک کہانیوں کا یہ ہوا کہ جب میں نے مسودے کی واپسی کے لیے پھر لکھا تو مسودہ ایم ڈی نے منگایا، پڑھا اور اس کی اشاعت کی منظوری دے دی۔ یہ ادارہ اتنا سست رو ہے کہ ایک کتاب کی اشاعت پر کئی کئی سال لگا دیتا ہے۔ اب کتابت و تصحیح ہو گئی ہے؛ کاپیاں جڑ رہی ہیں۔ اُمید ہے چند ماہ میں شائع ہو جائے گی۔

میں کسی سے آپ کی بات کا ذکر نہیں کروں گا، آپ اطمینان رکھیے، یہ میری عادت ہے۔ حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل ہونے پر دلی مبارکباد۔ خدا اور اس کا حبیب قبول فرمائے، ماشاء اللہ۔

اپنی صحت کا خیال رکھیے۔ لکھنے پڑھنے کے سلسلے کو کم از کم پڑھنے کی حد تک باقی رکھیے۔

نیا دور کا تازہ شمارہ آنے والا ہے۔ ان شاء اللہ بھجوا دوں گا، مگر سنا ہے وہاں بہت عرصے میں ملتا ہے۔ اگر کوئی زحمت ہو تو وہ لکھ دیجیے۔ میں نے پچھلی دفعہ ایک رسالہ ایک عزیز کو بھیجا تھا، وہ چھ ماہ بعد انھیں ملا۔

میرا خیال ہے کہ آپ کی سب باتوں کا جواب خطِ خفی سے لکھے ہوئے اس خط میں آ گیا ہے۔

خدا آپ کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے اور عمرِ دراز عطا فرمائے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

احقر

جمیل جالبی

(۱۱)

ڈی ۲۶ ۲، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۴؍مئی ۱۹۸۳ء

برادرِ گرامی قدر!

سلام مسنون ۔۲۳؍اپریل کا گرامی نامہ آج ۴؍مئی ۱۹۸۳ء کو موصول ہوا۔آپ کے خط سے جس کرب کا پتا چلا وہ انتہائی تشویشناک ہے؟ آپ نے جو بیماری کی کیفیت بیان کی ہے، اس میں احساسِ تنہائی اور پیشے کی خرابی کے علاوہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پریشانیوں کی وجہ سے بلڈ پریشر بھی بڑھ گیا ہے، فوراً توجہ دیجیے؛ علاج کیجیے؛ آرام کیجیے اور پابندی سے دوا کھائیے۔غذا کی احتیاط بھی ضروری ہے۔

میرا خیال ہے کہ اشاعت کا کام اچھا ہے، لیکن اس سے بہتر اسکول قائم کرنا ہے۔آپ اپنی دونوں اسکیموں کی تفصیل مجھے بھجوائیے۔ان کو دیکھ کر میں صحیح مشورہ دے سکوں گا۔چھٹیوں میں آپ آئیں تو آرام کر کے اسکول کی طرف توجہ دیجیے۔اشاعت کا کام بھی کچھ عرصے بعد شروع کیا جا سکتا ہے۔آپ لوگوں سے مسودات لیں گے، یا ان سے کتابیں لکھوائیں گے، اس میں بھی وقت لگے گا۔فی الحال اسکول قائم کر لیجیے۔اس کی آمدنی سے اشاعتی ادارہ چلائیے۔ان شاء اللہ کامیاب رہیں گے۔اشاعتی ادارہ فوراً آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔

آپ اپنا Bio-Data بھجوا دیجیے۔مقتدرہ ان حالات میں مناسب ہو سکتا ہے، مگر فوراً بھجوائیے۔اپنے اشاعتی اور اسکول کے منصوبوں کے ساتھ ہی ڈاکٹر بلوچ (۲۱) کا ادارہ بھی مفید ہو سکتا ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ مقتدرہ میں امکانات روشن نظر آتے ہیں۔بہت سے لوگ، جو مقتدرہ کا دفتر کراچی سے اسلام آباد جانے پر مستعفی ہو جائیں گے، ان کی جگہ پر آپ کا تقرر ہو سکتا ہے۔میں بھی وحید قریشی صاحب (۲۲) سے بات کروں گا۔آپ بھی اسلام آباد آ کر ان سے ملیے گا۔

شعر و شاعری اچھا مشغلہ ہے۔خدا کی دین ہے۔اس سے تزکیۂ نفس ہوتا رہتا ہے اور آدمی ہلکا ہو جاتا ہے۔آپ کی غزلیں پڑھیں اور آپ کے جذبات و احساسات کا اندازہ ہوا۔دونوں غزلیں خوب ہیں۔ربِ زدنی علماً

نیا دور میں آج ہی اسلام آباد بھجوا رہا ہوں۔میں ہندوستان سے ابھی ہفتہ عشرہ ہوا واپس آیا ہوں۔دہلی، حیدر آباد، لکھنؤ کے علاوہ علی گڑھ اور جے پور بھی گیا، وہاں کی انجمنوں نے بلایا اور لیکچر دلوائے۔اچھا وقت گزرا۔بیگم ساتھ تھیں۔بہت اچھا رہا۔

مختار زمن صاحب (۲۳) ابھی آئے تھے، ان سے بھی ذکر کر دیا اور آپ کے پیراگراف کا مطلب سنا دیا۔[خط

کی اختتامی سطور دستیاب نہیں]۔

[جمیل جالبی]

(۱۲)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۳/اگست ۱۹۸۳ء

مکرمی ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

سلامِ مسنون۔ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کا دفتر (مقتدرہ قومی زبان) اسلام آباد منتقل ہو گیا ہے۔ڈاکٹر صاحب بھی ۴/اگست کو اسلام آباد چلے جائیں گے۔ میں نے ان سے دوبار آپ کا ذکر کیا تھا۔انھوں نے کہا ہے کہ آپ ان سے مل لیں۔ان کا دفتر اکادمی ادبیاتِ پاکستان کے پاس کہیں ہے۔ براہِ کرم اپنے کوائف کی ایک نقل بھی اپنے ساتھ لے جائیے گا۔آپ نے جو پروگرام بنایا تھا، وہ کہاں تک پہنچا؟ کیا ارادہ ہے؟

بیوی بچے کیسے ہیں؟ سب کو دُعا وسلام۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت اور صحت مند ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۱۳)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۱۵/اکتوبر ۱۹۸۳ء

مکرمی!

سلامِ مسنون۔آپ کا مبارک نامہ ملا، جس کے لیے تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔آپ اطمینان سے واپس آ جائیں، اس کے بعد ان شاء اللہ کئی مسودے آپ کو اشاعت کے لیے فراہم کروں گا۔شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ سے بھی آپ کا رابطہ قائم کرایا جا سکتا ہے۔آپ کا خط شمیم احمد صاحب (۲۴) کو بھجوا دیا گیا ہے۔

مقتدرہ کا دفتر اسلام آباد پہنچ گیا ہے۔اب اس کا نام ادارہ قومی زبان کر دیا گیا ہے۔ میں نے آپ کے سلسلے میں ڈاکٹر وحید قریشی سے بات کر لی تھی۔ڈاکٹر احسن فاروقی صاحب کی کتاب تاریخ ادبِ انگریزی میں نے ٹائپ کرا لی ہے، اس پر نظرِ ثانی کرنا ہے۔ان کے ناول، انشائیہ، افسانوں اور تنقیدی مضامین کے مجموعے بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ہیں، جو آپ کے ادارے کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔ بہر حال آپ وہاں سے ساتھ خیریت کے واپس آ جائیں، پھر اس کام کو شروع کریں گے۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

احقر

جمیل جالبی

(۱۴)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۱۸؍جنوری ۱۹۸۴ء

مکرمی!

سلام مسنون۔ آپ کا گرامی نامہ ملا، جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ اب پاکستان آنے والے ہیں۔ ان شاءاللہ میرا تعاون آپ کو پوری طرح حاصل رہے گا۔ جب کبھی آپ کا کراچی آنا ہو گا تو مسودات کے موضوع پر بالمشافہہ تبادلۂ خیال ہو گا۔

غزل کے بارے میں آپ کی 'غزل' دلچسپی سے پڑھی، لطف آیا۔ آپ نے غزل کی وسعت کو خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ غزل پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہے۔

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس نے میری پانچ چھے کتابیں شائع کی ہیں اور اب تاریخِ ادبِ اردو کی جلد دوم، جو دو حصوں پر مشتمل ہے اور حال ہی میں پاکستان سے شائع ہوئی ہے، اب یہی ادارہ دہلی سے شائع کر رہا ہے۔

عرب ٹائمز کے تراشے کے لیے بھی شکر گزار ہوں۔ حسرت و یاس، لیکن دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ یہ خط اسلام آباد کے پتے پر ارسال کر رہا ہوں۔

اُمید ہے آپ سب لوگ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۱۵)

ڈی ۲۶، بلاک بی نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۸/اپریل ۱۹۸۴ء

مکرمی!

سلامِ مسنون۔ ابھی آپ کا گرامی نامہ دستی موصول ہوا، جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ کی غزل کہیں کاغذوں میں دبی ہوئی ہے اور اسے تلاش کرنا سرِ دست میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ براہِ کرم آپ اسے لکھ کر براہِ راست جنگ، یا اخبارِ جہاں کو بھجوا دیجیے۔

آپ کا پروگرام درست ہے۔ پبلشنگ ہاؤس اور اسکول دونوں ساتھ ہی چلائیے، اللہ کامیاب کرے۔ خوشی ہوئی کہ آپ کا تحقیقی مقالہ اسلام آباد سے شائع ہو رہا ہے۔ میں اس کے لیے کیا لکھ دوں؟ کیا پیش لفظ؟ جسے آپ کتاب میں شامل کریں، یا مختصر سی رائے، جسے آپ فولڈر پر شائع کریں۔ چونکہ مقالہ میرے سامنے نہیں ہے، اس لیے ذہن پر بہت زور ڈالنا پڑے گا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

آپ کا فون نمبر نوٹ کر لیا ہے۔

جمیلہ ہاشمی (۲۵) کا پتا یہ ہے: السیر، ۳۱۔ سینٹ جونز پارک، لاہور چھاؤنی

ان شاء اللہ کتاب کا مسودہ بھی آپ کو ضرور دوں گا۔ بانو قدسیہ (۲۶) اور اشفاق احمد (۲۷) کے ٹی وی ڈراموں کے مجموعے کی اشاعت اچھی رہے گی۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ صحت کا خیال رکھیے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۱۶)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی۔ ۳۳

۵/دسمبر ۱۹۸۴ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب!

السلامُ علیکم۔ گرامی نامہ ملا، جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ شیما کا فون آیا تھا، وہ آرٹس کونسل میں داخلہ چاہتی ہیں، داخلے وہاں بند ہو گئے ہیں۔ مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں خود جا سکوں۔ میں نے کہا ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز کے ساتھ آرٹس کونسل جا کر معلومات حاصل کر لیں اور مجھے بتائیں، تا کہ میں متعلقہ آدمی سے کہہ سکوں۔

اصطلاحاتِ فنونِ طباعت و ترسیم ہمارے یہاں شعبۂ تصنیف و تالیف کے مطابق نظرِ ثانی کا [کی] محتاج ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ڈی لٹ کے لیے کوئی اور موضوع سوچیے گا (۲۸)، اس لیے کہ یہ سارا مواد آپ کو انڈیا آفس ربر ٹش میوزیم اور ہندوستان سے دستیاب ہو سکے گا۔ ویسے جب ملاقات ہوگی تو اس موضوع پر گفتگو ہوگی، ان شاء اللہ۔

اردو میں بچوں کا ادب جلد شائع ہونا چاہیے۔ شعبۂ تصنیف و تالیف کے دائرہ کار میں اس کی اشاعت نہیں آتی۔ میرا خیال ہے کہ آپ مجلس ترقیِ ادب سے بھی رجوع فرمائیں۔

اُمید ہے آپ بخیریت و عافیت ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۱۷)

ڈی ۲۶، بلاک بی، نارتھ ناظم آباد

کراچی ۔۳۳

۲۱/جنوری ۱۹۸۵ء

مکرمی!

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ ابھی تین دن پہلے بٹیا نے مجھے پہنچایا۔ وہ مصروف تھیں، اس لیے خط پہنچانے میں تاخیر ہو گئی۔ فرہنگِ اصطلاحاتِ طباعت وترسیم پر کام ہو رہا ہے، ان شاء اللہ فائنل پروف آپ کو بھجوا دیے جائیں گے۔ جامعہ کراچی فی الحال باہر کے مصنفوں کی کتابیں شائع نہیں کر رہی ہے، اس لیے بچوں کا ادب جامعہ کراچی سے شائع کرنا ممکن نہ ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ پی ایچ۔ ڈی کی طرح، اگر آپ ڈی لٹ بھی سندھ یونیورسٹی سے کریں تو مناسب ہوگا۔ محترمی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کی نگرانی میں یہ کام مناسب رہے گا۔ موضوع ٹھیک ہے۔ آپ کا مضمون جامعہ کراچی کے سابق رجسٹرار سید محمد نجم الدین (۲۹)، میں نے فرمان فتح پوری صاحب کو بھجوا دیا ہے۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

جمیل جالبی

(۱۸)

مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد

یکم اپریل ۱۹۹۱ء

محترمی!

السلامُ علیکم۔ ابھی ابھی آپ کا گرامی نامہ ملا اور آپ کا مضمون دفتری اردو۔ ایک جائزہ بھی، دونوں کے لیے

شکر گزار ہوں۔

اس سے پہلے بھی آپ کا خط مجھے مل گیا تھا، جس میں آپ نے اردو کی نئی لغت اور ڈاکٹر احسن فاروقی کے بارے میں اپنے مضامین کی عکسی نقول فراہم کی تھیں۔ ڈاکٹر احسن فاروقی کے بارے میں آپ کا مضمون پڑھ کر، یادوں کی ایک بستی آباد ہوگئی۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

ستارۂ امتیاز کا اعزاز ملنے پر آپ نے جس محبت سے مجھے خط کے ذریعے اور بالمشافہہ مبارکباد دی ہے، اس کے لیے میں آپ کا حد درجہ شکر گزار ہوں۔ ہر ہفتے آپ مسلم میں مشاہیرِ علم و ادب کے بارے میں مفید کالم لکھ کر پڑھنے والوں کے ذہن میں ان کی یاد تازہ کرنے کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند و سلامت رکھے۔

ڈاکٹر صاحب! میں آپ کو کبھی نہیں بھولا، بلکہ ہمیشہ لوگوں سے آپ کی خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کا مخلص
جمیل جالبی

حامد اللہ افسر میرٹھی

[حامد اللہ افسر (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۶۸ء) نے آبائی وطن میرٹھ سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ اخبار نویسی سے منسلک رہے، پھر گورنمنٹ جوبلی کالج، لکھنؤ میں درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ شاعری، افسانہ اور تنقید میں کتب تصنیف کیں، مگر صحیح معنوں میں افسر صاحب کی تخلیقی جہت بچوں کے ادب میں کھل کر سامنے آئی۔ انھوں نے بچوں کے لیے متعدد کہانیاں، نظمیں اور جھولنے لکھے۔ ان کی تحریریں مختلف ادبی پرچوں اور بچوں کے رسالوں میں شائع ہوتی رہیں۔ چند اہم کتب: پیامِ روح، حق کی آواز، جوئے رواں، چار چاند، ڈالی کا جوگ، آنکھ کا نور، پرچھائیاں، نورس، نقد الادب، تنقید کی تاریخ اور اس کے اصول، کتابوں کی جنگ، تنقیدی اصول اور نظریے، ہفت منظر، ماہِ نو، جانوروں کی عقل مندی، گلیور کا سفر نامہ، مکانوں کی کہانی، علاوہ ازیں متعدد نظمیں، جھولنے اور کہانیاں]

(ماخذ: تذکرۂ معاصرین از مالک رام)

(۱)

Cosy Corner, Shah Ganj

Luckhnow

یکم مئی ۱۹۵۷ء

عزیزِ محترم جناب کاکوی صاحب!

السلامُ علیکم۔ عید کی مبارکباد قبول فرمایئے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کیا کہتے ہوں گے؟ آپ نے اپنی چار کتابیں مجھے تحفتاً عطا فرمائیں (۱) اور میں آج تک ان کی رسید بھی نہ بھیج سکا۔

میرے عزیز دوست! میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ دم لینے کی مہلت نہیں ملتی، خصوصاً: آج کل تو امتحانات کا زمانہ ہے۔ چاروں طرف کاپیوں کا ڈھیر ہے اور میں ہوں اور ہر روز کاپیوں کے بڑے بڑے پارسل چلے آ رہے ہیں۔ آج عید کا دن ہے۔ آج میں امتحان کا کام نہیں کروں گا۔ صبح سے بیٹھا ہوا نجی خطوں کے جواب لکھ رہا ہوں۔

یوں تو اردو میں بچوں کے لیے سب ہی لکھنے والوں کی میری نظر میں بڑی وقعت ہے۔ اردو کو محفوظ رکھنے اور پروان چڑھانے کا اصل کام یہی لوگ کر رہے ہیں، مگر آپ تو خصوصیت کے ساتھ بچوں کا بڑا صحت منداور انتہائی دلچسپ ادب پیش کر رہے ہیں۔ میں اکثر بچوں کے رسالوں میں آپ کی کہانیاں اور نظمیں پڑھتا رہتا ہوں اور خوش ہوتا رہتا ہوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے، آپ بڑا کام کر رہے ہیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی کتابیں میں نے ابھی پڑھی نہیں ہیں۔ فرصت ملے تو میں ان کا ایک ایک [حرف] پڑھوں گا اور اس اُمید کے ساتھ پڑھوں گا کہ ان سے خود مجھے کچھ حاصل ہوگا، یعنی بچوں کے لیے لکھنے کا ڈھنگ آئے گا۔

اُمید ہے کہ آپ اتنی دیر میں خط لکھنے کے لیے مجھے معاف فرمائیں گے۔ کتابوں کا شکریہ قبول فرمایئے۔

نیاز مند

حامداللہ افسر

(۲)

کوزی کارنر

شاہ گنج لکھنؤ

۴رنومبر ۱۹۶۰ء

محبِ محترم!

السلامُ علیکم۔ آپ کا خط مجھے ستمبر میں ملا تھا، اس وقت میری صحت ٹھیک نہیں تھی اور تبدیلِ آب وہوا کی غرض سے لکھنؤ سے باہر چلا گیا تھا۔ دیہات کی آب وہوا بڑی خوشگوار اور صحت بخش تھی اور میں جتنے دن کے قیام کے ارادے سے گیا تھا، اس سے بہت زیادہ عرصہ تک وہاں مقیم رہا۔ آج واپس آیا تو ڈاک میں آپ کا ایک کارڈ بھی ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ جواب میں بہت تاخیر ہوگئی۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ بچوں کے ادب پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ بچوں کے ادب کی طرف اردو کے بہی خواہوں نے بہت ہی کم توجہ کی ہے۔ آپ کے سوالوں کے جواب حاضر ہیں:

۱۔ اردو میں بچوں کے ادب کی طرف بہ نسبت پہلے کے آج کل توجہ کچھ زیادہ ضرور ہے، پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ترقی کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو لوگ صحیح قسم کا ادبی ذوق رکھتے ہیں اور جنھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے، وہ بچوں

کے ادب کے لیے خود کو وقف کر دیں۔ ایسے اگر پچاس ساٹھ آدمی پیدا ہو جائیں تو ان میں سے دو چار بچوں کے اچھے ادیب اردو کو میسر آ جائیں گے۔

۲۔ یوں تو بچوں کے لیے نظمیں اردو کے بالکل ابتدائی دکنی دور میں بھی لکھی گئی ہیں، مگر وہ مذہبی رنگ کی ہیں (۲)۔ نظیر اکبر آبادی نے خاص طور پر بچوں کے لیے کوئی نظم نہیں لکھی (۳)، مگر ان کی بہت سی نظموں کا شمار بچوں کی نظموں میں ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان کی بعض نظمیں بچوں کے لیے بہت موزوں ہیں۔ مولوی محمد حسین آزاد (۴)، مولانا حالی (۵) اور مولوی محمد اسمٰعیل (۶) نے قریب قریب ایک ہی زمانے میں بچوں کے لیے نظمیں لکھی ہیں۔ ان میں آزاد کی بعض نظموں میں شاعرانہ تخیل کی جھلک موجود ہے؛ حالی کی نظمیں بالکل خشک اور بے مزہ ہیں، جن سے بچوں کو کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسمٰعیل نے بچوں کی ریڈروں کا سیٹ تیار کیا تھا، اس کے لیے انھیں نظمیں لکھنی پڑیں۔ ان کے یہاں روانی بہت ہے، مگر شاعرانہ تخیل سے ان کی نظمیں بھی محروم ہیں۔ دوسری خرابی ان کی نظموں میں یہ ہے کہ وہ سرتاسر اخلاقی ہیں۔ اسمٰعیل کی نظمیں صرف درسیات کے کام کی ہیں۔ بچوں کے ادب میں جب مقصدیت ادبیت پر غالب آ جاتی ہے تو وہ بوجھل ہو جاتا ہے اور بچے اس سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ ایسا ادب میرے نزدیک بچوں کا ادب نہیں رہتا، بلکہ تربیتی ادب ہو جاتا ہے۔

۳۔ بچوں کے لیے نثر لکھنے کا رواج بھی اردو کے دکنی دور ہی سے ہے۔ وہ اردو کا بالکل ابتدائی دور تھا اور ہمارے صوفیۂ کرام نے اسلام کے ابتدائی مسائل اور نماز روزے کی تلقین کے لیے کچھ کتابیں لکھی تھیں، جن کا مقصد زیادہ تر یہی تھا کہ ان کی مدد سے بچوں کو مذہبی تعلیم دی جائے۔ باغ و بہار بچوں کے لیے نہیں، بلکہ ان بڑی عمر کے لوگوں کے لیے لکھی گئی تھی، جو سول سروس میں تھے اور انگریز تھے۔ نثر کی ابتدائی کوششیں بھی مولوی محمد حسین آزاد اور مولوی محمد اسمٰعیل کی مرہونِ منت ہیں۔ ان دونوں حضرات نے اردو کی ابتدائی درسی کتابیں لکھی تھیں۔ ان ہی کتابوں کے لیے انھیں نثر کے مضامین لکھنے پڑے۔

۴۔ مولوی نذیر احمد اور راشد الخیری صاحب کے ناول اچھی خاصی عمر کی لڑکیوں کے لیے لکھے گئے۔ ان کا شمار بھی بچوں کے تربیتی ادب میں ہو سکتا ہے، لیکن انھوں نے اس ادب کے ابتدائی دور میں ایک وسیع خلا چھوڑ دیا۔ یہ کتابیں ایسی ہی ہیں، جیسے کوئی پانچ چھے سیڑھیوں کے بغیر ساتویں آٹھویں سیڑھی پر پہنچ جائے۔

۵۔ میرے نزدیک: جہاں تک بچوں کے ادب کا تعلق ہے، قدیم و جدید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اتنا کم ذخیرہ بچوں کے ادب کا ہمارے پاس ہے کہ ہم اس کے دور قائم نہیں کر سکتے، پھر اردو ادب کا ہر دور کم سے کم سو برس کا ہونا چاہیے۔

۶۔ میں نے تعریف و توصیف کے لیے، یا صلے کی خاطر کبھی کچھ نہیں لکھا۔ اپنی شعر گوئی کے ابتدائی دور میں لڑکیوں کے لیے دو جھولے میں نے لکھ کر دیے تھے، وہ انھیں بہت پسند آئے اور میرٹھ اور دہلی کے آس پاس کے دیہات تک میں وہ گائے جانے لگے۔ پھر میں نے لوریاں لکھیں، وہ بھی بہت مقبول ہوئیں اور گھر گھر ان کا چرچا ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے گیت اور نظمیں بچوں کے لیے کافی تعداد میں لکھیں اور نثر میں کہانیاں لکھیں۔ چند سال ہوئے میں نے بہت سے نرسری گیت بھی لکھے، وہ بھی بہت پسند کیے گئے۔ نرسری گیت لکھنے کی اردو میں یہ پہلی کوشش تھی۔ خدا کے فضل سے میری نظمیں ہمیشہ مقبول

Optimized by www.ImageOptimizer.net

رہیں اور میری جتنی قدر رہوئی، میں اس [کا] مستحق نہیں ہوں۔

آپ کے سب سوالوں کا جواب مندرجہ بالا سطور میں موجود ہے۔ اگر آپ کچھ اور دریافت کرنا چاہیں تو تحریر فرمایئے، میں کوشش کروں گا کہ اپنے علم اور اپنی بساط کے مطابق آپ کی مدد کروں۔

نیازمند

حامد اللہ افسر

رئیس امروہوی

[رئیس امروہوی (اصل نام: سید محمد مہدی ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۴ء۔۲۲ر ستمبر ۱۹۸۸ء) امروہہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام علامہ سید شفیق حسن ایلیا تھا۔ سید محمد تقی اور جون ایلیا ان کے حقیقی بھائی تھے۔ رئیس امروہوی نوعمری ہی میں شعر کہنے لگے۔ ۱۹۳۱ء میں امروہہ سے نکلنے والے ماہنامہ حیات کے ادارتی عملے میں شامل ہو گئے۔ آزادی کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ یہاں ۱۹۴۷ء میں روزنامہ جنگ سے وابستہ ہوئے اور زندگی بھر یہ تعلق نبھایا۔ جنگ میں سماجی و معاشرتی مسائل پر مسلسل چالیس سال تک ایک قطعہ روزانہ لکھتے رہے۔ شیراز اور الہلال کراچی کی بھی ادارت کی۔ صحافت، ادب اور شاعری کے علاوہ نفسیات، تعبیرِ رویا، روحانیات اور مابعد الطبیعیات سے بھی انھیں خاص مناسبت تھی۔ رئیس صاحب کو ان کے گھر میں ۲۲ر ستمبر ۱۹۸۸ء کو قتل کر دیا گیا۔ ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں: الف، پسِ غبار، نجم السحر، بحضرتِ یزداں، ملبوسِ بہار، قطعاتِ رئیس امروہوی، ضمیرِ خامہ، حکایتِ نے، المیۂ مشرقی پاکستان، نفسیات مابعد النفسیات، عالمِ ارواح، عجائبِ نفس، مظاہرِ نفس، مراقبہ، لے سانس بھی آہستہ، عالمِ برزخ، ہپناٹزم]

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

The Daily Shiraz

98-BUNDER Road

Karachi-2

۱۸ر جنوری ۱۹۶۱ء

برادرم!

سلامِ مسنون۔ میں دو ماہ کی علالتِ شدید کے بعد اب سنبھلا ہوں اور آج پہلی مرتبہ جواب طلب خطوط کا فائل سنبھالا ہے۔ از راہِ نوازش تحریر فرمایئے کہ آپ کے مقالے (اردو میں بچوں کا ادب) کا حشر کیا ہوا اور اس سلسلے میں آپ نے کتنی ترقی کی؟

مخلص

رئیس امروہوی

(۲)

۱۲۹۔ مانک جی اسٹریٹ، کراچی ۔۳

۲۲/اکتوبر ۱۹۸۷ء

برادرِ عزیزم ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

السلامُ علیکم ۔اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہو گا۔ کرم نامہ مورخہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۸۷ء وصول ہوا۔ میں ۱۶/۱۷/۱۸/ اکتوبر کو اہلِ قلم کانفرنس کے سلسلے میں وہیں مقیم رہا۔ کاش آپ سے ملاقات ہو جاتی ۔ جنگِ آزادی کے اردو شعراء نامی مقالے کا تذکرہ ضرور اپنے مضمون میں کروں گا۔ از راہِ کرم اس کتاب کی ایک جلد ناشر سے کہہ کر میرے نام بھجوا دیں اور کوئی خدمت؟

رئیس

(۳)

۱۲۹۔ مانک جی اسٹریٹ، کراچی ۔۳

۲۸/دسمبر ۱۹۸۷ء

برادرِ عزیزم ڈاکٹر محمود الرحمٰن صاحب!

السلامُ علیکم ۔اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہو گا۔ آپ کے گراں قدر مجموعے [کذا: مقالے] جنگِ آزادی کے اردو شعراء پر عنقریب ان شاء اللہ اظہارِ خیال کروں گا۔ اس زمانے میں میری علالت کے سبب کئی ناغے مضامین کے ہوئے۔ ان شاء اللہ جنگ کراچی کا وہ تراشا، جس میں کتاب کا ذکر ہو گا، ارسال کر دوں گا۔

داغ (۱) اور مت سہل ہمیں جانو (۲) ارسال کرنا۔ اللہ خوش رکھے۔

دُعا گو

رئیس

(۴)

۱۲۹۔ مانک جی اسٹریٹ، کراچی ۔۳

۸/جنوری ۱۹۸۸ء

بھائی محمود الرحمٰن صاحب!

السلامُ علیکم ۔دُعا ہے آپ کو اللہ خوش رکھے۔ کیا کیا نفیس چیزیں لکھ رہے ہیں؟ آج آپ کے تحفے ملے ہیں۔ انتخابِ کلامِ داغ کی وادیِ شعر و نغمہ میں گم ہو گیا ہوں (۳)۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مت سہل ہمیں جانو فرصت سے پڑھوں گا۔

بھائی محمود! داغ مرحوم کی صحیح تصویر پیش کر کے آپ نے اردو کی ادبی تاریخ پر احسان کیا ہے۔ واقعی داغ کو نقادوں نے جس طرح مسخ کر کے پیش کیا ہے، اس سے روحانی تکلیف اور ذہنی اذیت ہوتی تھی، لیکن اب اس کتاب کو پڑھ کر غفلت کے پردے ان شاء اللہ آنکھوں سے اُٹھ جائیں گے۔

بھائی! آنکھوں میں تکلیف ہے۔ الل ٹپ لکھ رہا ہوں، معاف کر دینا۔

رئیس

یہ آپ کو پتا لکھا ہوا جوابی لفافہ بھیجنے کی ضرورت کیا پیش آئی؟ تم چھوٹے بھائی ہو، کیا میں جواب نہ دیتا؟ افسوس ہوا۔

شاہ اسد الرحمٰن قدسی

[محمد ناصر الدین شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی (۱۹ر جنوری ۱۸۹۴ء تا ۲۴ر نومبر ۱۹۷۷ء) بھوپال کے سبزواری سادات کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا شجرۂ نسب حضرت امام جعفر صادق سے جاملتا ہے۔ شاہ اسد الرحمٰن کے والدِ محترم کا نام حافظ حبیب الرحمٰن بن شاہ نجف علی اشرف تھا۔ قرآنِ مجید کی تعلیم والدہ محترمہ سے حاصل کرنے کے بعد والدِ محترم سے قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور روحانیات کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علومِ متداولہ کی تعلیم کے لیے لاہور تشریف لائے۔ مختلف مجاہدے کرنے کے بعد اپنے والد صاحب کے جانشین ہو کر آستانہ بھوپال اور بعد ازاں بھون ضلع چکوال میں خواص اور عوام الناس کی اصلاح و تربیت میں مگن رہے۔ اپنے وقت کی سرکردہ شخصیات علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جوہر، مولانا اشرف علی تھانوی، ڈاکٹر انصاری، خواجہ حسن نظامی، اکبر الہ آبادی، خان لیاقت علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد اور بہت سے والیانِ ریاست کے ساتھ حضرت قدسی کے ذاتی مراسم تھے۔ ان کی اہم تصانیف کے نام یہ ہیں: آیاتِ قدسی، نغمات، کلامِ قدسی، رباعیاتِ قدسی، کلیاتِ قدسی، اطمینانِ قلب، جہاں نما، آیاتِ ربانی، تحفۂ درویش، فیضانِ قدسی، شرعۃ المبین، ملفوظاتِ قدسی، مکاتیبِ قدسی، نقوشِ ماضی، منہاج المبین]

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم، قلندرِ زماں شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی۔ احوال و آثار از ڈاکٹر محمود الرحمٰن)

(۱)

۷۸۶

کشمیر بنک بلڈنگ، چکوال ضلع جہلم

یکم ذالحجہ [۱۹۵۸ء]

عزیزی!

Optimized by www.ImageOptimizer.net

السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ گرمی کیا ہے؟ آگ برس رہی ہے۔ جب موسم خوشگوار ہو، سکونِ خاطر کے ساتھ مکاتیب کی طرف متوجہ ہوں۔ آپ نے مکاتیب کو مرتب کرنے کی خواہش کی ہے۔ آپ کے اس پر خلوص جذبے سے مجھے خوشی ہوئی۔ آپ ضرور، جس ترتیب سے مناسب سمجھیں، مجموعہ مرتب کریں۔ ان شاءاللہ آپ ہی کے نام سے شائع ہوگا (۱)۔

بدی نیکی پر غالب ہے۔ بدی کی ہمہ گیری نے دنیا کو گناہگار بنا دیا ہے۔ نیک ہستیاں معدودے چند ہیں، جو نیک ہیں، وہ بدوں اور گناہگاروں کے اعمال کا جائزہ لینے اور اس سے متأثر ہونے کی بجائے اگر اپنی نیکی اور اپنے اعمالِ حسنہ کے تحفظ میں مشغول رہیں تو صحت وسلامتی کے ساتھ اطمینانِ قلب اور تسکینِ خاطر حاصل کر کے صابرین وشاکرین کے زمرے میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جب بھی دوسروں کے گناہوں پر نظر رکھی جائے گی، طبیعت میں تکدر پیدا ہوگا۔ اگر صبر کیا جائے تو کوفت ہوگی اور اصلاح کی سعی کی جائے تو کامیابی محال ہوگی، اس لیے اپنے ہی حال پر نظر رکھنے میں حسنات مضمر ہیں۔

آپ کی تحریر سے آپ کے جو مضمراتِ قلبی مجھے مفہوم ومکشوف ہوئے، ان کی تشفی کے لیے یہ مختصر مضمون کافی نہیں مگر موسم کی شدت اور ہاتھ کا رعشہ طولانی تحریر میں حارج ہیں۔ ان شاءاللہ کبھی ملاقات کا موقع ملا تو زبانی بیان میں دلنشیں وضاحت ممکن ہو سکے گی۔ کوہستان کی سرد ہواؤں سے سانس کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا تھا، اس لیے ۴رجون کو سارد ھی سے چکوال آ گیا۔ یہاں بھی موسمی شدائد ہیں۔ عید کے بعد شاید کسی معتدل علاقہ کا قصد کروں گا، ان شاءاللہ۔

سارد ھی کے ریسٹ ہاؤس سے میں نے حسن صاحب (۲) کو خط لکھا تھا، ملا ہوگا۔

خیر طلب

فقیر اسد الرحمٰن قدسی

(۲)

۷۸۶

چکوال

۱۰ر ستمبر ۱۹۵۹ء

عزیزم!

السلامُ علیکم۔ جہاں اور کاغذات، جن میں قیمتی مسودے اور کارآمد مضامین تلف ہوئے، وہاں خطوط جیسی بظاہر غیر ضروری چیز کیسے محفوظ رہ سکتی تھی؟ مگر تعجب ہے، یہ چند خطوط کتابوں میں دبے ہوئے ملے:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما (۳)

بے شمار خطوط میں چند خطوط کا بچ رہنا بھی یادِ رفتگاں کے لیے ایک بیش بہا آئینہ ہے، جس میں اپنے خد وخال

کی تبدیلیوں کے ساتھ تعلقاتِ رُوحانی کی گذشتہ یادگاریں نظر آتی ہیں۔ جب ماضی کا حال سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو مستقبل کے نتائج خود بخود ظاہر ہونے لگتے ہیں، اس لیے اہلِ نظر حضرات نے سابقہ مکاتیب کو تاریخی، علمی اور ادبی اقدار کی نہایت اہم اور دل گداز چیز قرار دیا ہے۔ مجھے اس چیز کا شوق نہیں ہوا، البتہ بعض عزیز دلچسپی رکھتے تھے اور میرے نام موصول ہونے والے خطوط جمع کرتے تھے؛ ہزارہا خطوط کا ذخیرہ تھا۔ آپ نے ترتیبِ مکاتیب کے لیے، جو خاکہ تجویز کیا ہے، بہت مناسب ہے۔ میرے مختصر سوانح بھی آپ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ کتاب فیضانِ قدسی مرتبہ صوفی حبیب اللہ کشمیری (۴) سے مدد مل سکتی ہے۔ مذکورہ کتاب حسن صاحب کے پاس شاید ہوگی۔ اگر نہ ہو تو گوشۂ ادب، انارکلی لاہور سے ملے گی۔

کتاب منہاج المبین (۵) ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ سالِ آئندہ میں طبع ہوگی۔ کاغذ کا کوٹہ منظور ہونے میں عرصہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ میں اچھا ہوں۔ ان شاءاللہ اکتوبر میں اُمید ہے موسم خوشگوار ہوگا، اُس وقت یہاں سے روانگی ہوگی۔

فخر الملک محمد سعید اظفر خاں مرحوم اور یمین الملک محمد رشید اظفر خاں: عماد الدولہ محسن الملک محمد عبید اللہ خاں مرحوم کے فرزند اور نواب حمید اللہ خاں والئی بھوپال کے حقیقی برادرزادے ہیں (۶)۔ سب مکتوب نگار قریباً مشہور و معروف لوگ ہیں، جن سے ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ پوری طرح واقف ہے، اِس لیے اِن مشاہیر کا تعارُف اِن کا نام و نشان ہی کافی ہے۔ مجھے خیال تھا کہ کچھ خطوط اور بھی کاغذوں میں محفوظ ہیں، مگر آپ کے جانے کے بعد ایک دن تلاش کی گئی، کوئی خط دستیاب نہ ہوا، جو مکاتیب آپ کے پاس ہیں، ان میں سے بھی انتخاب کیجیے۔ جو خطوط محض مزاج پرسی، یا بعض نجی حالات سے متعلق ہوں، انھیں خارج کر دیجیے۔ پاکستان آنے کے بعد، جو خطوط دستیاب ہوئے، وہ قریباً سب ہی ضائع ہو گئے۔ بہاولپور پہنچنے پر اگر کچھ خطوط مل گئے تو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ کھجوروں کا پارسل بخیریت پہنچ گیا تھا۔ نہایت عمدہ کھجور تھی۔

خیر طلب

فقیر اسد الرحمٰن قدسی

(۳)

۷۸۶

۲۵ / دسمبر ۱۹۵۹ء

عزیزم!

السلامُ علیکم۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ آپ کی کتاب کی مقبولیت سے مسرت ہوئی اور عزت افزائی مزید خوشی کا باعث ہوئی۔ اسی طرح اللہ پاک سرفرازی سے نوازے۔ امتحان (۷) کی ضرور تیاری کیجیے، دُعائے کامیابی کرتا رہوں گا۔ ان شاءاللہ امتحان سے فراغت کے بعد مکاتیب کا مجموعہ مرتب کرنے کا آزادی سے موقع ملے گا۔ مجھے خیال ہوتا ہے شاید حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی (۸) کے چند خطوط میرے کاغذات میں محفوظ ہیں۔ اگر مل گئے تو بھیج دوں گا۔

یہاں سردی شدید ہے۔ سانس کی پرانی تکلیف میں موسمی شدت سے کچھ اضافہ ہے۔ اللہ کریم رحم فرمائے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

خیر طلب

فقیر اسد الرحمٰن قدسی

(۴)

۷۸۶

آستانہ بھون، ضلع جہلم

۲۵/اکتوبر ۱۹۶۲ء

عزیزم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ موصول ہوا۔ یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ آپ ازدواجی رشتے میں منسلک ہو رہے ہیں۔ دُعا ہے کہ یہ تقریب بخیر و خوبی انجام پائے اور صحیح معنی میں شادی خانہ آبادی کا مصداق ہو۔ میری عمر اور علالت اب اس مقام میں ہے، جہاں سے سفر دشوار ہے، اس لیے مخلصانہ دُعائیں حاضر ہیں۔

دُعا گو

فقیر اسد الرحمٰن قدسی

(۵)

۷۸۶

آستانہ بھون (جہلم)

۲۲/ستمبر

مرحومہ کے لیے دُعائے مغفرت کرتا ہوں۔ خواب اچھے ہیں۔ نئی ساڑھی خیرات کرنا ہی بہتر ہے اور ثواب کی نیت سے کسی مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔ اللھم یا سلام سلم اکثر پڑھتی رہا کریں، ان شاء اللہ صحت و سلامتی اور خیر و برکت ہوگی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے؛ سکونِ خاطر اور خوش حالی عطا فرمائے۔

خیر طلب

اسد الرحمٰن قدسی

شاہد احمد دہلوی

[اردو کے ممتاز خاکہ نگار، ناول نگار، مترجم اور دہلی کی ٹکسالی زبان کے آخری نمائندہ ادیب کی شہرت رکھتے ہیں۔ بشیر احمد فرزندِ ڈپٹی نذیر احمد کے ہاں ۲۲/مئی ۱۹۰۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ مشن کالج دہلی سے بی اے آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ زبانِ دہلی پہ دسترس ورثے میں ملی۔ اردو ادب کا معروف رسالہ ساقی ۱۹۳۰ء میں دہلی سے جاری کیا۔ ترقی پسند تحریک کی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بنیاد پڑی تو ۱۹۳۶ء میں اس کی دہلی شاخ کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔ بزمِ تہذیبِ ادب قائم کر کے ڈرامے کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ حصولِ آزادی کے بعد شاہد احمد دہلوی کراچی منتقل ہوئے تو ساقی بھی کراچی سے نکلنے لگا۔ اس پرچے کے ذریعے خلوصِ نیت سے اردو ادب کی خدمت کرتے رہے۔ اردو خاکہ نگاری میں شاہد صاحب کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ان کی نثر کا امتیازی وصف دہلی کی زبان کا چٹخارا ہے۔ ریڈیو پاکستان کراچی پر ایس احمد کے نام سے پروگرام کرتے رہے۔ بچوں کے ادب سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ بچوں کے لیے اردو کتب لکھنے کے علاوہ انگریزی سے بھی تراجم کیے۔ ان کی اہم تصانیف کے نام یہ ہیں: گنجینۂ گوہر، بزمِ خوش نفساں، اجڑے دیار دلّی کی بپتا، دھان کا گیت

(مآخذ: وفیاتِ اہلِ قلم، فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

(۱)

ساقی، کراچی

[۱۹۶۰ء]

جنابِ مکرّم!

سلام مسنون۔ آپ کا ۱۶ر ستمبر کا عنایت نامہ پیشِ نظر ہے۔ میں پچھلے دنوں کچھ بیمار رہا، اس لیے اکثر خطوں کے جواب نہ دے سکا۔ جوبلی نمبر کی کوئی کاپی باقی نہیں ہے۔ سکھر میں آفاق صدیقی صاحب (۱) سے دریافت کیجیے، شاید ان کے پاس ہو۔

اردو میں بچوں کے ادب کے بارے میں آپ کی رہنمائی نہیں کر سکتا، یہ میرا موضوع کبھی نہیں رہا۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد، مولوی اسمٰعیل میرٹھی، مولوی عبدالحق (۲)، شمس العلماء مولوی ممتاز علی (دارالاشاعت پنجاب، لاہور والے) (۳)، چراغ حسن حسرت (۴) وغیرہ نے اسکول کی مختلف جماعتوں کی لیے ریڈریں لکھی تھیں۔ ان کے علاوہ اخبار پھول لاہور (۵) نے بچوں کے لیے کہانیوں کے SETS تیار کیے تھے۔ اس سلسلے میں آپ سید امتیاز علی تاج (۶) ۴۔ ایبٹ روڈ، لاہور اور غلام عباس، ایڈیٹر آہنگ (۷)، ریڈیو پاکستان ڈائریکٹریٹ جنرل، کراچی کو خطوط لکھیے۔ ایک صاحب الیاس احمد مجیبی تھے، وہ بچوں کے ادیب کہلاتے تھے۔ ان کا انتقال ہو گیا؛ ان کے ورثا کا پتا مجھے معلوم نہیں ہے۔

پروفیسر آلِ احمد سرور (۸)، سیکرٹری انجمن ترقیِ اردو، علی گڑھ اور ڈاکٹر عندلیب شادانی (۹)، ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ اور حکیم امامی صاحب (۱۰)، سیکرٹری انجمن ترقیِ اردو، بنگلور (جنوبی ہند) کو بھی خطوط لکھیے۔

الیاس احمد مجیبی مرحوم کا پتا یہ ہے: اردو گھر، زاویہ، جی۔۴۴، ناظم آباد، کراچی۔ ان کے صاحبزادے کو خط لکھیے۔ ڈاکٹر زور (۱۱)، ایڈیٹر سب رس (۱۲) خیریت آباد، حیدرآباد دکن کو بھی خط لکھیے۔ مولوی شفیع الدین نیر جامعہ ملیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی میں پروفیسر ہیں؛ انھوں نے بھی بچوں کے لیے بہت کچھ لکھا ہے۔ ان سے رجوع کیجیے۔ مولانا رازق الخیری (۱۳) تیس سال سے بچیوں کے لیے ایک رسالہ بنات نکالتے ہیں۔ اُن کا پتا یہ ہے:

ایڈیٹر عصمت (۱۴) و بنات (۱۵)، کراچی۔۳، ان سے بھی معلومات حاصل کیجیے۔

فیروز سنز لاہور، بچوں کا رسالہ بھی نکالتے ہیں اور کورس کی کتابیں وغیرہ بھی چھاپتے ہیں۔ پبلشرز یونائیٹڈ، چوک انارکلی لاہور، شیخ برکت علی پبلشرز لاہور۔ ان سب کو بھی خطوط لکھ کر دریافت کیجیے۔ اُمید ہے اچھی خاصی معلومات ان سب سے آپ کو مل جائے گی [کذا]۔

اشرف صبوحی، سب پوسٹ ماسٹر لوہاری منڈی لاہور، نے تقریباً چالیس کہانیوں کی کتابیں بچوں کے لیے لکھی ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

خاکسار

شاہد احمد

شفیع الدین نیر، مولوی

[شفیع الدین نیر (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۷۸ء) بچوں کے ادیب، شاعر اور افسانہ نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ نوعمری میں والدین کے انتقال کے بعد دہلی شہر میں اخبارات بیچ کر گزر اوقات شروع کی۔ اسی دوران میں اینگلو عربیک ہائی اسکول، دہلی سے وظیفہ پا کر تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، مگر تحریکِ عدم تعاون کا ساتھ دیتے ہوئے حکومتی وظیفہ واپس کر دیا اور جامعہ ملیہ اسلامیہ سے منسلک آزاد قوم درسگاہِ دہلی میں داخلہ لے لیا۔ یہاں سے میٹرک کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے اورینٹل امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ دہلی کے مختلف اسکولوں میں معلمی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں جامعہ کالج، دہلی میں لیکچرر مقرر ہوئے اور یہیں سے ۱۹۶۹ء میں ریٹائر ہوئے۔ شفیع الدین نیر نے اپنے ادبی سفر کا آغاز پندرہ سال کی عمر میں خواجہ حسن نظامی کے رسالے رعیت میں مضمون لکھ کر کیا۔ ۲۰ کے عشرے میں بچوں کے ادیب کی حیثیت سے ان کی شناخت مستحکم ہوگئی۔ ان کا بچوں کی نظموں پر مشتمل پہلا شعری مجموعہ بچوں کا تحفہ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ان کی کتاب ہماری زندگی پر انھیں حکومتِ بھارت کی طرف سے انعام سے بھی نوازا گیا۔ بچوں کے لیے چالیس سے زائد کتابیں لکھیں۔ نیر صاحب کی اہم مطبوعات کے نام یہ ہیں: بچوں کا تحفہ، بچوں کا کھلونا، گھی شکر، وطنی نظمیں، منی کے گیت، اسلامی نمازیں، ہماری نعت، ہماری زندگی، اچھے چہرے، غالب کی کہانی،

(ماخذ: تذکرۂ معاصرین از مالک رام)

(۱)

جامعہ نگر، نئی دہلی

۲۹ دسمبر ۱۹۵۶ء

محبی!

السلامُ علیکم۔ پہلے تو آپ نئے سال کی مبارکباد قبول فرمائیے۔ خدا کرے آپ کے ارادے اور سب اچھے

منصوبے اس سال پورے ہوں اور بچوں کے ادب کی خدمت کا جو جذبہ، آپ کے دل میں موج زن ہے، وہ خاطر خواہ عملی جامہ پہن سکے۔

اس کے بعد آپ میری معذرت قبول فرمایئے کہ اتنے عرصے آپ کو انتظار کی زحمت اُٹھانی پڑی۔ میں پاکستان سے آنے کے بعد (۱) کچھ اتنا مصروف رہا ہوں کہ مجھے خود بھی اس پر تعجب ہوتا ہے۔ معمولی سماجی فرائض بھی پورے نہیں کر سکا ہوں اور ہر موقع پر شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ اب ۲۷؍دسمبر کو فی الجملہ مجھے فرصت ملی ہے اور کالج میں بھی تعطیل ہے، اس لیے آپ کی کتابیں اور نئے رسالے اور وہ سب خطوط نکال کر میز پر رکھے ہیں، جن کے سلسلے میں مجھے کچھ کرنا ہے۔ کالج ۱۰؍جنوری کو کھل جائے گا اور پھر میری زندگی وہی ہو جائے گا، اس لیے میں کوشش کروں گا کہ آپ کی کتابیں پڑھ لوں اور ان کے بارے میں جیسی کچھ میری رائے ہو آپ کو لکھ دوں۔ ایک بات البتہ بغیر دیکھے لکھتا ہوں، وہ یہ کہ آپ نے بہت اچھے کام کرنے کا ارادہ کیا ہے (۲)؛ یہ کام اچھا دل بھی چاہتا ہے اور اچھا دماغ بھی۔ پھر علمی ترقی کی لگن، محنت، استقلال اور فکر و نظر کی بلندی اور وسعت سب کچھ اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ خدا کے بھروسے پر کام جاری رکھیے اور ہمہ شمہ کی رائے سے بے نیاز ہو جایئے، خدا آپ کا معاون ہو۔ والسلام

نادم اور معذرت خواہ

محمد شفیع الدین نیر

(۲)

۷۸۶

Jamia Nagar

New Delhi,India

۲؍جنوری ۱۹۵۷ء

مکرمی محمود پرویز صاحب!

السلامُ علیکم۔ میں آپ کے عنایت نامہ کا جواب دے چکا ہوں، اُمید ہے کہ وہ آپ کو مل گیا ہوگا اور آپ کی [کذا] ارشاد کی تعمیل میں جو تاخیر ہوئی ہے، میری مجبوری کے پیشِ نظر اس کا اثر آپ کے دل سے قدرے کم ہو گیا ہوگا۔

آپ کو علم ہے کہ میں نے بچوں کی خدمت میں اپنی زندگی کے کم و بیش تیس سال گزارے ہیں، مگر ابھی تک زمانے نے کوئی ایسا موقع مہیا نہیں کیا کہ خاطر جمع سے اس کام میں لگا رہوں، بلکہ حالات کا اقتضا یہ ہوا ہے کہ آہستہ آہستہ اس میزان سے ہٹ رہا ہوں۔ فرائضِ منصبی کے تقاضے، عمر کے لحاظ سے زیادہ محنت نہ کر سکنے کا رجحان اور خود اردو زبان اور ادب کی ترقی کی غیر یقینی حالت۔ ان سب کا اثر یہ ہے کہ احباب سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور کچھ کرتے نہیں بنتی۔ آپ کے مرسلہ مندرجہ ذیل چار کتابچے موصول ہوئے:

۱۔ایک بادشاہ ایک قصاب ۲۔چوکیدار ۳۔لالچی فقیر ۴۔بچوں کے ترانے (۳)

کہانیوں کی کتابوں میں، جن کہانیوں کو انتخاب کر کے آپ نے اپنی زبان میں لکھا ہے، میں خیال کرتا ہوں کہ بچے انھیں دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔ جو کہانیاں ان میں طبع زاد ہیں، ان سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بچوں کی اخلاقی اور تعلیمی ترقی آپ کے پیشِ نظر ہے۔ اُمید ہے کہ اس کوشش کو آپ جاری رکھیں گے۔

بچوں کے ترانے کی نظمیں میں نے بڑے شوق سے پڑھیں۔ میرا خیال ہے کہ میری طرح بچے بھی انھیں شوق سے پڑھیں گے اور اچھے خیالات اخذ کرنے میں یہ ان کی معاون ہوں گی۔ خدا آپ کی مساعی کو بارور کرے، آمین۔ اس قسم کی کوششوں کو بہتر بنانے کی گنجائش کو آپ بھی تسلیم کرتے ہوں گے۔ مطالعے اور تجربے کے ساتھ آہستہ آہستہ تدریجی طور پر زبان، اسلوب اور خیالات سب ہی میں خوبی، ندرت اور بلندی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام محنت بھی چاہتا ہے اور وقت بھی، آپ میری اس رائے سے اتفاق فرمائیں گے اور اس سلسلے میں برابر اپنا قدم آگے بڑھاتے رہیں گے۔ میری بہترین دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ کی عنایت پر بھروسا کر کے دو ایک باتیں عرض کرتا ہوں۔ آپ کو پسند نہ ہوں تو بھی مجھے شکایت نہ ہوگی۔ آپ نے جس جذبہ سے مجھے خط لکھے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ میں اسی جذبے سے اپنی معروضات آپ کی خدمت میں پیش کروں:

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان بچوں کی کتابوں میں اتنے صفحے اشتہار کے نہیں ہونے چاہییں۔ ٹائٹل کے تین صفحے اس مقصد کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

۲۔ لالچی فقیر میں جس طرح آپ کی تصویر چھپی ہے، وہ بھی خوش مذاقی کو ظاہر نہیں کرتی۔ ایسا کرنے سے آدمی کی شخصیت اُجاگر نہیں ہوتی۔

۳۔ بچوں کی کتابوں میں کتابت اور طباعت کے حسن اور لوح کی دلکشی کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تصویریں بھی کوشش کر کے بہتر بنوانی چاہییں۔ کتاب کا نام تجویز کرنے میں زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہے (۴)۔

یہ سب ہی باتیں محتاجِ توجہ ہیں۔ خیر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ کوٹری جیسے مقام پر آپ نے یہ ادبی شمع روشن کی۔ خدا کرے یہ روشنی نہ صرف سندھ، بلکہ پاکستان بھر میں پھیلے اور دوسرے ملکوں کو بھی روشن کرے، (آمین)۔ والسلام

آپ کا مخلص

ناچیز

محمد شفیع الدین نیر

اگر آپ اس خط کی دو حرفی رسید لکھ دیں تو مجھے اس کے آپ کے پاس پہنچنے کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ نیر

عبدالماجد دریابادی، مولانا

(۱)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

[مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۸۹۳ء تا ۱۹۷۷ء) دریاباد ضلع بارہ بنکی، اودھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی عبدالقادر ڈپٹی کلکٹر تھے۔ سیتا پور ہائی اسکول سے ۱۹۰۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۲ء میں کینگ کالج لکھنؤ سے بی اے کیا۔ مزید تعلیم کے لیے علی گڑھ میں داخلہ لیا، مگر والد صاحب کی وفات کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ مختصر عرصے کے لیے دارالترجمہ حیدرآباد دکن میں ملازمت اختیار کی۔ اسی دوران میں سچ اور صدق کے ذریعے عملی صحافت اور ادارت کی ابتداء کی۔ مغربی فلسفہ وافکار کے مطالعے سے متاثر ہو کر تاویل وتعبیر کی وادیوں میں ایسے غوطہ زن ہوئے کہ الحاد و ارتداد کے قریب پہنچ گئے، مگر مولانا اشرف علی تھانوی کے دستِ حق شناس پر بیعت ہو کر مذہب کی اہمیت وصداقت کے قائل ہو گئے۔ اردو دان طبقے میں مولانا دریابادی کی شناخت ایک ادیب، صحافی، مترجم، فلسفی اور ماہرِ علومِ اسلامی کی ہے۔ انھوں نے متعدد کتب تصنیف وتالیف کیں۔ کچھ اہم کتابوں کے نام یہ ہیں: فلسفۂ جذبات، روح الاجتماع، فلسفیانہ مضامین، مبادیِ فلسفہ، تصوفِ اسلام، منطقِ استخراجی واستقرائی، بحرالمحبت، تاریخِ اخلاقِ یورپ، مکالماتِ برکلے، پیامِ امن، تفسیرِ قرآنِ مجید، الحیوانات فی القرآن، ارضِ قرآن، اعلام القرآن، الاعداد فی القرآن، بشریتِ انبیاء قرآنِ مجید میں، قصص ومسائل، مناجاتِ مقبول، آپ بیتی، مکتوباتِ سلیمانی، حکیم الامت۔ نقوش وتأثرات، سائیکالوجی آف لیڈرشپ

(ماخذ: آپ بیتی از مولانا عبدالماجد دریابادی، فیروزسنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

دریاباد ضلع بارہ بنکی

۹/اکتوبر ۱۹۵۹ء

کرم گستر!

وعلیکم السلام۔ مستقل مضمون (وہ چھوٹا ہی ہو) لکھ بھیجنے کی فرصت کہاں سے لاؤں؟ آپ خود اگر لکھ بھیجیں تو اس پر ایک نظر کر لینا، البتہ ممکن ہے۔ پاکستان (لاہور، کراچی، ملتان وغیرہ) میں حضرت تھانوی (۱) کے مریدین، بلکہ خلفاء بھی متعدد موجود ہیں، ان سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ کتابوں میں ان لوگوں کے اشعار مل سکتے ہیں۔ حضرت پر کتابیں میرے علم میں تین ہیں:

۱۔ اشرف السوانح مع خاتمہ السوانح (۴ جلدوں میں) از خواجہ عزیزالحسن مجذوب (۲)

۲۔ حکیم الامت۔ نقوش وتأثرات از عبدالماجد دریابادی (۳)

۳۔ سیرۃ الاشرف از منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی (۴)

ایک چھوٹا رسالہ کوئی اور بھی ہے۔ ہندوستان (صدق بک ایجنسی، کچہری روڈ، لکھنؤ) سے اگر کوئی کتاب منگانا ہو تو منشی عبدالرحمٰن خان، ادارۂ نشرواشاعت، فیصل بک، ملتان کے ذریعے سے منگائی جا سکتی ہے۔ والسلام

Optimized by www.ImageOptimizer.net

عبدالماجد

(۲)

دریاباد ضلع بارہ بنکی

۸/اپریل ۱۹۶۱ء

کرم گستر!

وعلیکم السلام۔ آپ نے اب تک اس موضوع پر جو کچھ کام کیا ہے، یا جو خاکہ بنایا ہے، وہ اگر بھیج دیں تو اس پر کچھ عرض معروض ان شاء اللہ کر دوں گا۔ اس سے زیادہ کچھ وقت دینے کی خدمت سے بالکل معذور ہوں۔ والسلام

عبدالماجد

(۳)

دریاباد ضلع بارہ بنکی

یکم فروری ۱۹۶۹ء

جنابِ من!

وعلیکم السلام۔ آپ کے کلماتِ تعزیت وہمدردی کا اجر اللہ آپ کو عطا کرے۔ والسلام۔

عبدالماجد

(۴)

ہفتہ وار صدقِ جدید دریاباد ضلع بارہ بنکی

۹/جون ۱۹۶۹ء

وعلیکم السلام۔ بغیر آپ کی کتاب کا ایک لفظ دیکھے پڑھے، اس پر پیش لفظ لکھ ڈالنے کی جرأت کہاں سے لاؤں؟ ایمان بالغیب میں ترقی اس حد تک کہاں ممکن ہے؟ تاہم آپ نے جو بڑی مفصل فہرستیں اپنے مآخذ ومصادر کی بھیج دی ہیں، انھیں سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ کتاب بھی بہت اچھی اور پڑھنے کے قابل ہوگی۔ نذیر احمد، اسمٰعیل میرٹھی، الیاس مجیبی وغیرہ سب اپنے اپنے رنگ میں بہت اچھا کام کر گئے اور بچوں کے ہاتھ میں ایسی کتابیں دے گئے، جو بہ اعتبارِ زبان سلیس وسہل ہیں اور معنوی اعتبار سے ادبِ صالح وصحت مند میں شمار ہونے کے قابل۔ آپ کی کتاب سے اُمید یہی ہوتی ہے کہ وہ خوب تلاش اور تحقیق سے لکھی گئی ہوگی اور موجودہ نسل کے لیے بہترین شمعِ راہ ثابت ہوگی۔ والسلام

عبدالماجد

(۵)

دریاباد ضلع بارہ بنکی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۵ / مارچ ۱۹۷۰ء

مکرم!

وعلیکم السلام۔ سیارہ (۵) کے خالد نمبر کا ذکرِ خیر تو صدق (۶) میں مدت ہوئی آچکا ہے اور مرموزِ میر مغنی (۷) کے تعارف کو بھی تین ہفتے ہو چکے ہیں۔ دفتر نے دونوں تراشے حسبِ دستور ضرور ہی پبلشر کو بھیج دیے ہوں گے۔ احتیاطاً اب انھیں دوبارہ بھیجنے کو لکھے دیتا ہوں۔ ان شاء اللہ اب ضرور پہنچ جائیں گے۔ خالد صاحب کو میرا اسلام پہنچا دیجیے گا۔ ان کے حق میں دل سے دُعا نکلتی رہتی ہے۔ والسلام

عبدالماجد

(۶)

ماہنامہ صدق لکھنؤ

محمود پرویز کاکوی صاحب!

سخن سنج جس طرح شاعر کے معنی میں ہے، سخن فہم، یا نقاد کے مفہوم میں بھی آتا ہے۔ صائب کا مصرع ہے:

ای فیضِ سخن یکساں سخن سنج و سخنور

اس میں سخن سنج کا تقابل سخنور سے ظاہر ہے۔ بہارِ عجم میں ایک شعر نظامی کا بھی نقل ہوا ہے، جس کا مصرع ہے:

سخن سنج آمد ترازو بدست

لغاتِ سعیدی وغیرہ میں یہ تصریح درج ہے۔ اگرچہ بعض اہلِ لغات سے سہواً یہ دوسرا مفہوم رہ گیا ہے اور عجب نہیں کہ شبہ کی بنیاد یہی ہو۔

[عبدالماجد]

عبدالودود، قاضی

[شہرۂ آفاق محقق قاضی عبدالودود (م ۲۵ / جنوری ۱۹۸۴ء) ۱۸۹۸ء میں پٹنہ کے ایک مقتدر علمی و مذہبی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام قاضی عبدالوحید تھا۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے حصول کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے۔ کیمبرج سے معاشیات میں ٹرائی پس کیا اور پھر بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ انگلستان کے سات سالہ قیام میں فرانسیسی زبان سے بھی آشنائی حاصل کی۔ موقع غنیمت جان کر انگلستان کی انڈیا آفس لائبریری، برٹش میوزیم، بوڈلین لائبریری میں اردو، فارسی مخطوطات کھنگال ڈالے۔ ہندوستان واپس آکر وکالت سے زیادہ ادبی تحقیق پر توجہ دی۔ خصوصاً متنی تحقیق کا اعلیٰ معیار قائم کیا۔ اپنے مطالعے کو لسانیات، لغات، قواعدِ زبان، تاریخ، سوانح، تذکرہ اور شعر و نثر کی جملہ اصناف میں وسیع اور عمیق تر مطالعات کے ذریعے اپنی شخصیت کی علمی ساکھ قائم کی۔ اردو کے علاوہ فارسی زبان و ادب میں بھی سنجیدہ تحقیق اور عالمانہ تنقید

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کو رواج دیا۔ پروفیسر محمد معین کی چھے جلدوں پر مشتمل فارسی فرہنگ، شاہ نامۂ فردوسی اور دوسری اہم کلاسیکی تصانیف پر یادداشتیں لکھیں۔ غالبیات میں انھیں سند کی حیثیت حاصل ہوئی۔ انھوں نے ادبی تحقیق و تنقید کے میدان میں روایت پرستی اور مرعوبیت کے طلسم کو توڑ دیا۔ قاضی عبدالودود کے مضامین اور مقالات معاصر پٹنہ، معیار بانکی پور پٹنہ، معارف اعظم گڑھ، نوائے ادب بمبئی، آج کل، دہلی، نیا دور لکھنؤ، اشارہ پٹنہ، ہماری زبان، فکر و نظر علی گڑھ، ماہِ نو کراچی، نگار رامپور، خدا بخش لائبریری جرنل، صحیفہ لاہور، نقوش لاہور اور دیگر رسالوں میں تسلسل سے چھپتے رہے۔ سیکڑوں مقالات کے علاوہ کچھ کتابیں مرتب بھی کیں اور بعض مقالات کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے۔ ترتیب و تدوین: عیارستان (تین کتابوں پر مفصل تبصرے ہیں: ۱۔ میر تقی میر۔ حیات اور شاعری از خواجہ احمد فاروقی ۲۔ دیوانِ فائز دہلوی مرتبہ مسعود حسن رضوی ۳۔ مرقعِ شعراء مرتبہ رام بابو سکسینہ)، اشتر و سوزن (دو کتابوں پر تبصرے ہیں: ۱۔ عمدۂ منتخبہ یعنی تذکرۂ سرور ۲۔ شادی کی کہانی شادی کی زبانی)، تذکرۂ شعراء (مصنفہ ابنِ امین اللہ طوفان) دیوانِ جوشش عظیم آبادی، قاطع برہان و رسائلِ متعلقہ، قطعاتِ دلدار (بہار کے قدیم اردو شاعر دلدار بیگ دلدار کا کلام) آثارِ غالب، شہر آشوبِ فلق، تنقیدِ شعرالعجم، قاطعِ برہان]

(ماخذ: قاضی عبدالودود۔ تحقیقی و تنقیدی جائزے مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، مولوی عبدالحق کے غیر مدون خطوط کی تدوین از بدر منیر الدین)

(۱)

۲۰ر اگست ۱۹۵۹ء

اردو شاعری پر ایک نظر (۱) میں نے پہلے تلاش کی تو نہ ملی۔ اب پٹنہ سے روانگی کے وقت دوبارہ کھوجی گئی تو مل گئی۔ اُمید ہے کہ تھوڑی دیر جو بھیجنے میں ہوئی، اس سے زیادہ نقصان نہ ہوا ہو [گا]۔

عبدالودود

(۲)

پٹنہ۔۴

۴ر نومبر ۱۹۵۹ء

عزیزی سلمہ!

میں ۲ ہفتوں کے سفر سے چند روز قبل واپس آیا ہوں۔ محبّ الحق صاحب (۲) کے اخلاف مسٹر سید محمد بیرسٹر وغیرہ لاہور اور کراچی میں ہیں۔ ان لوگوں سے ان کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ فرید ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ ماہ نامہ صنم (۳) کے مدیر سے میری زیادہ ملاقات نہیں۔ میں اس کے بھجوانے کا انتظام نہیں کر سکتا۔

عبادت بریلوی صاحب (۴) کا شائع کردہ کلیاتِ میر میری نظر سے اب تک نہیں گزرا۔ مہر نیم روز (۵) کا شمارۂ ستمبر بھی میں نے نہیں دیکھا۔

حبیبہ سلمہ اور محبوب سلمہ اور ان کے بچوں کو دُعا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

عبدالودود

(۳)

پٹنہ ۔۴

۴رفروری ۱۹۶۱ء

عزیزی!

خط ملا۔ مجھے بچوں کے ادب سے دلچسپی نہیں، اس لیے بہت سے سوالات کے جواب نہیں دے سکتا(۶):

۱۔ خالق باری (۷) بچوں کے لیے لکھی گئی ہوگی۔ مصنف کے متعلق شیرانی (۸) کی رائے صحیح ہے۔

۲۔ قادرنامہ بھی بچوں کے لیے لکھا گیا تھا۔ اصلی غرض کسی خاص بچے، یا بچوں سے تھی، مگر ایک بار شائع ہو گیا تو سب فائدہ اُٹھا سکتے تھے(۹)۔

۳۔ اور کتابیں خالق باری کی قسم کی بہت ہیں (۱۰)۔ خالق باری مرتبہ شیرانی میں غالباً ایسی متعدد کتابوں کے نام ہیں۔

۴۔ میرامن کی کتاب باغ و بہار بچوں کے ادب میں شامل نہیں کی جا سکتی۔

۵۔ مرآۃ العروس اور بنات النعش بچیوں کے لیے لکھی گئی تھیں (۱۱)۔ منتخب الحکایات میری نظر سے نہیں گزری۔(۱۲)

۶۔ گلستان، بوستان (۱۳) بچوں کے لیے نہیں لکھی گئی تھیں۔ میں اس وقت یہ نہیں بتا سکتا کہ فارسی میں کون کون سی کتابیں آج کل بچوں کے لیے لکھی گئی ہیں؟ پرانی کتابوں میں کریما (۱۴)، نامِ حق (۱۵)، گفتگو نامۂ فارسی (۱۶) غالباً بچوں کے لیے لکھی گئی تھیں۔

تمھاری بھابھی تمھیں، محبوب سلمہ اور حبیبہ سلمہ اور ان کے بچوں کو دُعا کہتی ہیں۔ میری طرف سے بھی محبوب، حبیبہ اور ان کے بچوں کو دُعائیں۔ میں تمھاری کامیابی کا آرزومند ہوں، مگر چونکہ تمھارا موضوع میری دلچسپی کا نہیں، زیادہ مدد نہیں دے سکتا۔

خیر طلب

عبدالودود

(۴)

پٹنہ۔۴

یکم اپریل ۱۹۶۱ء

عزیزی!

سفر سے واپسی پر تمھارا خط ملا۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا یاد آوری کے لیے شکریہ۔ سید حسن صاحب منتظم معاصر (۱۷) انھیں اطلاع دیں گے کہ معاصر کے شمارے کس طرح حاصل ہوتے ہیں اور انھیں یہ بھی بتا دیا جائے

گا کہ ہندی کتابیں کہاں سے مل سکتی ہیں؟ بعض مضامین کے آف پرنٹس میں انھیں بھجوادوں گا۔

تمھاری بھابھی تمھیں اور محبوب اور حبیبہ اور بچوں کو دُعا کہتی ہیں۔

خیر طلب

عبدالودود

(۵)

پٹنہ۔۴

۲۷رمئی ۱۹۶۱ء

عزیزی!

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ تم نے اپنا مقالہ پیش کر دیا، [.....] کامیابی ہوگی۔ طلسمِ راز (۱۸) مدتوں سے مفقود ہے۔ اگر غالب کی تقریظ پنج آہنگ (۱۹) میں نہ ہوتی تو یہ بھی علم نہ ہوتا کہ مجروح (۲۰) نے تذکرہ لکھا تھا۔ انوارالاعجاز (۲۱) میری نظر سے نہیں گزری۔ آفاق صاحب کراچی میں ہیں، ان سے دریافت کیا جائے۔

تمھاری بھابھی دُعا کہتی ہیں۔

خیر طلب

عبدالودود

(۶)

پٹنہ۔۴

۱۴ردسمبر ۱۹۶۴ء

برادرم!

تمھارا خط ملا۔ تمھارے لکھنے سے میں نے ایک مضمون مشرق (۲۲) کو بھیجا تھا اور اس کی رسید بھی آ گئی تھی، آج تک خبر نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا؟ ہم قلم کچھ دن میرے پاس آیا۔ کیا بہت دنوں سے نہیں آتا؟ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ کل شمارے راہ میں ضائع ہو گئے ہوں۔ مشرق کے تو ایڈیٹر نے بھی تمھارے خط کے ساتھ ساتھ مجھے مضمون کے لیے لکھا تھا۔ ہم قلم کے مدیر کا تو کوئی خط بھی نہیں آیا۔

عبدالقیوم بلخی صاحب (۲۳) کا نام اس وقت ذہن میں نہیں۔ یہ کون صاحب ہیں؟ ان کی صاحبزادی کو، جنھوں نے سلام لکھوایا ہے، دُعا کہنا، مگر یہ نہ بتانا کہ میں ان کے والد کو فراموش کر گیا ہوں۔ مسعود، سلام اور سید اور تمھاری بھابھی تمھیں دُعا کہتے ہیں۔

خیر طلب

قاضی عبدالودود

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۷)

ادارۂ تحقیقِ اردو، پٹنہ۔۴

۸؍فروری ۱۹۶۵ء

پرویز کاکوی صاحب!

عزیزی! خط ملا اوراس سے پیشتر بہت دنوں کے بعد ہم قلم کا ایک شمارہ بھی آیا تھا۔ حافظہ اچھا بھی ہوتو بہت سی باتیں فراموش ہو جاتی ہیں۔ تمھارے لکھنے سے سب کچھ یاد آ گیا۔ سعید باڑگڑھ گئے ہیں۔ تمھاری بھابھی دُعا کہتی ہیں اور مسعود سلام۔

تمھارے والد صاحب (۲۴) سے چند روز ہوئے، ملاقات ہوئی تھی۔ عید پران کی نظم دوبارہ چھپی ہے اوراس کا ایک نسخہ، انھوں نے مجھے عنایت کیا ہے۔ تمھارے بڑے چچا (۲۵) کے کلام کا انتخاب بھی طبع ہونے والا ہے۔ مضمون بھیجوں گا۔

خیر طلب

قاضی عبدالودود

(۸)

پٹنہ۔۴

۲۷؍جنوری ۱۹۶۹ء

عزیزی!

خط ملا۔ قومی زبان (۲۶) کا شمارہ، جس کا ذکر تمھارے خط میں ہے، میرے پاس نہیں آیا۔ سعید کی وفات واقعی ایک سانحہ ہے۔ اپنے حالات لکھو کہ کیا مشاغل ہیں؟

خیر طلب

قاضی عبدالودود

غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر

[ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (یکم جولائی ۱۹۱۲ء جبل پور، سی پی۔ ۲۵؍ستمبر ۲۰۰۵ء حیدرآباد، سندھ) اردو کے ممتاز معلم اور محقق تھے۔ ناگپور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۸ء تک وابستہ رہے۔ پاکستان آنے کے بعد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۶ء تک کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ بعدازاں سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کے صدر شعبۂ

اردو رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد پروفیسر ایمریٹس کے طور پر علم وادب اور تحقیق کے طلبہ کی رہنمائی کرتے رہے۔ وہ اردو کے نامور ادیب، محقق، نقاد، مؤرخ، مترجم اور روحانی شخصیت تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف سندھی اور انگریزی زبانوں پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ ان کی اردو، سندھی اور انگریزی مطبوعات کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ کچھ اہم کتابوں کے نام یہ ہیں: سید حسن غزنوی ، ادبی جائزے ، فارسی پر اردو کا اثر ، علمی نقوش ، حالی کا ذہنی ارتقاء ، اردو سندھی لغت ، سندھی اردو لغت ، تحریر و تقریر ، حضرت مجدد الف ثانی ، گلشنِ وحدت ، مکتوباتِ سیفیہ ، خزینۃ المعارف ، مکتوباتِ مظہریہ ، مکتوباتِ معصومیہ ، اقبال اور قرآن ، معارفِ اقبال ، اردو میں قرآن وحدیث کے محاورات ، اردو ترجمہ حضرات القدس، ہمہ قرآن در شانِ محمد ، پرشین لٹریچر ان انڈو پاکستان ، ہسٹری آف بہرام شاہ]

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

(۱)

University of Sind

Hyderabad

۱۷ اکتوبر ۱۹۶۰ء

عزیزِ گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ابھی گرامی نامہ ملا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے اچھا خاکہ تیار کیا ہے (۱)۔ آپ کا دوسرا اور تیسرا باب، دسویں باب کے بعد زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک باب بچوں کی نصابی کتب کے متعلق زیادہ ضروری ہے۔ اورینٹل کالج میگزین والا مضمون ان شاء اللہ تلاش کروں گا۔ اس میگزین میں اگر نہیں ہے کہ ادارۂ معارفِ علمیہ (لاہور) کی روداد میں شیرانی مرحوم کا مضمون تھا۔ بہرحال معلوم کریں، میں بھی معلوم کروں گا۔

ڈاکٹر صوفی صاحب، جو C.P. میں ڈائریکٹر آف اسکولس تھے اور اب انجمن ترقیِ اردو، کراچی کے معتمد اعزازی ہیں، انھوں نے فرانس کے ڈاکٹریٹ کے لیے غالباً اسی قسم کا موضوع لیا تھا، ان سے بھی مشورہ لیں۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں (معارف پریس، اعظم گڑھ) سے بھی کچھ کام کی چیزیں ملیں گی۔ Child Psychology کے ضمن میں، جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، ان سے آپ کے بعض ابواب کو مواد ملے گا۔

آپ کا موضوع ان شاء اللہ منظور ہو جائے گا، دفتر سے کام دیر میں نکلتا ہے۔ آپ [خط کے بقیہ حصے، جو ایک دو مختصر جملوں سے زیادہ نہیں، کی خواندگی کاغذ کی خستگی اور روشنائی کے مدھم پڑ جانے کی وجہ سے ممکن نہ ہوسکی]۔

[غلام مصطفیٰ خاں]

(۲)

[دسمبر ۱۹۶۰ء]

Optimized by www.ImageOptimizer.net

عزیزِ مکرم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ابھی ملا۔ آپ کا موضوع منظور ہو چکا ہے۔ اطلاع بھی پہنچتی ہو گی۔ فقط، والسلام۔

غلام مصطفیٰ خاں

(۳)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

University of Sind

Hyderabad

۲۶؍جولائی [۱۹۶۷ء]

عزیزِ گرامی منزلت دام مجدکم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا۔ یہ آپ کی عین محبت وسعادت ہے کہ آپ نے اس عاجز کو گراں قدر الفاظ سے تبصرے میں یاد فرمایا ہے۔ اللہ پاک آپ کو خوش وخرم اور فائز المرام رکھے، آمین ثم آمین۔ آپ سے نیاز حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ دو سال ہوئے کہ پنجاب یونیورسٹی سے ایک صاحب نے بچوں کے ادب پر پی ایچ۔ ڈی کے لیے مقالہ لکھا تھا، میرے پاس بھیجا گیا تھا، میں نے صاف طور پر لکھ دیا کہ اس مقالے سے بدرجہا بہتر ہمارے عزیز محمود الرحمٰن صاحب لکھ چکے ہیں۔ اب آپ نے اضافہ کر دیا ہے تو وہ مزید مفید ہو گا۔ آپ بلا تکلف شائع کرائیں۔ اگر آپ نے یونیورسٹی سے اجازت چاہی تو خواہ مخواہ طوالت ہو گی۔ اجازت بھی بمشکل ملے گی۔ آپ شائع کرائیں، کون پوچھتا ہے؟ اور یہ تو ایم اے کا مقالہ ہے۔ پی ایچ۔ ڈی والے مقالے کے لیے شرائط ہیں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

کوشش کریں کہ کراچی یونیورسٹی میں آپ کو پی ایچ۔ ڈی میں داخلہ مل جائے اور اسی مقالے کو وہاں پیش کریں۔ محترم ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صاحب سے مل لیں اور میرا ذکر کر دیں (۲)۔ فقط، والسلام۔

احقر

غلام مصطفیٰ

(۴)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

حیدر آباد

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۷/ مارچ [۱۹۸۰ء]

عزیزِ محترم و مکرّم دام مجدکم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا۔ اللہ پاک آپ کو جلد از جلد صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی تمام پریشانیاں دور فرمائے، آمین ثم آمین۔ خدا کرے آپ کراچی واپس آ جائیں۔ آپ کا مقالہ ابھی تک ممتحن حضرات کو نہیں بھیجا گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بھیج دیا ہو اور مجھے فراموش کر دیا ہو۔ پہلے وائس چانسلر کچھ دوسرے مزاج کے تھے۔ عزیزی ہاشمی صاحب سیلون سے آئے ہوئے ہیں۔ آتے ہی انھوں نے آپ کے متعلق دریافت کیا (۱۳/ مارچ کو تشریف لائے ہیں)، میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ اب وہ یہاں یونیورسٹی گئے ہوں گے اور آپ کے لیے ان شاء اللہ کوشش کریں گے۔

محترم ڈاکٹر معین الدین جمیل صاحب کی کتاب کا معاوضہ مجھے مل گیا ہے، جزاء کم اللہ۔ ان کی کتاب اچھی ہے، لیکن بنگلہ دیش، یا ہندوستان میں شائع ہوتی تو بہتر تھا۔ جو لوگ ان کی کتاب بغور پڑھیں گے، انھیں شاید ان سے سخت اختلاف ہوگا۔ ویسے عموماً لوگ پوری طرح اور بغور کتابیں نہیں پڑھتے، اس لیے کچھ بھی شائع ہو، کوئی حرج نہیں۔ اللہ پاک آپ کو فائز المرام فرمائے، آمین ثم آمین۔ والسلام، فقط۔

احقر

غلام مصطفیٰ

(۵)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

2.OLD UNIVERSITY CAMPUS

HYDERABAD,SIND

۷/ جون [۱۹۸۰ء]

عزیزِ مکرّم و محترم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج افضل الفوائد (۳) کا انگریزی ترجمہ موصول ہوا، بہت بہت شکریہ، دیکھ لوں گا۔ جن صاحب نے اس کتاب کو جعلی کہا ہے، ان کی کوئی بات مستند نہیں ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ افضل الفوائد میں بعض باتیں الحاقی شامل ہو گئی ہیں۔

سنا ہے کہ ۱۵/ جون کو یہاں ریسرچ کمیٹی کا اجلاس ہے۔ آپ بھی ان لوگوں کو یاد دہانی کرا دیں۔ ہاشمی صاحب کا مقالہ آپ لے گئے تھے، کچھ ہوا؟ فقط، والسلام۔

احقر

Optimized by www.ImageOptimizer.net

غلام مصطفیٰ

(۶)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً

2.OLD UNIVERSITY CAMPUS

HYDERABAD,SIND

۸/رمضان المبارک/۲۲/جولائی [۱۹۸۰ء]

عزیز گرامی منزلت دام مجد کم!

السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ گرامی نامہ ملا تھا۔ قبلہ والدہ ماجدہ کے انتقال کی خبر سے بڑا قلق ہوا (۴)، انا للہ ۔ االلہ پاک ان کو جنت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل سے نوازے، آمین ثم آمین۔ ان کے لیے کئی مرتبہ ایصالِ ثواب کرنے کی بھی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے اور ان کے درجات خوب خوب بلند فرمائے، آمین ثم آمین۔ افسوس کہ آپ بہت بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔ میری والدہ مرحومہ کا جب انتقال ہوا تھا تو ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ: ''دیکھو میاں! اب تک تو خوب بے فکری کی زندگی گزاری، لیکن اب تم کو بہت محتاط زندگی گزارنی ہوگی، کیونکہ جن کی دُعاؤں سے تم ہر بلا سے محفوظ تھے، افسوس کہ اب وہ دنیا میں نہیں ہیں''۔ ان بزرگ کی یہ نصیحت میں آپ کے لیے بھی پیش کرتا ہوں: کل من علیھا فان

ہاشمی صاحب سیلون سے آئے ہوئے ہیں، غالباً ستمبر تک رہیں گے۔ آپ کا گرامی نامہ میں نے ان کو بھیج دیا تھا، ممکن ہے کہ انھوں نے آپ کو خط لکھا ہو۔ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب (۵) کے مکان کا نمبر مجھے یاد نہیں۔ آپ یونیورسٹی کے پتے پر بھیج دیں، ان کو مل جائے گا۔ وہ وہاں جاتے رہتے ہیں۔ ویسے میں نے آپ کی عنایت کا ذکر ان سے کر دیا ہے۔

میں انتظار میں تھا کہ آپ کا مقالہ یہاں یونیورسٹی سے آئے تو میں آپ کو اطلاع دوں، لیکن ابھی تک نہیں آیا۔ نجم الاسلام صاحب سے اتنا معلوم ہوا تھا کہ ممتحن حضرات کی منظوری ہو چکی ہے۔ شاید اجلاس کی روداد شائع ہونے میں دیر ہو رہی ہے۔ بہر حال اللہ پاک کی مدد شاملِ حال ہوگی۔

حضرت امیر خسرو کی افضل الفوائد کے انگریزی ترجمہ پر تبصرہ (مع ترجمہ) رجسٹری سے ۱۲/جولائی کو آپ کو بھیج چکا ہوں، مل گیا ہوگا۔ اللہ پاک خوش رکھے اور جزائے خیر دے، آمین۔ فقط، والسلام۔

احقر

غلام مصطفیٰ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۷)

۷۸۶

حامداًومصلیاً

حیدرآباد

۱۸/مارچ[۱۹۸۱ء]

عزیزِگرامی قدر!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پی ایچ۔ڈی پردلی مبارکباد قبول فرمائیں۔عزیزی ہاشمی صاحب نے آپ کو نتیجہ بھیج دیا ہے۔بہت بہت مبارک ہو،الحمد لله بارك الله۔رسید بھیجتا ہوں۔بہت بہت شکریہ۔فقط،والسلام۔

دُعاگو

غلام مصطفیٰ

(۸)

حامداًومصلیاً

2.OLD UNIVERSITY CAMPUS

HYDERABAD,SIND

۲۸/اکتوبر[۱۹۸۱ء]

عزیزِگرامی منزلت دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔کل گرامی نامہ ملا۔اللہ پاک آپ کو جلداز جلد دیارِ پاک میں پہنچا دے اور آپ کے درجات خوب بلند فرمائے،آمین ثم آمین۔آیتِ کریمہ کا ورد،جو خواب میں فرمایا گیا ہے،نہایت مناسب ہے۔ آج سے قریب ۴۴ سال پہلے،جب میں کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی میں پڑھاتا تھا،ایک دن بازار کی ایک دکان میں بیٹھا ہوا تھا،وہاں ایک صاحب مجھ سے اسمِ اعظم کے متعلق دریافت فرمارہے تھے۔میں نے عرض کیا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بھی اسمِ اعظم کہا گیا ہے(اورلا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین بھی حدیث میں ہے)۔اتنے میں ایک مجذوب وہاں سے گزرے اور مجھ سے فرمایا کہ اسم کے کیا معنی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ نام۔پھر فرمایا کہ اعظم کے کیا معنی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ سب سے بڑا تو فرمایا کہ اسمِ اعظم کے کیا معنی ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ سب سے بڑا نام۔فرمایا سب سے بڑا نام کس کا ہے؟ بس اتنا کہہ کر وہ روانہ ہوگئے۔عجیب کیف ومستی کے عالم میں تھے۔اللہ پاک آپ کو اپنے مقبولین میں شامل فرمائے،آمین ثم آمین۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ابھی تک آپ کے دفتر سے یاد فرمائی نہیں ہوئی۔ آپ کا جواب نہیں آیا تھا۔ میں نے ۲۵/ اکتوبر کو محترم ڈاکٹر ہالے پوتا صاحب (٦) کو خط لکھا ہے کہ آپ معلوم فرمالیں۔ دُعا میں یاد رکھیں۔ اب میں ہر طرح کمزور ہوتا جارہا ہوں۔
سب عزیزوں کو دُعا وسلامِ مسنون۔ فقط، والسلام۔

احقر
غلام مصطفیٰ

(۹)

۷۸٦

حامداً ومصلیاً

حیدرآباد
۲۱/ اپریل [۱۹۸۴ء]

عزیزِ گرامی منزلت دام مجدکم!

السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کل گرامی نامہ ملا۔ حالات پڑھ کر بڑا دکھ ہوا۔ شکر ہے کہ آپ کو حج اور زیارت نصیب ہوگئی؛ یہی سب سے بڑا انعام ہے۔ آپ نے سخت مصائب کا سامنا کیا، لیکن جو قلبی کیفیات ان مصائب کی وجہ سے پیدا ہوئیں، وہ خود اپنی جگہ بڑا انعام ہے۔ آپ کے خواب بھی سب مبارک ہیں اور ان شاء اللہ آپ کو دونوں جہانوں کی فلاح وخیر خوب خوب حاصل ہوگی۔

آپ نے کوائف بھیجے ہیں، وہ میں نے محترم ڈاکٹر بلوچ صاحب کو آج بھیج دیے ہیں، لیکن میری یہی رائے ہے کہ شعبان کے آخر میں اسلام آباد میں اسکول ہی کھول لیجیے۔ محمدی اسکول نام رکھیے۔ بچوں اور بچیوں کا اسکول ہو، ایک وقت بچیوں کے لیے اور دوسرا بچوں کے لیے۔ پھر خیر وبرکت ہونے پر آپ اشاعت کا کام شروع کرسکتے ہیں۔

میں بہت کمزور ہوتا جارہا ہوں۔ باتیں کرنے اور سننے سے بھی چکر آجاتے ہیں۔ دُعا میں یاد رکھیں۔ اللہ پاک حضورِ انور کے صدقے میں آپ کو اور آپ کے عزیزوں کو بیش از بیش فلاحِ دارین عطا فرمائے اور سرفراز وسربلند فرمائے، آمین۔ فقط، والسلام۔

احقر
غلام مصطفیٰ

(۱۰)

۷۸٦

حامداً ومصلیاً

2.OLD UNIVERSITY CAMPUS

HYDERABAD,SIND

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۲۲ر رمضان المبارک ریکم جون [۱۹۸۵ء]

عزیزِ گرامی منزلت دام مجدکم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ ماشاءاللہ آپ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ہیں۔ محترم ڈاکٹر الانا صاحب (۷) کو میرا بہت بہت سلام کہیے۔ مجھ سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ ان کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

محترم ڈاکٹر ہالے پوتا صاحب کی کوشش سے مجھے پروفیسر ایمریٹس بنایا گیا ہے، ورنہ کون پوچھتا ہے؟ ڈی لٹ کے لیے آپ کا موضوع بہت مناسب ہے (۸)، لیکن اس یونیورسٹی کا یہ قاعدہ ہے کہ اب صرف اسی یونیورسٹی کے اساتذہ کو اجازت مل سکتی ہے، متعلقہ کالجوں والوں کو بھی اجازت نہیں دیتے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (۹) (پرنسپل، گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ) کو بھی اجازت نہیں دی گئی، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کام ضرور کریں، ممکن ہے آئندہ اجازت مل جائے۔ میں کیا اور میرا خاکہ کیا؟ ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب (صدر شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، جامشورو) کچھ آپ کو بتا سکیں گے۔

میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ دُعا میں یاد رکھیں۔ فقط، والسلام۔

احقر

غلام مصطفیٰ

(۱۱)

حامداً ومصلیاً

حیدرآباد

۶ر فروری [۱۹۸۶ء]

عزیزِ گرامی منزلت دام مجدکم!

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ ملا۔ پہلے بھی ملا تھا۔ اب میری صحت اس قابل نہیں کہ جواب دے سکوں۔ مبارک ہو کہ آپ کا مقالہ شائع ہو رہا ہے۔ اللہ پاک ہر طرح نوازے، آمین ثم آمین۔ فقط، والسلام۔

احقر

غلام مصطفیٰ

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر

[اصل نام سید دلدار علی ۲۶ر جنوری ۱۹۲۶ء میں فتح پور ہسوہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ آگرہ یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔ پاکستان آمد کے بعد کراچی یونیورسٹی سے ایم اے، پی ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۵۱ء میں نگار لکھنؤ میں زبان اور رسم الخط کے حوالے سے مضمون لکھ کر ادبی دنیا میں متعارف ہوئے۔ نگار کے پاکستانی دور میں پہلے

نیاز فتح پوری کے معاون اوران کی وفات کے بعد جانشین کے طور پر سامنے آئے۔بیس سے زیادہ کتابوں اور ڈیڑھ سو سے زیادہ تحقیقی وتنقیدی مقالات کے مصنف ہیں۔تصانیف: اردو رباعی ، اردو کی منظوم داستانیں ، اردو افسانہ اور افسانہ نگار ، اردو کی نعتیہ شاعری ، زبان اور اردو زبان ، اردو املا اور رسم الخط ، نیا اور پرانا ادب ، تدریسِ اردو ، ہندی اردو تنازع ، تحقیق وتنقید ، اقبال سب کے لیے ، غالب۔شاعرِ امروز وفردا ، غزلیاتِ غالب۔شرح اور متن ، میر انیس۔حیات اور شاعری ، نواب مرزا شوق کی مثنویاں ، قمر زمانی بیگم ، فنِ تاریخ گوئی

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا ، اہلِ قلم ڈائرکٹری)

(۱)

NIGAR-E-PAKISTAN,KARACHI

۳۱/اکتوبر[۱۹۶۲ء]

محترمی ومکرمی!

سلامِ مسنون۔ نگار (۱) کی یہ روایت آپ کے علم میں ہے کہ وہ سال کے آغاز میں اپنا ایک خاص نمبر شائع کرتا ہے۔نیاز صاحب (۲) کی ادارت اور آپ کی اعانت میں ان خاص نمبروں نے علم وادب کا جو بلند معیار و مذاق پیش کیا ہے،وہ بھی آپ کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔اب نیاز صاحب اپنی عمر کے اسی سال اور تصنیفی وتالیفی زندگی کے تقریباً ساٹھ سال پورے کر چکے ہیں۔ نگار کی عمرِ عزیز بھی چہل سال سے آگے بڑھ کر جشنِ پنجاہ سالہ کے دور میں داخل ہوگئی ہے،لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ نگار و نیاز دونوں کے استقلالِ مزاج میں سرِ موکوئی فرق نہیں آیا۔علم وادب کا جو چراغ نگار کی صورت میں نیاز کے ہاتھوں ۴۳سال پہلے روشن ہوا تھا،وہ آج بھی اسی طرح ضیا پاش ہے۔

نگار و نیاز کی اسی وفاداری بشرطِ استواری کو اصلِ ایمان بنانے کا سوال تھا (۳)۔خیال آیا کہ نگار کے آئندہ سالنامے،یعنی جنوری ۶۳[۱۹]ء کے خاص نمبر کو نیاز کی شخصیت اور فن کے لیے وقف کر دیا جائے،لیکن یہ خیال آپ کی دیرینہ لطفِ ارزانی اور نگار نوازی کے بغیر شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔آپ کی مصروفیات کا کم وبیش مجھے اندازہ ہے،اس کے باوجود گزارش ہے کہ نیاز نمبر کے لیے کوئی مضمون،جس قدر جلد ممکن ہو سکے،مرحمت فرمائیں۔یہ محض رسمی بات نہیں، بلکہ امرِ واقعہ ہے کہ نگار و نیاز کو آپ سے بہتر بہت کم لوگ جانتے ہیں (۴) اور جب تک آپ اس کام میں قلمی تعاون نہ فرماویں گے،مشکل ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں۔اُمید ہے کہ آپ مجھے حوصلہ شکنی نہ کریں گے [کذا] اور جلد از جلد یاد فرما کر شکر گزار بنائیں گے۔والسلام

فرمان فتح پوری

قدرت اللہ شہاب

[قدرت اللہ شہاب گلگت میں ۲۶ رفروری ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد عبداللہ گلگت کے گورنر تھے۔ ابتدائی تعلیم ریاستِ جموں وکشمیر اور چمکور صاحب، ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) سے حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج، لاہور سے ایم اے انگریزی کیا۔ ۱۹۴۱ء میں آئی سی ایس کا امتحان پاس کر کے سول سروس میں شامل ہوئے۔ بہار، اڑیسہ اور بنگال میں خدمات انجام دیں۔ آزادی کے بعد مختصر عرصے کے لیے حکومتِ آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل رہے۔ ۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل غلام محمد کے ذاتی معتمد مقرر ہوئے۔ صدر اسکندر مرزا اور صدر ایوب خان کے ساتھ بھی اسی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ سیکرٹری اطلاعات، سیکرٹری تعلیم، ہالینڈ میں سفیر اور اقوامِ متحدہ میں بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ جنوری ۱۹۷۶ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ ۲۴ رجولائی ۱۹۸۶ء کو اسلام آباد میں وفات پا گئے۔ ایک کامیاب بیوروکریٹ ہونے کے علاوہ، شہاب صاحب ممتاز ادیب، دانشور اور صوفی بھی تھے۔ اردو افسانے میں انھیں ایک مسلمہ مقام حاصل ہے۔ ان کی خودنوشت سوانح عمری شہاب نامہ کو اردو کی اہم خودنوشتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنوری ۱۹۵۹ء میں پاکستان رائٹرز گلڈ کے قیام میں بھی ان کا اہم کردار تھا۔ تصانیف: یا خدا، نفسانے، ماں جی، سرخ فیتہ، شہاب نامہ

(ماخذ: شہاب نامہ، وفیاتِ اہلِ قلم، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا، مولوی عبدالحق کے غیر مدون خطوط کی تدوین)

(۱)

Govt. of Pakistan

Ministry of National Reconstruction&Information

۱۷ راکتوبر ۱۹۶۲ء

محترمی!

السلام علیکم۔ نوازش نامہ ملا۔ ازدواجی دائرے میں داخل ہونے پر (۱) پیشگی مبارکباد قبول فرمایئے۔ خدا آپ کو ہر طرح کی خوشی عنایت فرمائے، آمین۔

نیازمند

قدرت اللہ شہاب

(۲)

Govt. of Pakistan

Ministry of Information&Broadcasting,Karachi

۷ رفروری ۱۹۶۳ء

محترمی!

Optimized by www.ImageOptimizer.net

السلام علیکم۔نوازش نامہ مؤرخہ ۵؍فروری ۱۹۶۳ء موصول ہوا۔آپ نے جس انداز سے زندگی کے چیلنج کو قبول کیا ہے، وہ قابلِ تعریف ہے۔خدا کرے آپ آئندہ بھی اسی روش پر ثابت قدم رہ سکیں۔اپنے عزیز واقارب کی متوقع آمد پر آپ کے جوتأثرات ہیں، ان کا مجھے پورا پورا احساس ہے۔یقین رکھیے کہ جو خدا نئی نئی ذمہ داریاں آپ کے سر پر ڈالتا ہے، وہی خدا ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق بھی عطا فرماتا ہے، اس لیے ان حالات پر ضرورت سے زیادہ پریشان ہونا بے سود ہے۔

اب رہا آپ کی ملازمت کا معاملہ! میری رائے یہ ہے کہ آپ موجودہ اسامی (۲) پر برقرار رہیں۔اگرچہ تنخواہ ناکافی ہے، لیکن اس کو Supplement کرنے کی راہیں نکل سکتی ہیں۔مجھے اُمید ہے کہ عنقریب بچوں کے ادب کے متعلق ایک اسکیم جاری ہونے والی ہے، اس میں آپ کی صلاحیتیں بروئے کار آسکتی ہیں۔ان شاء اللہ میں اس بات کا خیال رکھوں گا (۳)۔اس سے آپ کی آمدنی میں، جو اضافہ ہوسکتا ہے، وہ شاید نئی ملازمت کی تلاش سے زیادہ سودمند ثابت ہو۔والسلام

نیازمند

قدرت اللہ شہاب

(۳)

GOVERNMENT OF PAKISTAN

MINISTRY OF EDUCATION

اسلام آباد

۲۵؍ستمبر ۱۹۶۷ء

محترمی!

السلام علیکم۔نوازش نامہ ملا، یادفرمائی کا شکریہ۔آپ کا خط مجھے قدرے دیر سے موصول ہوا، اس لیے میں صوفی غلام مصطفیٰ تبسم صاحب (۴) پر آپ کا ریڈیو فیچر (۵) نہ سن سکا۔اردو ادب میں آپ کی تحقیقی کاوشیں دلچسپ اور قابلِ قدر ہیں۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔والسلام

نیازمند

قدرت اللہ شہاب

(۴)

GOVERNMENT OF PAKISTAN

MINISTRY OF EDUCATION

اسلام آباد

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۱۲؍جنوری ۱۹۶۸ء

محترمی!

السلامُ علیکم۔نوازش نامہ ملا۔ اردو میں بچوں کا ادب کا انتساب میرے نام کرنے پر آپ کی تجویز کا بہت شکرگزار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس انتساب کے لیے مجھ سے بہتر لوگ بھی موجود ہیں،لیکن اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو بے شک یہ اعزاز میرے لیے باعثِ فخر ہوگا۔والسلام

نیازمند

قدرت اللہ شہاب

مہدی علی خاں، راجا

[راجا مہدی علی خاں (۱۹۲۸ء تا ۱۹۶۶ء) اردو کے معروف مزاح نگار، شاعر، افسانہ نگار، مترجم اور گیت نگار تھے۔ان کا تعلق نامور شاعر، خطیب اور صحافی مولانا ظفر علی خاں کے خاندان سے تھا۔وزیرآباد، پنجاب میں ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔والد کا نام راجا عنایت علی خاں تھا۔والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ ح ب صاحبہ نے تعلیم و تربیت کی۔ان کی والدہ خود بھی اردو کی پختہ کار شاعرہ تھیں۔راجا مہدی علی خاں نے قیامِ پاکستان کے بعد بھارت میں اپنی بیگم طاہرہ مخفی کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کر لی۔بمبئی کی فلم انڈسٹری سے وابستہ رہے اور بہت سی فلموں میں کامیاب گیت نگاری کی۔ان کی کچھ معروف کتابوں کے نام یہ ہیں: اندازِ بیاں اور، چاند کا گناہ اور دیگر افسانے، دنیا کی رنگین مزاج عورتیں، ربابِ زیست، ستارۂ صبح]
(ماخذ: راقم کے نام شفیع عقیل کا خط: ۲۵؍دسمبر ۲۰۱۰ء)

(۱)

۱۴۹۔ پالی روڈ، بمبئی

۱۵؍اکتوبر ۱۹۶۰ء

مائی ڈیر محمود پرویز صاحب!

تسلیم۔آج ہی اپنی نظمیں بذریعہ رجسٹری بھیج رہا ہوں۔اس کی آپ کسی سے نقل کرا کے اصل مجھے فوراً بذریعہ رجسٹری بھیج دیں گے۔علالت کی وجہ سے نثر نہیں بھیج سکوں گا۔کھلونا بکڈپو، آصف علی روڈ، اجمیری گیٹ، دہلی نے میری بچوں کی کہانیوں اور ڈراموں کی چھ سات کتابیں شائع کی ہیں (۱)۔گو یہ کتابیں بہت زیادہ 'قیامت' نہیں ہیں، پھر بھی اگر آپ چاہیں تو وہاں سے حاصل کر سکتے ہیں۔ کھلونا، شمع اور بانو ایک ہی ادارے کے تین پرچے ہیں اور بکڈپو بھی ان ہی کی ہے (۲)۔نثر کا بہترین لٹریچر میں نے ابھی شائع نہیں کرایا۔نظموں کی واپسی کے لیے تاکید کرتا ہوں۔بیماری کی وجہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سے زیادہ محنت نہ کر سکتا ہوں۔ اُمید ہے کہ نظمیں آپ کو پسند آئیں گی۔ فقط، سلام۔

مخلص

راجا مہدی علی خاں

(۲)

۱۴۹۔ پالی روڈ، بمبئی

۱۹/اکتوبر ۱۹۶۰ء

ابھی ابھی آپ کا پیارا پیارا خط موصول ہوا اور اس میں میرے لیے ایک نایاب سا تحفہ بھی، بہت بہت شکریہ۔ آپ کا خط جتنا خوبصورت ہے، میرا اتنا ہی بھونڈا۔ قلم کا نب الگ پریشان کر رہا ہے۔ ۱۵/اکتوبر کو میں نے اپنی بہت سی نظمیں بذریعہ رجسٹری بھیج دی تھیں۔ اس خط سے پہلے پہلے مل گئی ہوں گی۔ ان کی کاپی کی مجھے ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی نقل کرا کے کاپی مجھے بھجوا دیں گے، بذریعہ رجسٹری۔ میری بچوں کی چند کہانیوں وغیرہ کی کتابیں، جو چھپی تھیں برائے نام، وہ پارٹیشن کی نذر ہو گئی ہیں۔ حال ہی میں، یعنی پچھلے سال یونس صاحب ایڈیٹر شمع و مالک کھلونا بکڈپو، آصف علی روڈ، اجمیری گیٹ، دہلی نے میری چھے سات بچوں کی کہانیوں؛ ڈراموں وغیرہ کی کتابیں چھاپی ہیں، لیکن یہ میری نمائندہ کتابیں نہیں ہیں۔ میرے ڈرامے، جو مجھے بہت زیادہ پسند تھے، میں نے خود چھاپنے کے لیے رکھ لیے ہیں۔ اگر میری یہ کتابیں آپ ان لوگوں سے حاصل نہ کر سکیں تو [میں] خود آپ کو بھیج دوں گا۔

وہ لٹریچر، جو ابھی چھپا نہیں، کیا اس کا ذکر آپ کے مضمون میں کرنا مناسب ہوگا؟ اگر ایسی بات ہے تو میں ایک ماہ تک اس غیر مطبوعہ نثر کا کچھ حصہ آپ کو نقل کرا کے بھیج دوں گا۔ حامد اللہ افسر میرٹھی کبھی کبھی کھلونا میں لکھتے ہیں۔ ان کی نظمیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔ ابنِ انشا کی بھی چند نظمیں کھلونا دہلی میں پڑھی تھیں، اچھی تھیں۔ شفیع الدین نیر مجھے بالکل پسند نہیں۔ حفیظ جالندھری (۳) نے بھی بچوں کے لیے خوب لکھا ہے۔ سویرا بکڈپو، لاہور نے میری بچوں کی نظمیں [کذا] پر کوئی کتاب شائع کی ہے، جو وہ مجھے نہیں بھیج رہے۔ یہ ان نظموں کے علاوہ ہیں، جو میں آپ کو بھیج چکا ہوں۔ امتیاز علی تاج صاحب (دارالاشاعت پنجاب، لاہور) نے بچوں کا بہت سا لٹریچر شائع کیا ہے، وہاں سے، امتیاز صاحب کو خط لکھ کر ان کی پسند سے، کچھ کتابیں منگوا لیجیے۔ آپ کو کافی محنت کرنی پڑے گی۔ اسمٰعیل میرٹھی بچوں کی نظموں کے خدا تھے۔ بہت اچھا لکھا ہے، انھوں نے بچوں کے لیے۔

آل انڈیا ریڈیو، دہلی سے آپ کو بچوں کا لٹریچر نہ مل سکا تھا۔ پارٹیشن کے بعد وہاں پابندی آ گئی۔ بخاری صاحب (۴) کے عہد میں وہاں سے بچوں کا پروگرام براڈکاسٹ ہوتا تھا۔ ریڈیو پاکستان سے [معلوم] کیجیے۔ آپ نے میری جس نظم کا ترجمہ مجھے بھیجا ہے، مجھے کچھ یاد نہیں، میں نے کب لکھی تھی؟ جس نے بھی یہ نظم لکھی ہے، خوب لکھی ہے۔ اگر

Optimized by www.ImageOptimizer.net

وہ رسالہ، جس میں میری نظم کا انگریزی ترجمہ چھپا تھا، میری نظموں کے ساتھ مجھے بھیج سکیں تو بہت ممنون ہوں گا۔ کیا میری وہ نظم (اردو) دستیاب ہوسکتی ہے؟ جس کا انگریزی ترجمہ مجھے آپ نے ارسال کیا ہے۔

واقعی ہینڈ رائٹنگ پر اگر کوئی نوبل پرائز ہوتو وہ آپ کو مل جانا چاہیے۔ اچھا اب رخصت ہوتا ہوں۔ فقط، سلام۔

مخلص

راجا مہدی علی خاں

میرزا ادیب

[میرزا ادیب (اصل نام: دلاور علی) ۴؍اپریل ۱۹۱۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ کالج، لاہور سے بی اے آنرز کیا۔ شروع میں شاعری بھی کرتے رہے، مگر بعد میں صرف اصنافِ نثر کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ڈرامہ، افسانہ، خاکہ، تنقید، بچوں کا ادب، صحافت اور ادبی کالم سبھی کچھ لکھا۔ انھوں نے اپنے ادبی سفر کا آغاز ماہنامہ ادبِ لطیف لاہور کی ادارت سے کیا۔ اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں مسودہ نویس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک بار پھر ادبِ لطیف کی ادارتی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک ریڈیو پاکستان لاہور سے وابستہ رہے۔ ڈراموں کے مجموعے پسِ پردہ پر آدم جی ادبی انعام ملا۔ میرزا ادیب کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں انھیں صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی بھی عطا کیا گیا۔ ۳۱؍جولائی ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔ چند اہم کتب: صحرانورد کے خطوط، صحرانورد کے رومان، دیواریں، جنگل، کمبل، حسرتِ تعمیر، ساتواں چراغ، موت کا تحفہ، گلی گلی کہانیاں، متاعِ دل، کرنوں سے بندھے ہاتھ، میرزا ادیب کے بہترین افسانے، لہو اور قالین، ستون، فصیلِ شب، شیشے کی دیوار، پس پردہ، آنسو اور ستارے، تنقیدی مقالات، ناخن کا قرض، ادبی کالم، مٹی کا دیا

(ماخذ: مٹی کا دیا، وفیاتِ اہلِ قلم، فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

(۱)

کرشن نگر، لاہور

۲۳؍مارچ ۱۹۸۰ء

برادرِ عزیز!

سلامِ مسنون۔ آپ کو اس نہایت اعلیٰ اعزاز پر میری دلی مبارکباد یں، بہت خوشی ہوئی ہے۔ خدا کرے آپ اسی طرح مسلسل آگے بڑھتے رہیں۔ موضوع تھیسس کا نہایت اہم ہے، چھپ جانا چاہیے۔ میں نے خبر وغیرہ بیدار سرمدی (۱)، انچارج ادبی ایڈیشن کے حوالے کردیا [کذا] ہے۔ اب کے پرچہ نہیں نکلے گا۔ خبر اگلے ادبی ایڈیشن میں آسکے گی۔ ۲۳ کو اخبار میں چھٹی ہے اور ۲۴ کا پرچہ نہیں چھپے گا، جو ادبی ایڈیشن ہے۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

نیازمند

میرزا ادیب

(۲)

کرشن نگر، لاہور

۳؍ستمبر ۱۹۸۰ء

محبِ گرامی قدر!

سلامِ مسنون۔ تاخیر سے شکریہ ادا کر رہا ہوں۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کا پتا کہیں درج نہ کر سکا تھا۔ آج بھی مکمل پتا موجود نہیں ہے، مگر یہ سوچ کر خط لکھ رہا ہوں کہ آپ کا ادارہ تو بہت بڑا ادارہ ہے، خط منزلِ مقصود پر ضرور پہنچ جائے گا۔ میں آپ کا تہِ دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے نہایت خوبصورت عید کارڈ بھیجا، جو میرے پاس تحفۂ محبت کے طور پر محفوظ رہے گا۔ آج کل کیا کچھ ہو رہا ہے؟ آپ کا ایک وعدہ تھا، آئے نہیں آپ۔ شاید آپ کے پاس ذاتی طور پر یہ کتابیں ہوں:

پھول کا انتخاب مرتبہ غلام عباس (۲)

کلیاں ہی کلیاں مرتبہ فاروق علی خاں (۳)

اگر آپ کے پاس ہوں تو عاریتاً صرف دو روز کے لیے مجھے دیں۔ ہر حال [میں] واپس کر دوں گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ کس ناشر کے پاس ہیں؟ تو بھی مطلع کر دیں۔

آپ کا اپنا

میرزا ادیب

(۳)

کرشن نگر، لاہور

۲۹؍مارچ ۱۹۸۲ء

برادرِ عزیز!

سلامِ مسنون۔ گرامی نامہ مل گیا تھا اور عطا صاحب (۴) کی دُعائے اسمیہ (۵) بھی، شکر گزار ہوں۔ میں ہفتے میں صرف ایک بار نوائے وقت کے دفتر جاتا ہوں اور یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ عطا الحق قاسمی صاحب (۶) سے ملاقات ہو جائے۔ دفتر میں کوئی چیز چھوڑ آتا ہوں تو اتفاق ہی سے انھیں مل سکتی ہے۔ گزارش کروں گا کہ نوائے وقت کے لیے آپ کوئی تحریر بھجوانا چاہیں تو براہِ راست بھجوا دیا کریں، یہ بہتر طریقہ ہے۔ یہ نظم ہر صورت ان کو دے دوں گا، جس طرح بھی ممکن ہوا۔ میں ۲۲ اور ۲۳؍مارچ کو اسلام آباد میں تھا۔ توقع تھی کہ آپ سے ملاقات ہو جائے گی، مگر ایسا نہ ہو

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سکا۔تقریب میں بہت سے لوگ موجود تھے۔ان میں آپ کو ڈھونڈ ھتا رہا۔

اللہ کا فضل وکرم ہے، زندہ ہوں اور کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہوں۔بہت ممنون ہوں کہ آپ میرے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں۔ایک بار آپ نے وعدہ کیا تھا کہ بک فاؤنڈیشن کی ادبی مطبوعات اعزازی طور پر آپ کو بھجوائی جائیں گی۔اس سے یہ ہوگا کہ میں کالم لکھ دوں گا۔ادارے کے ضمن میں یہ بات مفید رہے گی۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

نیاز مند

میرزا ادیب

وزیر آغا، ڈاکٹر

[ادیب، محقق، نقاد اور دانشور ڈاکٹر وزیر آغا ۱۸ رمئی ۱۹۲۳ء کو وزیر کوٹ، سرگودھا میں پیدا ہوئے۔گورنمنٹ کالج، لاہور سے ۱۹۴۳ء میں ایم اے معاشیات اور پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے اردو ادب میں طنز ومزاح کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔مولانا صلاح الدین احمد کے معروف رسالے ادبی دنیا میں ان کے دستِ راست اور معاون رہے۔بعد میں اپنا ادبی رسالہ اوراق نکالا۔اس پرچے کے ذریعے اردو ادب کو کئی اچھے قلمکار فراہم کیے۔سال ۲۰۱۰ء میں ڈاکٹر صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔ڈاکٹر وزیر آغا نے آسمانی اور زمینی عناصر کے ملاپ کو تہذیبی اور ادبی تخلیق کا باعث قرار دیا۔ڈاکٹر وزیر آغا اردو تحقیق، تنقید اور انشائیے کا بڑا اور معتبر نام ہے۔ان کی معروف تصانیف یہ ہیں: چہک اٹھی لفظوں کی چھاگل ، نردبان، غزلیں، گھاس میں تتلیاں ، شامِ دوستاں آباد ، شام اور سائے ، خیال پارے ، چوری سے یاری تک ، دوسرا کنارا، سمندر اگر میرے اندر گرے ، پگڈنڈی سے روڈ رولر تک ، اردو ادب میں طنز ومزاح، اردو شاعری کا مزاج ، تخلیقی عمل ، معنی اور تناظر ، نظمِ جدید کی کروٹیں ، مجید امجد کی داستانِ محبت]

(ماخذ: اہلِ قلم ڈائریکٹری ، فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

(۱)

۵۸۔سول لائنز، سرگودھا

۶ رجون ۱۹۶۲ء

محترمی پرویز صاحب!

سلامِ مسنون۔آپ کا خط ملا۔جس محبت اور خلوص سے آپ نے میرے بعض مضامین کا ذکر کیا ہے، اس کے لیے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔خیال پارے (۱) پر آپ نے جو تبصرہ کیا تھا، ان چند تبصروں میں سے ایک ہے، جو میرے احباب نے بہت پسند کیے ہیں۔بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ نے کتاب کو غور سے پڑھنے کے بعد اور انشائیہ (۲) کے

مقتضیات کوملحوظ رکھ کر یہ تبصرہ لکھا ہے، ورنہ اکثر لوگ تو دیباچہ پڑھ کر اپنی رائے پیش کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔اس خوبصورت تبصرے کے لیے میں تہِ دل سے آپ کا ممنون ہوں۔

اُمید ہے ادبی دنیا (۳) آپ کی نظروں سے گزرا ہوگا۔اس کے بارے میں اپنی رائے ضرور لکھیں، تا کہ آپس کی باتیں (۴) کے تحت شاملِ اشاعت کرسکوں۔

کوئی خدمت؟ والسلام۔

مخلص

وزیر آغا

(۲)

۵۸۔سول لائنز،سرگودھا

۲۱رجون[۱۹۶۲ء]

محترمی پروفیسر پرویز کاکوی صاحب!

تسلیم و نیاز۔آپ کا خط ملا۔ادبی دنیا کے مندرجات کے بارے میں آپ نے ایک نہایت متوازن،سلجھا ہوا اور خیال انگیز مکتوب لکھا ہے۔اسے آپس کی باتیں کے تحت شائع کر رہا ہوں۔آپ کا کس قدر ممنون ہوں کہ آپ نے میری گزارش پر بطورِ خاص زحمت اُٹھائی اور خط تحریر کیا۔آپ کی تحریر اس قدر صاف،خوشخط اور رکھ رکھاؤ کی حامل ہے کہ اس سے آپ کی شخصیت بھی دائرۂ نور میں آجاتی ہے،مبارکباد۔

مخلص

وزیر آغا

(۳)

۳۔رٹز ہوٹل،مری

۱۳رجولائی۱۹۶۲ء

برادرم پرویز کاکوی صاحب!

تسلیم و نیاز۔آپ کا محبت نامہ سرگودھا سے ہوتا ہوا،آج یہاں پہنچا۔میں ان دنوں مری میں ہوں اور تقریباً دو ماہ یہیں مقیم رہوں گا۔آپ نے ۱۹۶۰ء کی بہترین نظموں (۵) کو اس قدر سراہا ہے،اب کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں؟ حق یہ ہے کہ احباب کے ان چند جملوں کے لیے ہی تو تخلیق اور ترتیب کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے۔آپ نے میری اس کاوش کی خلوصِ دل سے تعریف کی؛میری محنت ٹھکانے لگی،مجھے اور کیا چاہیے؟

میں ان دنوں خوب مطالعہ کر رہا ہوں۔سرگودھا سے کوئی پچاس کتابیں تاریخ،تہذیب،فلسفہ،حیاتیات اور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

Anthropology کے موضوعات کے بارے میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔ سچ جانیے، علوم کی کوئی حد نہیں، جیسے جیسے آپ مطالعہ کرتے ہیں، ذہن کا افق وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے اور پھر وہ روحانی کیف حاصل ہوتا ہے، جو زندگی کا متاعِ گراں بہا ہے۔ والسلام

مخلص

وزیر آغا

(۴)

۳۔ رٹز ہوٹل، مری

۷راگست ۱۹۶۲ء

برادرم پرویز صاحب!

سلامِ مسنون۔ آپ کا خط ابھی ابھی ملا۔ یہاں مری میں بہت مصروف رہا ہوں۔ میں نے ایک نئی کتاب پر کام شروع کر دیا ہے (۶) اور اس کا پہلا باب لکھ بھی دیا ہے، لیکن منزل ابھی بہت دور ہے اور بڑی کاوش کی ضرورت ہے۔ اگر زمانے نے توفیق [کذا: فرصت] دی تو تو دو برس میں یہ کام ختم ہو جائے گا۔ میں خود کراچی آنے کے لیے بے قرار ہوں۔ آخری بار میں ۱۹۵۳ء میں کراچی گیا تھا، اب تو یہ شہر بہت بدل گیا ہوگا؟ پھر اب تو اس میں بڑی دلکشی اس لیے بھی ہے کہ آپ وہاں موجود ہیں اور آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ خیال ہے کہ اس موسمِ سرما میں کراچی آنے کا پروگرام بناؤں گا، لیکن کیا آپ کبھی اس طرف نہیں آئیں گے؟

آپ کی فرستادہ کتابوں (۷) پر تبصرہ ان شاءاللہ ضرور ہو جائے گا، مطمئن رہیں۔ ادبی دنیا اس ماہ کی بیس تاریخ تک آ جائے گا اور آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔

آپ آج کل کیا کچھ لکھ پڑھ رہے ہیں؟ والسلام

مخلص

وزیر آغا

(۵)

۵۸۔ سول لائنز، سرگودھا

۱۲راکتوبر ۱۹۶۲ء

برادرم!

تسلیم و نیاز۔ آپ کا خط اکتوبر کے آغاز ہی میں مل گیا تھا، لیکن اس سے قبل کہ میں اس کا جواب لکھتا، مجھے لاہور سے کسی میٹنگ کا بلاوا آ گیا اور میں وہاں چلا گیا۔ وہاں جاتے ہی انفلوئنزا میں مبتلا ہو گیا۔ کل واپس آیا ہوں اور آج

Optimized by www.ImageOptimizer.net

آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔

کیسی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے نومبر میں اس طرف آنے کا پروگرام بنایا ہے۔ میرے پاس ڈھیر ساری کتابیں ہیں، آپ میرے پاس رہیے، اُداس نہیں ہوں گے۔ میرا گاؤں یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اگر پسند کریں گے تو چند روز وہاں بھی گزار سکیں گے۔ البتہ لاہور وغیرہ کی سیر آپ کو اکیلے ہی کرنا ہوگی۔ میں تو کبھی دو ماہ کے بعد ایک دو روز کے لیے جا سکتا ہوں۔ آپ خود آ کر دیکھ لیں گے۔ آپ کے آنے کی بے حد خوشی ہے۔ کسی عزیز اور پُر خلوص دوست سے ملاقات زندگی میں کئی رنگ بھر دیتی ہے۔

جگر (۸) پر مضمون میں نے نکال رکھا ہے۔ یہ پہلے ایک کتاب میں شامل ہو چکا ہے، جو لکھنؤ سے چھپی تھی۔ آپ اگر اس بات کو قابلِ اعتراض نہ سمجھیں تو حاضر کر دوں گا۔ آپ کی فرستادہ کتابیں (۹) دفتر ادبی دنیا کو بھیجی گئی ہوں گی، اس لیے یاد نہیں۔ دفتر سے انھیں ڈھونڈ ھ نکالنا ایک بہت بڑا معرکہ ہے، زبانی بتا دوں گا۔

انفلوئنزا کا ایک یہ اثر ہوا ہے کہ اتنا خط لکھ کر ہی تھک گیا ہوں۔ اجازت دیجیے۔

آپ کا

وزیر آغا

(٦)

۵۸۔ سول لائنز، سرگودھا

۲۷ رجنوری ۱۹۶۳ء

برادرم پرویز کاکوی صاحب!

سلامِ مسنون۔ آپ کا خط ایک طویل مدت کے بعد ملا۔ اس عرصے میں آپ مسرت اور غم کے جن مراحل سے گزرے، آپ کے خط سے ان کا علم ہوا۔ زندگی اسی کا نام ہے، کبھی دھوپ کبھی چھاؤں، لیکن شکر ہے کہ آلام بنیادی نہ تھے اور خدا نے کرم کیا۔ آپ اب بڑے اطمینان سے ازدواجی زندگی کی مسرتوں سے گزر رہے۔ یہ دن پھر لوٹ کر نہیں آیا کرتے۔

اُمید ہے ادبی دنیا کا تازہ شمارہ آپ کو لاہور سے مل گیا ہوگا۔ اگر اس خط کے پہنچنے تک بھی نہ ملا ہو تو مجھے لکھیے، تاکہ یہاں سے بھجوا دوں۔

بھابی صاحبہ کو میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا

وزیر آغا

(۷)

۵۸۔سول لائنز، سرگودھا

۱۳؍جون [۱۹۶۳ء]

برادرم پرویز صاحب!

سلامِ مسنون۔ آپ کے دونوں خط ملے۔ نادم ہوں کہ ذرا تاخیر سے جواب [illegible] رہا ہوں۔ ہوا یہ کہ میری خالہ طویل علالت کے بعد فوت ہو گئیں اور مجھے کئی روز گاؤں میں بسر کرنا پڑے۔ اب واپس آیا ہوں۔ آپ کی کتابوں کی اشاعت کے بارے میں اپنے دو ایک واقف کاروں کو لکھا تھا، لیکن انھوں نے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ اب لاہور جاؤں گا تو اس سلسلے میں مزید کوشش کرنے کے بعد آپ کو مطلع کر سکوں گا۔

آپ کی غزل بھی ملی۔ غزل اچھی ہے، لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ادبی دنیا میں آپ کی جو پہلی چیز چھپے، اوّل درجے کی تخلیق ہو۔ از راہِ کرم توجہ فرمائیں اور پچھلے دس برس میں غزل نے جو ایک نیا موڑ اختیار کیا ہے، ذرا اسے بھی ملحوظ رکھیں۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ بھابی کو سلام پہنچا دیں۔

مخلص

وزیر آغا

(۸)

۵۸۔سول لائنز، سرگودھا

۱۳؍اگست [۱۹۶۳ء]

برادرم!

سلامِ مسنون۔ آپ کا خط ملا۔ آپ کی علالت کا پڑھ کر دکھ ہوا، لیکن شکر ہے کہ اب آپ رو بہ صحت ہیں۔ کیسی خوشی کی بات ہے کہ آپ اردو میں سائنسی ادب پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں (۱۰)۔ مجھے اگر اس مقالے کی حدود کا علم ہو سکے تو شاید اپنے ناقص خیالات کا اظہار کر سکوں۔ بچوں کے لیے میں نے کچھ نہیں لکھا۔

پچھلے سال میں نے، جو کام شروع کیا تھا، وہ ابھی جاری ہے۔ تقریباً پونے تین صد صفحات لکھ چکا ہوں، لیکن ابھی دو تین باب باقی ہیں۔ شاید دسمبر، جنوری تک یہ کام ختم ہو سکے گا۔ مقالے کی دو اقساط ادبی دنیا میں چھپ چکی ہیں۔ ثنویت اور ین اور ینگ آپ نے ملاحظہ فرمائی ہوں گی (۱۱)۔ آپ کو میں جلد ہی اپنی تازہ کتاب نظمِ جدید کی کروٹیں (۱۲) بھجوا دوں گا۔ اگر ممکن ہو تو کسی پرچے میں اس پر تبصرہ کر دیجیے۔

مخلص

وزیر آغا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۹)

۵۸۔سول لائنز، سرگودھا

یکم ستمبر۱۹۶۳ء

برادرم پرویز کاکوی صاحب!

سلامِ مسنون۔ آپ کا خط ملا۔ میں ۔۔۔۔ کروٹیں (۱۳) پر آپ کے تبصرے کا انتظار کروں گا۔ ازراہِ کرم مجھے لکھیں کہ آپ کس پرچے میں تبصرہ کررہے ہیں؟ مسرت کی تلاش (۱۴) اور مشرق ومغرب کے نغمے (۱۵) یہ دونوں کتابیں آپ کو بھجوادوں گا، لیکن بھائی جان! یہ آپ نے قیمت کا کیا ذکر کردیا ہے؟ حسابِ دوستاں تو در دل ہوتا ہے۔ اکادمی پنجاب سے، جو کتاب بھی چھپا کرے گی، آپ کو ضرور مل جایا کرے گی، قیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے ابھی ابھی اپنی کتابیں دیکھی ہیں، ان میں اس وقت یہ دونوں کتابیں موجود نہیں۔ ہفتے عشرے تک لاہور جانے کا ارادہ ہے، وہاں سے یہ دونوں کتابیں لے کر آپ کو بھجوادوں گا اور ادبی دنیا کا تازہ شمارہ بھی۔

بھابی صاحبہ کو میرا سلام پہنچادیں۔

مخلص

وزیرآغا

(۱۰)

۵۸۔سول لائنز، سرگودھا

۱۷رفروری[۱۹۶۷ء]

برادرم!

السلام علیکم۔ ایک طویل مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میں تو سوچتا تھا کہ شاید آپ بھول گئے، یا شاید پاکستان سے باہر چلے گئے۔ اب آپ کے خط سے خیریت کی اطلاع ملی تو بڑا اطمینان ہوا ہے۔

راجا صاحب پر آپ کا مضمون بہت اچھا ہے (۱۶)، البتہ آپ نے اس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ جب راجا صاحب فوت ہوئے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی؛ نہ کہیں مرنے کی خبر چھپی اور نہ کہیں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ آپ کی یہ بات شاید صحیح نہ ہو، کیونکہ راجا صاحب کی وفات پر پاکستان، بھارت اور انگلستان کے رسائل نے بہت کچھ لکھا۔ ان کی وفات کی خبر تمام اخباروں میں شائع ہوئی اور جگہ جگہ تعزیتی جلسے بھی منعقد ہوئے۔ اس کے علاوہ ان کی شخصیت اور فن کے بارے میں بھی لاتعداد مضامین شائع ہوئے۔ آپ راجا صاحب کے خطوط پر مشتمل اپنا مضمون مجھے ضرور بھجوائیے۔ میں نے دفتر اوراق (۱۷) کو لکھ دیا ہے کہ آپ کو اس کا پرچہ بھجوا دیا جائے۔

میری طرف سے بھابی صاحبہ کو سلام پہنچادیں، بچوں کو پیار۔

شاید میں اپریل میں کراچی آؤں، تب آپ سے ملاقات ہوگی۔

مخلص

وزیر آغا

ہاجرہ مسرور

[ہاجرہ مسرور (۱۷رجنوری ۱۹۲۹ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام ڈاکٹر تہور احمد خاں تھا۔ ابتدائی تعلیم اُتر پردیش میں حاصل کی۔ والد کی اچانک وفات کے بعد باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا، مگر گھر کے علمی ماحول کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اسکول کے زمانے سے ہی افسانہ لکھنا شروع کر دیا۔ ان کا پہلا افسانہ لاوارث لاش ۱۹۴۱ء میں، ہفت روزہ قیام لاہور میں شائع ہوا۔ قیام کے علاوہ عالمگیر لاہور میں بھی ان کی کہانیاں چھپتی رہیں۔

ہاجرہ مسرور نے جس عہد میں لکھنا شروع کیا، وہ ترقی پسند تحریک کے عروج کا دور تھا۔ چنانچہ ہاجرہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئیں۔ ان کے افسانوں میں وسائل پر بورژوا طبقے کا قبضہ، عورتوں کے مسائل اور ان کی نفسیات کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ ہاجرہ مسرور نے افسانوں کے علاوہ ڈرامے اور بچوں کے لیے کہانیاں بھی لکھیں۔ ان کے شوہر احمد علی خاں پاکستان ٹائمز اور ڈان کے ادارتی بورڈ سے وابستہ رہے۔ معروف کہانی نویس خدیجہ مستور ان کی بہن ہیں۔ اندھیرے اجالے، کھیل اور ہائے اللہ ان کے افسانوی مجموعوں کے نام ہیں۔

(۱)

۳۷۔اے، جیل روڈ، لاہور

۱۹راپریل ۱۹۶۲ء

محترم پرویز صاحب!

تسلیم۔ آپ کا خط ملا، یادآوری کے لیے ممنون ہوں۔ بچوں کے لیے میں نے چھ [چھے] سات کہانیاں لکھی ہیں۔ دوایک کھلونا دہلی (۱) میں چھپیں، لیل ونہار (۲)، پھلواری (۳) کے سالنامے وغیرہ میں۔ میرے پاس ان کی ایک ایک کٹنگ ہے۔ اگر یہ آپ کو بھیج دوں تو پھر میرے پاس کوئی مسودہ نہیں رہ جاتا۔ اب بتائیے کیا کروں؟ منزل پر آپ کا تبصرہ نہیں پڑھ سکی، کیونکہ اتفاق سے افکار (۴) کا وہ نمبر مجھے نہیں ملا۔ میں نے صہبا صاحب (۵) کو لکھا ہے کہ وہ شمارہ مجھے بھیج دیں۔

آپ کا مقالہ بچوں کا ادب کیا شائع ہو چکا ہے؟ مجھے اسے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ میری ایک اور کتاب چھپ گئی ہے۔ یہ ڈراموں کا مجموعہ ہے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ اس وقت میرے پاس کارڈ موجود تھا اور فرصت بھی تھی، اس لیے میں نے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دونوں چیزوں کو غنیمت سمجھا۔

ہاجرہ مسرور

پس نوشت: مفصل پھر لکھوں گی۔ آپ کے مشورے کی منتظر ہوں۔

(۲)

۳۷۔اے، جیل روڈ، لاہور

۴رمئی ۱۹۶۲ء

محترم پرویز بھیا!

آداب۔ میں کٹنگ بھیجتے ہوئے ڈرتی ہوں، کہیں کھو نہ جائیں (۶)۔ آپ لاہور ہوتے ہوئے انڈیا جائیں گے تو مجھ سے مل لیجیے۔ میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ ایک گھنٹے میں یہ ساری کہانیاں آپ پڑھ لیں گے، جو چیز نوٹ کرنا ہو، کر لیجیے۔ اس طرح آئیے کہ ایک دن آپ یہاں رک سکیں۔ کتابیں بھی جبھی پیش کردوں گی، مطمئن رہیے۔ میرا خیال ہے کہ یہ تجویز آپ کو منظور ہوگی۔ اس بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ کیا خیال ہے؟ باقی باتیں زبانی ہوں گی۔ والسلام

جواب کی منتظر ہوں۔

مخلص

ہاجرہ مسرور

(۳)

۳۷۔اے، جیل روڈ، لاہور

۱۷رمئی ۱۹۶۲ء

عزیز بھائی!

تسلیم۔ آپ کا خط ملا۔ جواب میں کچھ تاخیر ہوئی، معاف کیجیے گا۔ آپ نے ڈان میں دیکھا ہوگا کہ میرے شوہر احمد علی خاں نے پاکستان ٹائمز کی ادارت سے استعفیٰ دے دیا ہے (۷)۔ اس نئے اور دلچسپ موڑ سے میں ذرا لطف اندوز ہو رہی ہوں اور بے حد ہالی ڈے موڈ ہے۔ شاید کچھ عرصے کے لیے گھومنے پھرنے کے لیے ہم کراچی بھی آئیں۔ (۸)

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ باقی باتیں شاید زبانی ہوں۔ والسلام

مخلص

ہاجرہ مسرور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۴)

۳۷۔اے،جیل روڈ،لاہور

۹ راگست ۱۹۶۲ء

بھائی پرویز صاحب!

تسلیم۔میں کچھ بیمار ہوں،اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی،معاف کیجیے گا۔جامعہ کالج میگزین صحیح طرح پڑھنے کا موقع ہی نہ ملا اور وہ کراچی ہی میں رہ گیا۔اب پریشان ہوں کہ کیا رائے دوں؟ جتنا پڑھا تھا،اس سے یہی اندازہ ہوا کہ بڑے سلیقے سے ترتیب دیا گیا ہے۔مضامین کا انتخاب خوب ہے۔

اچھا! آپ کبھی لاہور آئے تو ملاقات ہوگی،یا پھر میں کراچی۔

اپنے چھوٹے بھائی صاحب (۹) کو میری دُعا کہیے گا۔اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔والسلام

مخلص

ہاجرہ باجی

(۵)

لاہور

[اکتوبر ۱۹۶۳ء]

بھائی پرویز!

تسلیم۔شادی مبارک ہو۔میں بیمار تھی۔آپ کے احمد بھائی کراچی ہی میں مقیم ہیں۔اس دوران میں آٹھ روز کے لیے میں کراچی گئی تھی۔شاید اب جلد ہی میں بھی وہاں پہنچ جاؤں۔وہیں آپ کو خط لکھوں گی۔دلھن کو میرا پیار۔والسلام

مخلص

ہاجرہ بہن

(۶)

کراچی

۲۶ رجنوری ۱۹۶۳ء

برادرم پرویز صاحب!

تسلیم۔لیجیے ہم کراچی آگئے۔پہلی فروری سے میرے گھر کا پتا مندرجہ ذیل ہوگا:

معرفت احمد علی خاں

خالق لاج،۴۴۔جی،بلاک۔۶

پی.ای.سی ایچ.ایس، کراچی
کبھی دلھن بی کو لے کر ضرور آیئے، ملنے کو جی چاہتا ہے۔
ابھی طبیعت بہت اُکھڑی ہوئی سی ہے۔ والسلام

مخلص

ہاجرہ آپا

(۷)

۴۴۔جی، خالق لاج

کراچی

اگست ۱۹۶۳ء

محترم بھائی پرویز صاحب!

تسلیم۔ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ بہن سیدہ کے برادرِ عزیز کے حادثے کے بارے میں معلوم کر کے افسوس ہوا (۱۰)۔ اب تو وہ بالکل ٹھیک ہوں گے۔ میں جب سے یہاں آئی ہوں، یا تو بیمار رہتی ہوں، یا غیر معمولی مصروف، اسی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ سیدہ بہن کو لے کر ضرور کبھی ہمارے ہاں تشریف لایئے، مجھے آپ دونوں سے مل کر بڑی خوشی ہوگی۔ آنے سے پہلے فون نمبر ۴۲۶۶۵۱ پر مجھے مطلع ضرور کر دیجیے گا، یہ نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور ہم گھر پر نہ ملیں۔

سیدہ بہن کو آداب۔ والسلام

مخلص

ہاجرہ مسرور

حواشی اور تعلیقات:

ابنِ انشا:

۱۔ مکتوب الیہ کو بچوں کے ادب سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں انھوں نے بچوں کے لیے متعدد مختصر کہانیاں اور نظمیں لکھیں۔ کلیاں ان کی نظموں کا مجموعہ تھا، جو شائع نہ ہو سکا۔ کلیاں کا غیر مطبوعہ مجموعہ موصوف کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

۲۔ مکتوب الیہ نے سندھ یونیورسٹی سے ۱۹۶۰ء میں ایم اے اردو کی ڈگری کے لیے اردو میں بچوں کا ادب کے عنوان سے مقالہ لکھنے کی اجازت حاصل کی۔ اس تحقیقی کام میں ان کے نگران استاد الاساتذہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں تھے۔

۳۔ ہم قلم پاکستان رائٹرز گلڈ (تاسیس: جنوری ۱۹۵۹ء) کا ترجمان رسالہ تھا۔ اس کا آغاز پندرہ روزہ اطلاع نامے کی حیثیت

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سے ہوا، مگر بعد میں یہ ادبی رسالے کی صورت اختیار کر گیا۔ ہم قلم کے پہلے مدیر شمیم احمد تھے۔ بعد ازاں مشفق خواجہ، ابنِ انشا اور شوکت صدیقی یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ ادبی تخلیقات کا مناسب معاوضہ ملنے کی وجہ سے اس پرچے کو نئے لکھاریوں کے ساتھ ساتھ اکابرِ ادب کی نگارشات بھی باقاعدگی سے ملتی رہیں۔ مئی ۱۹۶۵ء میں اس کا آخری شمارہ شائع ہوا۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ از ڈاکٹر انور سدید: ص ۱۹۱)

۴۔ اس مقالے کے چنیدہ حصے ہم قلم اور کتاب میں شائع ہوئے۔ کتاب نیشنل بک سنٹر کا پرچہ تھا، جو لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ پہلے سید قاسم محمود اور بعد میں ذوالفقار تابش اس کی ادارتی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

۵۔ مراد: اردو میں بچوں کا ادب ۔

۶۔ ابنِ انشا کا بچوں کی نظموں کا مجموعہ۔

۷۔ مکتوب الیہ نے ابنِ انشا کی نظم بچوں کے رسالے بھائی جان کراچی سے لی تھی۔ اس دور میں شفیع عقیل بھائی جان کے مدیر تھے۔

احمد ندیم قاسمی:

۱۔ قاسمی صاحب جنگ میں لاہور، لاہور ہے کے عنوان سے کالم لکھتے تھے۔

۲۔ مکمل نام جنگِ آزادی کے اردو شعراء ۔ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء ۔

۳۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن اسلامک پبلی کیشنز، لاہور کے زیرِ اہتمام ماں کی عظمت کے عنوان سے اردو نظم ونثر میں لکھے گئے بہترین ادب کا انتخاب شائع کر رہے تھے۔ اسی حوالے سے انھیں قاسمی صاحب کی مذکورہ نظم کی ضرورت تھی۔ اشاعت کے موقع پر ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے اس کتاب کا انتساب حریت پسند راہنماؤں (علی برادران) کی والدہ محترمہ بی اماں کے نام ان الفاظ میں کیا:

> ''بی اماں مرحومہ کے نام، جنھوں نے غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اپنے دو کمسن بچوں (مولانا) شوکت علی اور (مولانا) محمد علی جوہر کے لیے یہ دُعا کی تھی: 'اے پروردگار! میری اولاد کو دین کا سچا خادم اور پختہ مومن بنا دے'' ۔

ماں ۔ شاعروں کی نظر میں کے عنوان سے ایک باب میں: علامہ اقبال، وارث شاہ، مولانا حالی، سورج نرائن مہر، تلوک چند محروم، حفیظ جالندھری، رابندر ناتھ ٹیگور، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، سید فیض الحسن فیضی، محشر بدایونی، یوسف ظفر، رعنا اکبر آبادی، شاہ عطا الرحمٰن کاکوی، عاصی کرنالی، صہبا اختر، واقف عظیم آبادی، نظر زیدی اور افتخار عارف کی شاعری سے انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ نو بند پر مشتمل نظم نوکری پر جاتے ہوئے میں پنجاب کے گاؤں سے نوکری کی تلاش میں شہر کا رُخ کرنے والے نوجوان کے جذبات کا اظہار بھرپور تہذیبی پس منظر میں کیا گیا ہے۔ گاؤں کی ٹیڑھی میڑھی گلیاں، کچی دیواریں، بوڑھی بیری، صحن میں رکھا کبک کا پنجرا، بے کھوٹ من والے دہقان، کبڈی کے مقابلے، صبح وشام کے مناظر اور سب سے بڑھ کر بھولی آپا اور پیاری ماں کی بےلوث محبت کے خزانے کھو دینے کا اندیشہ؛ یہ سب نمایاں کیا گیا ہے:

دِیا بجھا دے دِیا بجھا دے نہ اتنا رو میری پیاری امی
ستارے اشکوں کے اتنی افراط سے نہ کھو میری پیاری امی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

میں لوٹ آؤں گا کچھ کما کر حزیں نہ ہو میری پیاری امی
بس اب تو چھت سے اتر کھٹولے پہ جا کے سو میری پیاری امی
تیرا ندیم ایک روز لوٹے گا نوکری کا خزینہ لے کر
خزینہ لیکن یہ پائے گا اپنی شاعری کا دفینہ دے کر

۵۔ Selected Stories of Ahmed Nadim Qasmi پر ڈاکٹر محمود الرحمٰن کا مذکورہ تبصرہ A Remarkable Collection کے عنوان سے ڈان ۶ رجون ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں چھپا تھا۔

اشرف صبوحی:

۱۔ پروفیسر سید وقار عظیم (۱۹۱۰ء۔۱۹۷۶ء) اردو کے ممتاز معلم، ادیب اور نقاد۔ لکھنؤ، الہ آباد اور علی گڑھ سے تعلیم حاصل کی۔ الہ آباد یونیورسٹی، جامعہ ملیہ دہلی اور جامعہ پنجاب کے شعبۂ اردو سے وابستہ رہے۔ اقبالیات کے علاوہ داستان، افسانہ، ناول اور ڈرامہ ان کی تنقید اور تحقیق کے خاص میدان رہے۔ فنِ افسانہ نگاری، داستان سے افسانے تک، ہماری داستانیں، نیا افسانہ، شرحِ اندر سبھا، آغا حشر اور ان کے ڈرامے، اقبال۔ شاعر اور فلسفی، اقبالیات کا تنقیدی جائزہ اہم کتابیں ہیں۔
(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

تمنّا عمادی، علامہ:

۱۔ دینی پس منظر رکھنے والے آدمی کے لیے اس طرح سوچنا بالکل فطری عمل لگتا ہے۔ بقولِ ڈاکٹر جمیل جالبی: 'علامہ تمنا عمادی بڑے عالم اور صاحبِ دانش آدمی تھے'۔ علامہ مرحوم اپنی غیر مطبوعہ تحریریں، بیاض اور مسودات مکتوب الیہ کے حوالے کر گئے تھے۔ افسوس علامہ مرحوم کا دیوان اور دیگر تحریریں شائع نہ ہو سکیں۔

۲۔ علامہ عبدالعزیز خالد (م ۲۰۱۰ء) اردو شاعری میں منفرد لب و لہجہ کے شاعر مانے جاتے تھے۔ فارقلیط، دشتِ شام، زنجیرِ رمِ آہو، غزل الغزلات، تحمنا، کلک اور مریز ان کی معروف اور مقبول کتابیں ہیں۔ ماہنامہ سیارہ لاہور اور ماہنامہ تحریریں لاہور نے خالد صاحب کے حوالے سے ضخیم عبدالعزیز خالد نمبر پیش کیے۔

جمیل جالبی، ڈاکٹر:

۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے قدیم اردو ادب کا تحقیقی مطالعہ کے موضوع پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی نگرانی میں تحقیقی مقالہ لکھ کر ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔
(ماخذ: جامعات میں اردو تحقیق از رفیع الدین ہاشمی)

۲۔ ابنِ انشا، شاہد احمد دہلوی، سلیم احمد اور ڈاکٹر جمیل جالبی کے مشاہدات پر مشتمل بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں کا مجموعہ۔ مکتوب الیہ نے نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ذریعے اس کتاب حیرت ناک کہانیاں کی اشاعت کا منصوبہ بنایا تھا۔ آخر کار ۱۹۸۳ء میں اس کتاب کی اشاعت ممکن ہوئی۔

۳۔ مغربی تنقیدی نظریات اور نامور مغربی ناقدین کے مضامین کے تراجم پر مشتمل یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن نے دسمبر ۱۹۷۴ء میں شائع کی۔ کتاب کو اردو دان حلقے میں بے پناہ قبولیت حاصل ہوئی۔ ارسطو سے ایلیٹ تک مغرب کے تنقیدی

نظام کی تفہیم و تعبیر میں اول درجے کے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے ابتدائی کلمات میں جالبی صاحب مکتوب الیہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''ڈپٹی ڈائریکٹر محمود الرحمٰن صاحب کے تعاون اور ذاتی توجہ کے بغیر یہ کتاب اتنی صحتِ طباعت کے ساتھ اس قدر جلد شائع نہیں ہو سکتی تھی، اس کے لیے میں موصوف کا حد درجہ شکر گزار ہوں۔''

۴۔ ڈاکٹر سید سخی احمد ہاشمی (۱۹۲۵ء۔۱۹۹۵ء) سندھ یونیورسٹی، جامشورو میں اردو کے استاد۔ شبلی کا ذہنی ارتقاء اور ادبی آئینے ان کی تحقیقی اور تنقیدی کتب ہیں۔

۵۔ یہ ادبی رسالہ معروف افسانہ نگار اور نقاد ممتاز شیریں نے اپنے شوہر صمد شاہین کے ساتھ مل کر ۱۹۴۶ء میں بنگلور سے نکالا تھا۔ آزادی کے بعد میاں بیوی نیا دور کو کراچی لے آئے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا پہلا مضمون بعنوان: نئے شاعر۔ فیض احمد فیض اسی پرچے میں اگست ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں نیا دور بند ہو گیا۔ ۱۹۵۶ء میں نیا دور کا دوسرا دور شمیم احمد کی ادارت میں شروع ہوا۔ یہ دور دراصل ڈاکٹر جمیل جالبی کی پس پردہ ادارت کا دور ہے:

''نیا دور اردو کا واحد ادبی رسالہ ہے، جس کے اصل مدیر کا نام کبھی اس پر لکھا نظر نہیں آیا، لیکن اس کے باوجود تمام اہلِ قلم جانتے ہیں کہ اس پردۂ زنگاری کے پیچھے کون ہے؟''

(جالبی صاحب مشمولہ ارمغان ص ۵۵ بحوالہ ڈاکٹر جمیل جالبی: شخصیت اور فن از عبدالعزیز ساحر)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے عالمانہ وقار کے ساتھ مختلف الخیال ادیبوں کو نیا دور میں برابر موقع دیا۔ انھوں نے ادبی جمود توڑ کر ادب اور ادیب کی پاکستانی اور تہذیبی شناخت دریافت کرنے کی بھی کوشش کی۔ نیا دور نے کسی حد تک کلاسیکیت سے بھی رابطہ قائم رکھا۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۶۔ انوار احمد علوی کراچی کے ادیب تھے۔

۷۔ معروف نعت گو شاعر محمد محسن کاکوروی (۱۸۲۷ء۔۱۹۰۵ء) کچھ عرصے تک مولوی ہادی علی اشک سے اصلاح لیتے رہے۔ غزل بھی کہی، لیکن اصل شوق اور شناخت نعت گوئی ہے۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا :ص ۹۰۱)

۸۔ اردو کی اہم لغت نور اللغات از مولوی نور الحسن نیّر کاکوروی، ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی۔

۹۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے بحیثیت چیف ایڈیٹر، نیشنل بک فاؤنڈیشن انوار احمد علوی صاحب کی کتابوں کی اشاعت کے لیے کوشش کا وعدہ کیا تھا۔ اس خط کا حوالہ یہ تھا: D.NO:017-GBD,dt20-5-1980

۱۰۔ ممتاز دانشور اور مؤرخ، مختلف جامعات کے شعبۂ تاریخ کے کل وقتی رجز وقتی پروفیسر، وفاقی وزیر اور جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (۱۹۰۳ء۔۱۹۸۱ء) کی وفات کے موقع پر مکتوب الیہ نے مرحوم کی علمی و ادبی خدمات کے حوالے سے روز نامہ جنگ میں ایک مضمون لکھا تھا۔ خط میں اسی مضمون کے تراشے کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر قریشی کئی اردو اور انگریزی کتب کے مصنّف تھے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم :ص ۵۵)

۱۱۔ ہلال احمد زبیری ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے خاص معتمد تھے۔ وہ قریشی صاحب کے ساتھ مل کر تراجم اور تحقیقی کام انجام دیتے تھے۔

۱۲۔ کتاب کا پورا نام یہ ہے: پاکستانی کلچر۔قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ ۔ جالبی صاحب کی یہ مشہور تصنیف پہلی بار کراچی کے پبلشر مشتاق بکڈ پو نے ۱۹۶۴ء میں، جبکہ الیٹ پبلشرز نے ۱۹۷۳ء میں بڑے اہتمام سے شائع کی تھی۔ اس کتاب کا ایک اور ایڈیشن نیشنل بک فاؤنڈیشن نے 1981ء میں شائع کیا تھا۔ اسی موضوع پر ڈاکٹر جالبی کے ۵۶ تنقیدی اور فکری مضامین کا مجموعہ ادب، کلچر اور مسائل کے نام سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، جبکہ انگریزی کتاب Pakistan- the Identity of Culture پاکستانی کلچر ہی کا ہادی حسین کا ۱۹۸۴ء میں کیا گیا انگریزی ترجمہ ہے۔ اسی کتاب کا سندھی ترجمہ ڈاکٹر ایاز قادری نے ۱۹۸۷ء میں کیا۔

۱۳۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے مولوی نورالحسن صاحب کی چار جلدوں پر مشتمل مشہور اردو لغت نوراللغات کو از سرِ نو شائع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لغت کا قدیم اور مستند نسخہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے پاس محفوظ تھا۔ اسی نسخے کے حصول کے لیے مکتوب الیہ نے ان کے پاس نیشنل بک فاؤنڈیشن کے افسر مطبوعات محمد یعقوب صاحب کو بھیجنے کا عندیہ دیا تھا۔

۱۴۔ مجلس ترقیِ ادب لاہور نے تاریخِ ادبِ اردو کی تیسری ضخیم جلد جون ۲۰۰۶ء میں شائع کی۔ تیسری جلد میں انیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اوّل کی تاریخ ہے۔ اپنے اس کارنامے کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''تاریخِ ادبِ اردو کی تیسری جلد اب آپ کے سامنے ہے، جو اپنی جگہ پر مکمل بھی ہے اور پچھلی جلد سے پوری طرح مربوط بھی۔ پہلی جلد آغاز سے ۱۷۵۰ء تک اردو ادب و زبان کا احاطہ کرتی ہے، دوسری جلد اٹھارھویں صدی کا احاطہ کرتی ہے اور یہ تیسری جلد انیسویں صدی کے ادب و زبان کو محیط ہے۔''

۱۵۔ مثنوی کے نامور شاعر شوق قدوائی (اصل نام: احمد علی ۱۸۵۳ء۔ ۱۹۲۸ء)۔ اسیر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ترانۂ شوق اور عالمِ خیال جیسی یادگار مثنویوں کے علاوہ غزلیں، نظمیں اور ناٹک بھی لکھے۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائکلوپیڈیا)

۱۶۔ لفظ کے معانی اور اس کے ماخذ کی تلاش سے بھی ڈاکٹر جمیل جالبی کو خاص تعلق ہے۔ چنانچہ نوراللغات میں اصلاح و اضافہ سمیت انھوں نے اٹھارہ ہزار سے زائد قدیم اور ادق الفاظ پر مشتمل قدیم اردو کی لغت (جو تاریخِ ادبِ اردو پر تحقیق و جستجو کا اضافی ثمر ہے۔)، فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ (۲ جلد) اور مقتدرہ قومی زبان کے زیرِ اہتمام ضخیم قومی اردو انگریزی لغت کی ترتیب و تہذیب جیسے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

۱۷۔ معروف ادیب اور لوک ادب پر متعدد کتب کے مصنف شفیع عقیل، اُن دنوں روزنامہ جنگ کراچی سے وابستہ تھے۔

۱۸۔ کامل القادری (اصل نام: سید شاہ محمد ۱۹۳۲ء۔۱۹۸۲ء) اردو، فارسی اور بلوچی کے معروف ادیب اور محقق۔ آزادی کے بعد بہار سے پاکستان آئے۔ عمر کا بیشتر حصہ بلوچستان میں گزارا۔ بلوچی اور براہوی زبان و ادب، نیز تہذیب و ثقافت پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ زمانہ کوئٹہ کے مدیر، جبکہ افکار کراچی کے نائب مدیر رہے۔ بلوچستان نامہ (مثنوی)، گل

Optimized by www.ImageOptimizer.net

زمین، سر کا پھول (شعری کتب)، جبکہ براہوی زبان وادب، براہوی اور اردو، براہوی زبان کا لسانی مطالعہ، بلوچی ادب کا مطالعہ، قدیم بلوچستان، بلوچستان میں اردو وغیرہ اہم تحقیقی، تہذیبی اور تاریخی تصانیف ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ)

۱۹۔ڈاکٹر احسن فاروقی (۱۹۱۲ء تا ۱۹۷۸ء) ممتاز معلم، نقاد اور ادیب تھے۔ لکھنؤ، کراچی اور بلوچستان کی جامعات کے شعبۂ انگریزی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی دوران میں انھوں نے طلبہ اور اساتذۂ ادب کی ضرورت کے پیشِ نظر تاریخ ادبِ انگریزی لکھی۔ شام اودھ، سنگم، یومِ پاکستان سمیت دس سے زائد ناول لکھے۔ مرثیہ نگاری اور میر انیس، اردو ناول کی تنقیدی تاریخ، تخلیقی تنقید اور ناول، فریبِ نظر ان کی تنقیدی و تحقیقی کتب ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۲۰۔ تاریخ ادبِ انگریزی از ڈاکٹر محمد احسن فاروقی مقتدرہ قومی زبان کی طرف سے سال ۱۹۸۶ء میں پہلی بار، جبکہ ۱۹۹۶ء میں دوسری بار شائع ہوئی۔ کتاب کے شروع میں ڈاکٹر جمیل جالبی حرفِ آغاز کے تحت لکھتے ہیں:

> ''تاریخ ادبِ انگریزی کا غیر مطبوعہ مسودہ بھی میرے پاس محفوظ تھا، جسے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ شائع کر رہا ہے۔ گذشتہ دو سو سال سے انگریزی زبان وادب برِعظیم پاک و ہند کی درس گاہوں میں پڑھائے جا رہے ہیں، لیکن اب تک اردو زبان میں انگریزی ادب کی کوئی ایسی تاریخ نہیں لکھی گئی، جسے مستند کہا جا سکے۔ اس اعتبار سے ڈاکٹر احسن فاروقی کی زیرِ نظر کتاب تاریخِ ادبِ انگریزی پہلی تاریخ ہے، جسے انگریزی ادب کے ایک راز دان نے اردو زبان میں لکھا ہے۔''

تاریخ ادبِ انگریزی پانچ حصوں بعنوان: ابتداء-اینگلو سیکسن ادب: عروج، نشاۃ الثانیہ، تعمیر-نو کلاسیکیت-رومانیت-دورِ تجسس اور ایک تتمہ بعنوان انگریزی ادب دوسری جنگِ عظیم کے بعد پر مشتمل ہے۔

(ماخذ: تاریخ ادبِ انگریزی: ڈاکٹر محمد احسن فاروقی: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد: طبع دوم ۱۹۹۶ء)

۲۱۔مراد ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ہیں، جو اُن دنوں قومی ہجری کونسل سے وابستہ تھے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ۱۶ر دسمبر ۱۹۱۷ء کو سندھ کے ضلع سانگھڑ میں پیدا ہوئے۔ ملکی اور غیر ملکی درسگاہوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وزارتِ تعلیم، وزارتِ ثقافت، آثارِ قدیمہ، نیشنل ہجرہ کونسل، ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت سمیت مختلف وزارتوں اور اداروں کی فعال قیادت کی۔ اسلامی یونیورسٹی کے بانی وائس چانسلر، جامعہ سندھ کے وائس چانسلر اور پروفیسر ایمریٹس بھی رہے۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کے علاوہ سندھی اور سرائیکی میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ سندھ میں اردو شاعری اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ان کی اہم کتاب ہے۔

(ماخذ: میرے بزرگ؛ میرے ہم عصر: ڈاکٹر وفا راشدی: مکتبہ اشاعتِ اردو، کراچی: ۱۹۹۵ء)

۲۲۔معروف استاد، ماہرِ اقبالیات، محقق اور نقاد ڈاکٹر وحید قریشی مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین رہے۔

۲۳۔مختار زمن (۱۹۲۴ء۔۲۰۰۳ء) ممتاز صحافی، ادیب اور مزاح نگار تھے۔ باتوں کے خربوزے، دیگر احوال یہ ہے، تحریکِ پاکستان میں طلبہ کا کردار، قائدِ اعظم کی کہانی (بچوں کے لیے کہانی)، گفتنی ناگفتنی تصانیف کے نام ہیں۔ آل

Optimized by www.ImageOptimizer.net

انڈیا مسلم فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری رہے۔ بی بی سی سے بھی وابستہ رہے۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۲۴۔ پروفیسر شمیم احمد (۱۹۳۳ء۔۱۹۹۳ء) جامعہ بلوچستان اور جامعہ کراچی سے وابستہ رہے۔ ۲+۲=۵، سوال یہ ہے، برشِ قلم، میری نظر میں، تحریکِ پاکستان کا فکری، تہذیبی اور ثقافتی پس منظر، زاویۂ نظر ان کی تنقیدی کتابیں ہیں۔ شمیم احمد ممتاز نقاد سلیم احمد کے چھوٹے بھائی تھے۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۲۵۔ جمیلہ ہاشمی (۱۹۲۹ء۔۱۹۸۸ء) ماہرِ تعلیم، ناول نگار، افسانہ نگار۔ تلاشِ بہاراں، دشتِ سوس، داغِ فراق، آپ بیتی، جگ بیتی ناول اور افسانوی مجموعے ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم: ص۱۲۴)

۲۶۔ بانو قدسیہ (پ: ۱۹۲۸ء) افسانہ نگار، ناول نگار، اور ڈرامہ نگار۔ بانو قدسیہ صوفی دانشور اشفاق احمد کی بیگم ہیں۔ اردو ادب کو راجہ گدھ جیسا زندہ ناول دیا۔ چند اہم کتابوں کے نام: چہار چمن، حاصل گھاٹ، آدھی بات، توجہ کی طالب، ناقابلِ ذکر، فٹ پاتھ کی گھاس، امربیل، شہرِ بے مثال، پروا، موم کی گلیاں، مرد ابریشم، سورج مکھی، حوا کے نام

(بانو قدسیہ: شخصیت اور فن از ڈاکٹر انور سدید)

۲۷۔ اشفاق احمد (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۴ء) نامور ادیب، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، صوفی دانشور۔ بانو قدسیہ کے شوہر۔ ایک محبت سو افسانے، اُجلے پھول، سفرِ مینا، پھلکاری، طلسم ہوش افزا، صبحانے افسانے، بابا صاحبا افسانوی مجموعے ہیں۔ ٹیلی وژن کے لیے متعدد ڈرامے لکھے۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۲۸۔ مکتوب الیہ ڈی لٹ کے لیے اردو کا زندانی ادب کے عنوان سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

۲۹۔ سید محمد نجم الدین نجم (۱۹۱۹ء۔۱۹۸۴ء) تحریکِ پاکستان کے کارکن اور ادیب۔ کراچی یونیورسٹی کے اوّلین رجسٹرار ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۱ء تک رہے۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے مت سہل ہمیں جانو میں ان کا خاکہ لکھا۔

حامد اللہ افسر میرٹھی:

۱۔ مکتوب الیہ نے افسر میرٹھی کو بچوں کی چار مختصر کتابیں: بچوں کے ترانے، لالچی فقیر، چوکیدار، ایک بادشاہ ایک قصاب بھیجیں۔ یہ کتابیں ڈاکٹر وفا راشدی (اصل: نام عبدالستار خاں ۱۹۲۶ء۔۲۰۰۳ء) کے مکتبۂ اردو، حیدر آباد سندھ سے شائع ہوئیں۔

۲۔ اردو کا دکنی دور اور اس سے پہلے گجراتی دور دراصل صوفیۂ کرام کا دور ہے۔ ان حضرات کا اوّل و آخر مقصد تبلیغِ دین تھا۔ چنانچہ دینی تعلیمات آسان، عام فہم اور عوامی زبان میں مختصر رسالوں کے ذریعے عوام الناس تک پہنچائی جاتی تھیں۔ یہ رسائل عورتوں، بچوں اور بڑی عمر کے نومسلموں کے لیے یکساں افادیت رکھتے تھے۔

۳۔ عوامی شاعر اور خوش نویس نظیر اکبر آبادی (اصل نام: ولی محمد ۱۷۲۵ء۔۱۸۲۵ء)۔ نظیر نے غزل پر نظم کو ترجیح دی۔ ان کی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

شاعری کا موضوع ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی تہوار، میلے ٹھیلے، سیر تماشے، موسم، جانور، پرندے، انسان کے مختلف روپ بہروپ اور پیشے تھے۔ موضوعات کی طرح ان کی زبان بھی عوامی تھی۔ کلاسیکی عہد کے تذکرہ نگاروں نے انھیں اہمیت نہ دی۔ جدید نقادوں نے نظیر کی شاعری کی سماجی اور عمرانی جہت دریافت کی۔ ہزاروں اشعار کہنے والے حقیقت پسند شاعر کی تھوڑی سی باقیات کو دیکھ کر یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے خاص طور پر بچوں کے لیے کچھ نہیں لکھا۔ نظیر کی غیر روایتی ذہنی پرواز سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ بچوں کی محسوسات کو ضرور احاطۂ قلم میں لائے ہوں گے۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

۴۔ صاحبِ طرز انشاپرداز شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء۔۱۹۱۰ء) اردو کے پہلے اخبار نویس مولوی محمد باقر (دہلی اخبار کے مدیر، ۱۸۵۷ء کے ہنگامۂ دار و گیر میں انگریزوں کے ہاتھوں مصلوب ہوئے) کے بیٹے اور شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد تھے۔ انھوں نے ۱۸۶۴ء میں کرنل ہالرائیڈ کے ساتھ مل کر نیچرل شاعری اور موضوعاتی مشاعروں کی تحریک شروع کی۔ اتالیقِ پنجاب اور پنجاب میگزین کے مدیر رہے۔ محکمۂ تعلیم پنجاب کے نصاب کے لیے نظمیں لکھیں۔ آبِ حیات، نیرنگِ خیال، دربارِ اکبری، قصصِ ہند جیسی شاہکار نثری تصانیف کے علاوہ شعری مجموعہ نظمِ آزاد یادگار ہے۔ بچوں کے لیے ایک نظم کے چند اشعار:

گیا ستمبر آیا جاڑا
سردی نے اب جھنڈا گاڑا
پھینکی سب نے دور دُلائی
نکلی توشک اور رضائی
دھوپ نے دن بھر دکھ سے بچایا
شام ہوئی تو کہرا چھایا

۵۔ مولانا محمد اسمٰعیل میرٹھی (۱۸۴۴ء۔۱۹۱۷ء) بچوں کے مشہور شاعر۔

۶۔ جدید شاعری اور تنقید کے بانی مولانا الطاف حسین حالی۔

رئیس امروہوی:

۱۔ داغ دہلوی کے منتخب کلام اور ان کے احوالِ زیست پر مشتمل مکتوب الیہ کی مرتبہ کتاب انتخابِ کلامِ داغ کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ مکتوب الیہ کے خاکوں کا مجموعہ۔

۳۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء) اردو ادب کی کلاسیکی شعری روایت کے آخری نمائندہ شاعر مانے جاتے ہیں۔ مضامینِ حسن و عشق کی ہو بہو تصویر کھینچنے والے اس غزل گو کا بچپن ہنگامہ خیز حالات میں گزرا۔ چھے برس کی عمر میں والد نواب شمس الدین کا سایہ سر سے اُٹھنے کے بعد والدہ کے عقدِ ثانی کے نتیجے میں لال قلعے میں پناہ مل گئی۔ مولوی احمد حسین اور مولوی غیاث الدین سے تعلیم حاصل کی۔ سوتیلے باپ مرزا فخرو کی وفات کے بعد خاندان کے ہمراہ نواب یوسف علی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

خاں کے ہاں رامپور چلے گئے اور ولی عہد نواب کلب علی خاں کے مصاحب مقرر ہوئے۔نواب کی وفات ۱۸۸۶ء کے بعد مختلف شہروں کے سفر کیے۔۱۸۹۱ء میں میر محبوب علی نظام دکن کے استاد مقرر ہوئے۔حیدر آباد دکن ہی میں فالج کا شکار ہو کر وفات پائی۔دو ہزار سے زیادہ شاگرد رکھنے والے اس رنگین طبع شاعر نے چار دیوان گلزارِ داغ ، یادگارِ داغ ، آفتابِ داغ ، مہتابِ داغ یادگار چھوڑے۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

شاہ اسد الرحمٰن قدسی:

ا۔مکتوب الیہ حضرت قدسی سے ملاقات کے لیے ۱۹۵۸ء میں سکھر سے بہاولپور گئے تھے۔اس ملاقات میں انھوں نے حضرت کے نام مشاہیر کے خطوط مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، جس پر انھوں نے مکتوب الیہ کو علامہ محمد اقبال، مولانا اشرف علی تھانوی، اکبرالہ آبادی، مہاراجا کرشن پرشاد، فراق دہلوی، خواجہ حسن نظامی، حافظ محبّ الحق، مولانا شوکت علی، سردار عبدالرب نشتر، شہیدِ ملت لیاقت علی خاں، نواب آف بہاولپور، شاہ عبدالعزیز والیِ سعودی عرب وغیرہ کے خطوط دیے تھے۔ان میں سے کچھ خطوط حمید عظیم آبادی کے سہ ماہی پرچے جامِ جم سکھر اور روز نامہ انجام کراچی میں شائع ہوئے تھے۔مکتوب الیہ نے اپنے مرشد کے نام آئے مشاہیر کے خطوط کا مسودہ نقوشِ ماضی کے نام سے ترتیب دے دیا تھا، مگر بقول ان کے وہ اشاعت سے پہلے گم ہو گیا:

> ''حسنِ اتفاق کہیے کہ چند مکاتیب ایک پرانے کپڑے میں لپٹے ہوئے حضرت قبلہ کے سامانِ سفر کے ساتھ یہاں آ گئے۔انھیں راقم الحروف نے آپ کے حکم پر نقل کر کے نقوشِ ماضی کے عنوان سے مرتب کیا تھا۔ ان ہی خطوط میں سے دو عدد میرے ایک شاگرد نے انجام میں شائع کرا دیے۔اس وقت ہمارے حضرت بقیدِ حیات تھے، مگر اخبار والوں نے سرخی لگا کر حضرت کو مرحوم لکھ دیا۔پورے ملک میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ بہر حال یہ مجموعہ اور اصل خطوط حضرت قبلہ کو چکوال بھجوا دیے گئے۔ وہ ناطق صاحب وکیل کے پاس تھے اور نقلِ مکانی کے وقت گم ہو گئے۔''

(قلندرِ زماں شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی۔احوال و آثار :ص ۳۱۳)

۲۔مکتوب الیہ کے رشتے کے بہنوئی، جو محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔مکتوب الیہ کی انھی کے توسط سے حضرت قدسی کی بارگاہ میں باریاب ہوئے۔

۳۔حافظ شیرازی (۷۲۶ھ۔۷۹۱ھ) کا شعر ہے۔

۴۔حضرت قدسی کے مریدِ خاص صوفی حبیب اللہ کشمیری رحمانی نے فیضانِ قدسی میں حضرت کے سوانح مرتب کیے تھے۔یہ کتاب ۱۹۵۴ء میں گوشۂ ادب انارکلی، لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ایک طویل عرصے کے بعد ڈاکٹر محمود الرحمٰن کو اپنے مرشد پر تفصیلی کتاب بعنوان قلندرِ زماں شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی۔احوال و آثار لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۵۔منتخب احادیث اور دینی تعلیمات کے حوالے سے حضرت قدسی کی یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ منہاج المبین کا مسودہ صاف کرنے کا اعزاز مکتوب الیہ کو حاصل ہوا۔ قلندرِ زماں شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی۔احوال و آثار میں

موصوف منہاج المبین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں مسلمانوں کو جن گوناگوں مسائل کا سامنا ہے، ان کا شافی حل اس تصنیف میں بدرجۂ اتم مل جاتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے سکونِ قلبی اور ایمانی روشنی میسر ہوتی ہے۔ ضروریات کے لحاظ سے ہر درپیش مسئلے کو بحسن وخوبی حل کرنے کی راہ استوار ہوتی ہے۔ جملہ معلومات نہایت خوبی سے مع اسنادِ صحیحہ پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن قاضی حماد حسین انصاری صاحب نے ۱۹۶۵ء میں مکتبۂ قدسی، کراچی سے شائع کیا تھا۔'' (ص ۲۳۶)

۶۔ ریاستِ بھوپال کے نواب خاندان سے تعلق رکھنے والے ان حضرات کے خطوط بنام حضرت شاہ اسد الرحمٰن قدسی مکتوب الیہ کو دستیاب ہوئے تھے اور وہ ان کا تعارف بھی اپنی مجوزہ کتاب نقوشِ ماضی میں دینا چاہتے تھے۔ نواب خاندان کے اس وقت کے سربراہ نواب حمید اللہ خان (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۰ء) اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باشعور انسان تھے۔ انھوں نے لندن کی گول میز کانفرنسوں میں ریاستی حکمرانوں کی نمائندگی کی تھی۔ مئی ۱۹۵۹ء میں بھارتی حکومت کی طرف سے ریاست بھوپال کو اپنی نگرانی میں لے لینے کے بعد نواب خاندان کا اقتدار ختم ہوگیا۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

۷۔ ان دنوں مکتوب الیہ ایم اے اردو کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔

۸۔ شاہ سلیمان پھلواروی (۱۲۷۶ھ۔ ۱۳۵۴ھ) مثنوی مولانا روم کی قرأت کے لیے ہندگیر شہرت رکھتے تھے۔ شاہ سلیمان کے فرزند شاہ جعفر پھلواروی بھی معروف علمی و ادبی شخصیت تھے۔

شاہد احمد دہلوی:

۱۔ ممتاز شاعر اور نقاد پروفیسر محمد آفاق صدیقی (۱۹۲۶ء) اس وقت سکھر میں مقیم تھے۔ پاکستان رائٹرز گلڈ کی بنیاد ۱۹۵۹ء میں رکھی گئی تو آفاق صاحب اس کے سکھر ریجن کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔

۲۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۶۱ء) نے اپنی زندگی اردو زبان کی خدمت میں گزار دی۔ انسپکٹر آف اسکولز کی حیثیت سے ابتدائی مدارس کے نصابِ تعلیم کا جائزہ لیا اور بچوں کے لیے اردو ریڈروں کے سیٹ تیار کیے۔ انھوں نے عثمانیہ کالج اور یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے قیام میں اور وہاں تمام علوم کی اردو زبان میں تدریس ممکن بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انجمن ترقیِ اردو ہند کے ۱۹۱۲ء میں سیکرٹری چنے گئے۔ ملک بھر میں انجمن کی شاخیں فعال کیں۔ آزادی کے بعد کراچی آگئے۔ یہاں کل پاکستان انجمن ترقیِ اردو کی بنیاد ڈالی۔ اردو کالج قائم کیا اور ایک پرچہ قومی زبان جاری کیا۔ بابائے اردو نے متعدد کتب پر مقدمے لکھے۔ مقدماتِ عبدالحق، تنقیداتِ عبدالحق، خطباتِ عبدالحق، قواعدِ اردو، مکتوباتِ عبدالحق، چند ہم عصر، اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیہ کرام کا کام ان کی چند اہم کتب کے نام ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۳۔ شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۳۵ء) معروف ادیب اور ڈرامہ نگار امتیاز علی تاج کے والد تھے۔ دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی سے دینی تعلیم اور سرکاری اسکول سے ابتدائی انگریزی تعلیم حاصل کر کے ۱۸۷۶ء میں مستقل طور پر

Optimized by www.ImageOptimizer.net

لاہور آبسے۔ یہیں سے انھوں نے بچوں کے لیے ہفت روزہ پھول اور خواتین کے لیے تہذیبِ نسواں کا اجراء کیا۔ ان کا ایک اور کارنامہ رفاہِ عام پریس قائم کر کے معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ بلند پایہ کتب کی اشاعت تھا۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

۴۔ چراغ حسن حسرت (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۵۵ء) نامور صحافی اور ادیب۔ چراغ حسن حسرت نے جہاں آفتاب، نئی دنیا، شیرازہ، امروز اخبارات کی ادارت کی، وہیں احسان، امروز، نوائے وقت میں سند باد جہازی کے قلمی نام سے فکاہی کالم بھی لکھے۔ مزاح نگاری، کالم نگاری، خاکہ نگاری میں نام پیدا کیا۔ بچوں کے لیے ریڈرز ترتیب دینا بھی ان کی ادبی وعلمی شخصیت کی ایک شناخت ہے۔ مردم دیدہ، سرگذشتِ اسلام، اقبال نامہ، قائدِ اعظم، مضامینِ حسرت، حرف و حکایت، باتیں حسن یار کی (شعری مجموعہ) ان کی کتب کے نام ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۵۔ پھول لاہور سے نکلنے والا بچوں کا ماہنامہ تھا۔ اس کا آغاز سید ممتاز علی نے ہفت روزے کی صورت میں ۱۹۰۹ء میں کیا۔ بنتِ نذرالباقر اس کی پہلی مدیرہ تھیں۔ ۱۹۳۵ء میں سید ممتاز علی کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے امتیاز علی تاج نے ۱۹۵۷ء تک اس پرچے کو ماہنامے کی صورت میں جاری رکھا۔ غلام عباس، امتیاز علی تاج اور احمد ندیم قاسمی جیسے مشاہیرِ ادب اس کی ادارتی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

(ماخذ: پنجاب میں بچوں کے رسائل از فریدہ گوہر)

۶۔ سید امتیاز علی تاج (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۰ء) سید ممتاز علی کے صاحبزادے تھے۔ ڈرامہ، صحافت، مزاح اور بچوں کا ادب ان کی ادبی شناخت کے بنیادی حوالے ہیں۔ ماہنامہ کہکشاں لاہور اور پھول لاہور کی ادارت کرتے رہے۔ ان کے تین ایکٹ کے ڈرامے انارکلی کو ادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا۔ انارکلی، ہیبت ناک افسانے، چچا چھکن وغیرہ مختلف اصنافِ ادب میں ان کی تصانیف ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۷۔ آل انڈیا ریڈیو نے آزادی سے قبل آواز اور سارنگ کی صورت میں ماہنامہ رسالوں کی روایت ڈالی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان نے آہنگ کے روپ میں اسی روایت کو آگے بڑھایا۔ آہنگ کی ادارت کے لیے معروف افسانہ نگار غلام عباس کا انتخاب کیا گیا۔ غلام عباس آواز اور سارنگ سے بھی وابستہ رہے تھے۔ پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کراچی کے ترجمان آہنگ کا پہلے پندرہ روزہ کے طور پر آغاز ہوا اور بعد میں اسے ماہنامہ کر دیا گیا۔ محشر بدایونی بھی آہنگ کے ابتدائی دور میں اس کی ادارت کرتے رہے۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم: ص ۳۲۸: مٹی کا دیا از میرزا ادیب ص: ۳۶۸)

۸۔ پروفیسر آل احمد سرور شاعر اور نقاد۔ انجمنِ ترقیِ اردو علی گڑھ کے سیکرٹری رہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی کے ریٹائر ہونے پر علی گڑھ یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے۔ سلسبیل ان کا شعری مجموعہ ہے، جبکہ ادب اور نظریہ، تنقید کیا ہے تنقیدی کتب کے نام ہیں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

۹۔ڈاکٹر عندلیب شادانی (اصل نام: وجاہت حسین ۱۸۹۶ء۔۱۹۶۳ء)۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو وفارسی کے سربراہ تھے۔سہ روزہ مشرقی پاکستان ڈھاکہ، ماہنامہ معمار ڈھاکہ، ماہنامہ خاور ڈھاکہ، وغیرہ کے مدیر رہے۔ان کی اسی حیثیت کے پیش نظر مکتوب نگار نے بچوں کے ادب کے سلسلے میں ان سے رابطہ کرنے کا کہا ہوگا۔ نشاطِ رفتہ (شعری مجموعہ) تحقیق کی روشنی میں، تحقیقات، دورِ حاضر اور اردو غزل گوئی، شرح رباعیاتِ باباطاہر عریاں وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

۱۰۔حکیم امامی صاحب بیسویں صدی کی معروف علمی وتہذیبی شخصیت۔انجمن ترقی اردو بنگلور کے سیکرٹری رہے۔

۱۱۔ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (۱۹۰۵ء۔۱۹۶۳ء) اردو کے ممتاز انشا پرداز اور نقاد تھے۔انھوں نے لندن سے پی ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن کے شعبۂ اردو میں خدمات انجام دیں۔ادارۂ ادبیاتِ اردو قائم کیا۔اسی ادارے کے زیرِ اہتمام جنوری ۱۹۳۸ء میں ادبی رسالہ سب رس جاری کیا۔ تنقیدی مقالات، روحِ تنقید، عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی، ہندستانی لسانیات، اردو شہ پارے، فنِ انشا پردازی، روحِ غالب، مکتوباتِ شاد عظیم آبادی ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلو پیڈیا)

۱۲۔جنوری ۱۹۳۸ء میں رسالہ سب رس کا اجرا ادارۂ ادبیاتِ اردو کے زیرِ اہتمام کیا گیا۔ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی نگرانی اور خواجہ حمید الدین شاہد (۱۹۱۷ء۔۲۰۰۱ء) استاد شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی ادارت میں نکلنے والے اس ادبی پرچے میں اعلیٰ معیار کے مضامین اور انشائی ونثری ادب پیش کیا گیا۔آزادی کے بعد خواجہ حمید الدین شاہد پاکستان آگئے۔انھوں نے ملازمت سے فارغ ہو کر ۱۹۷۷ء میں ایک بار پھر سب رس کراچی سے جاری کیا۔خواجہ حمید الدین شاہد ایوانِ اردو، کراچی کے بانی اور مرکزی اردو بورڈ کے رکن تھے۔کلاسیکی مزاج کے ادبی رسالے سب رس کے خاص نمبر: یادِ رفتگاں نمبر، اقبال نمبر، ممتاز حسن نمبر حوالہ جاتی اہمیت کے حامل ہیں۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ از ڈاکٹر انور سدید)

۱۳۔مولانا رازق الخیری (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۹ء) مصورِ غم علامہ راشد الخیری کے صاحبزادے تھے۔رازق الخیری صاحب ممتاز ادیب، محقق اور صحافی تھے۔ عصمت، جوہرِ نسواں اور بنات کے مدیر رہے۔رسولِ اکرمؐ کی بیٹیاں، سیدہ کی بیٹی، ابوجہل اور عکرمہ، سوانح علامہ راشد الخیری، دو ہفتے مشرقی پاکستان میں، سفر نامۂ مشرقِ وسطیٰ ان کی مختلف موضوعات پر اہم کتابیں ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۱۴۔خواتین اور بچیوں کے لیے رسالہ عصمت کا اجراء ڈپٹی نذیر احمد کے پیروکار علامہ راشد الخیری نے ۱۹۰۸ء میں دہلی سے کیا۔رسالے کا مقصد خواتین کو تعلیم کی طرف آمادہ کر کے ان کی اصلاح کرنا تھا۔راشد الخیری کی وفات (۱۹۳۶ء) کے بعد ان کے لائق فرزند رازق الخیری نے اس کی ادارت سنبھالی۔قیامِ پاکستان کے بعد عصمت کراچی سے شائع ہونے لگا۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اس پرچے میں خواتین لکھاریوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ عصمت نے ۱۹۵۸ء میں طلائی جوبلی نمبر اور ۱۹۶۸ء میں الماسی جوبلی نمبر پیش کیے۔ رازق الخیری کی وفات کے بعد صائمہ خیری اس کی مدیر رہیں۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ از ڈاکٹر انور سدید)

۱۵۔ ماہنامہ بنات کا اجراء رازق الخیری نے ۱۹۲۷ء میں کیا۔ اس رسالے کا مقصد لڑکیوں کی تعلیم و تربیت تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ پرچہ ایلا کو ہاؤس کمپاؤنڈ، عبداللہ روڈ کراچی سے شائع ہوتا رہا۔

(ماخذ: پاکستان کے اردو اخبارات و رسائل (جلد اوّل) کتابیات مرتبہ محمود الحسن)

شفیع الدین نیر:

۱۔ شفیع الدین نیر ۱۹۵۶ء میں کچھ دنوں کے لیے کراچی آئے تھے۔ دورۂ کراچی میں ان کا قیام اپنے عزیز جسٹس قدیر الدین کے ہاں رہا۔

۲۔ مکتوب الیہ کو ابتداء ہی سے بچوں کے ادب سے خصوصی دلچسپی تھی۔ ان کی مختصر کہانیاں اور بچوں کے لیے لکھی گئی نظمیں مختلف رسالوں اور اخبارات میں چھپتی تھیں۔ ممکن ہے انھوں نے کراچی کے مذکورہ دورے میں نیر صاحب کو اپنی کتابیں دینے کے علاوہ مستقبل میں بچوں کے ادب پر تحقیقی مقالہ لکھنے کی بات بھی کی ہو۔ بہر حال نیر صاحب کے لیے ظاہر ہے بچوں کے ادب کی بڑی اہمیت تھی۔

۳۔ مکتوب الیہ کی بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں اور نظموں کی یہ کتابیں ۱۹۵۶ء میں ڈاکٹر وفا راشدی کے ادارے مکتبۂ اردو حیدر آباد، سندھ نے شائع کیں۔

۴۔ بچوں کی کتابوں کے حوالے سے شفیع الدین نیر کے یہ خیالات آج بھی بڑی حد تک راہنما اصول کا کام دے سکتے ہیں۔

عبدالماجد دریابادی، مولانا:

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء) بیسویں صدی کے برِصغیر کے مسلمانوں میں غیر معمولی اثر و رسوخ کے حامل تھے۔ انھوں نے علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے دستِ حق شناس پر بیعت ہو کر سلوک کی منازل طے کیں۔ مرشد کے حکم پر تا زیست تھانہ بھون میں رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ سیکڑوں کتابیں اور مختصر رسالے تصنیف کیے۔ لڑکیوں اور عورتوں کے لیے لکھی گئی ان کی کتاب بہشتی زیور کو قبولِ عام حاصل ہوا۔

مسلمانانِ برِصغیر کی روحانی، مذہبی، علمی، عملی، سماجی اور سیاسی زندگی کو متاثر کرنے والی اس شخصیت کی زندگی پر بہت کچھ لکھا گیا۔ چند کتب کے نام یہ ہیں: حیاتِ اشرف از غلام محمد عثمانی، افاداتِ اشرفیہ در مسائلِ سیاسیہ از مفتی محمد شفیع، اشرف الافادات از مولانا عبدالاحد سورتی، کمالاتِ اشرفیہ از مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادی، معمولاتِ اشرفیہ، نیز اشرف المعمولات از منشی علی محمد لاہوری، تالیفاتِ اشرفیہ از مولوی عبدالحق فتح پوری ہسوی

۲۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب کی کتب اشرف السوانح اور خاتمہ السوانح مولانا تھانوی کے حوالے سے بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی سلسلے میں ان کی تیسری کتاب حسن العزیز ہے۔

۳۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کو حضرت تھانوی سے خاص علاقہ تھا۔ فتنۂ ارتداد سے اللہ کے فضل سے مراجعت ہوئی تو تلاشِ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بسیار کے بعد حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے۔ ان کے اپنے بقول:

''اپنے ہر نفسانی مرض کے علاج وتدبیر کے لیے اپنے ہر دینی وروحانی اشکال کے لیے اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے برابر حضرت ہی کو زحمت دیتا رہا۔ علاوہ سلسلۂ مراسلت کے بار بار سفر کر کے تھانہ بھون حاضر ہوتا۔ کبھی چند گھنٹوں کے لیے بھی اور زیادہ تر کئی کئی دن اور کئی کئی ہفتوں کے لیے اور عجب پُر بہار، پُر سرور، پُر کیف، پُر لطف وہ وقت ہوتا، جو تھانہ بھون میں گزرتا''۔

(آپ بیتی: ص ۱۷۲)

اپنے مرشد کے حوالے سے لکھی گئی اس کتاب کے بارے میں مکتوب نگار اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

''حضرت تھانوی کی وفات جولائی ۴۳[۱۹]ء میں ہوئی۔ اس کے کچھ ہی روز بعد خیال آیا کہ اپنے اور حضرت کے تعلقات پر، حضرت کے خطوط کی روشنی میں کچھ لکھ ڈالوں۔ خطوط سیکڑوں کی تعداد میں محفوظ مل گئے؛ میرے اصل عریضے بھی اور ان ہی پر حضرت کے جوابات بھی۔ بڑا وقت ان کے چھانٹنے اور تاریخ وار مرتب کرنے میں لگ گیا، پر کتاب کو بھی قدرتاً ضخیم ہی ہونا تھا۔ خیر خدا خدا کر کے کتاب ۵۰[۱۹]ء میں حکیم الامت۔ نقوش وتأثرات کے عنوان پر تیار ہوگئی اور ۵۲[۱۹]ء میں پریس سے باہر آگئی۔''

(آپ بیتی: ص ۲۸۹)

۴۔ حضرت تھانوی کی زندگی کے بیشتر گوشوں کا احاطہ کرنے والی دو جلد پر مشتمل اس کتاب کا بنیادی ماخذ اشرف السوانح ہے۔ مؤلف منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

''سیرتِ اشرف کا بنیادی سرمایہ، چونکہ اشرف السوانح ہے، اس لیے اس کے اقتباسات بلاحوالہ درج کیے گئے ہیں۔''

پیش لفظ ہی میں منشی صاحب حضرت تھانوی کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

''حضرت تھانوی کا ہر قول وفعل قرآن وسنت کی تنویر وتفسیر تھا اور اس لحاظ سے حضرت تھانوی ایک بہترین انسان ہی نہیں، اس دور کے بے نظیر انسان بھی تھے، جن کی کتابِ زندگی کا ہر ورق درسِ حیات کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے مقصود اور طریق دونوں واضح ہو جاتے ہیں، جن کا کوئی قول وکردار ایسا نظر نہیں آتا، جس سے زندگی کے کسی نہ کسی گوشے پر روشنی نہ پڑتی ہو اور علم وعمل کی راہیں نہ کھلتی ہوں۔''

(سیرتِ اشرف: ص ۴۴)

منشی عبدالرحمٰن خان ملتانی کی دیگر تصانیف میں مشاہداتِ واردات اور تعمیرِ پاکستان اور علمائے ربانی کے نام ملتے ہیں۔ منشی صاحب ملتان سے جاری ہونے والے ماہنامہ مجلّہ کی ادارت بھی کرتے رہے۔

۵۔ ماہنامہ سیارہ کا آغاز نعیم صدیقی کی ادارت میں ۱۹۶۲ء میں لاہور سے ہوا۔ سیارہ نے ابتداء ہی سے مضامین میں نظریاتی بحثیں چھیڑیں۔ مستقل سلسلے کتاب نامہ میں ادیب اپنی کتابوں کا تعارف خود کراتے۔ جون ۱۹۷۶ء میں اسے سہ ماہی رسالہ قرار دیا گیا۔ تنقیدی اور تحقیقی مضامین کے علاوہ تخلیقی اصناف: افسانہ، انشائیہ، سفرنامہ، غزل، نظم وغیرہ کو بھی بھرپور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

نمائندگی دی گئی۔ اقبالیات بھی اس پرچے کا اہم موضوعِ اظہار رہا۔ سیارہ نے مولانا مودودی کی ادبی جہت بھی دریافت کی۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۶۔ یہاں صدق سے مراد مکتوب نگار کا پرچہ صدقِ جدید ہے۔ سچ سے صدق اور پھر صدقِ جدید بننے کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا دریابادی اور عبدالرحمٰن نگرامی نے بطور شریک مدیر دینی، اصلاحی اور اجتماعی خیالات کے ترجمان ظفر الملک علوی کے پرچے سچ کا اجراء ۱۹۲۵ء میں ممکن بنایا۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے میں سچ فرقہ وارانہ اور سیاسی مناقشات کا شکار ہوا تو صوبائی حکومت نے اس کی ضمانت طلب کی۔ ظفر الملک سے اختلافات کی بنا پر مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کے فیصلے کے تحت مولانا دریابادی نے انھیں کے تجویز کردہ نام صدق سے مئی ۱۹۳۵ء میں نیا پرچہ جاری کیا۔ ۱۹۵۰ء میں مالی مشکلات کی بنا پر یہ پرچہ بند کرنا پڑا۔ اسی سال کے آخر میں دوبارہ جاری کرنے کی کوشش کی گئی تو صدق کے مہتمم نے دریابادی صاحب کو پرچے کا نام استعمال کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ انھوں نے دسمبر ۱۹۵۰ء میں صدقِ جدید کے نام سے اپنے مجلّے کی اشاعت شروع کردی۔

(ماخذ: آپ بیتی از عبدالماجد دریابادی)

۷۔ علامہ عبدالعزیز خالد کا شعری مجموعہ۔

عبدالودود، قاضی:

۱۔ کلیم الدین احمد کی مشہور تنقیدی کتاب، جس میں انھوں نے غزل کو وحشی صنفِ سخن قرار دیا۔

۲۔ حافظ شاہ محبّ الحق پٹنہ، بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے مکتوب الیہ کے مرشد شاہ اسد الرحمٰن قدسی کو نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی سند عطا کی۔ حضرت قدسی نے حافظ صاحب کے مشورے پر شاعری ترک کردی تھی۔ مکتوب الیہ ان دنوں حضرت قدسی کے نام مشاہیر بشمول حافظ صاحب کے مکاتیب مرتب کر رہے تھے۔ اسی سلسلے میں ان کے احباب سے ان کے ذاتی حالات معلوم کرنا چاہتے تھے۔

(ماخذ: قلندر زماں شاہزادہ اسد الرحمٰن قدسی۔ احوال و آثار)

۳۔ ماہنامہ صنم پٹنہ، بہار سے شائع ہوتا تھا۔

۴۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی (اصل نام: عبادت یار خان ۱۹۲۰ء۔ ۱۹۹۸ء) اردو ادب کے ممتاز محقق، نقاد اور مصنف تھے۔ اردو تنقید کا ارتقاء کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اورینٹل کالج لاہور میں شعبۂ اردو کے صدر اور پرنسپل رہے۔ تنقیدی زاویے، غزل اور مطالعۂ غزل، غالب اور مطالعۂ غالب، جدید اردو ادب، جدید اردو تنقید وغیرہ ان کے تنقیدی اور تحقیقی کارنامے ہیں۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۵۔ ماہنامہ مہرِ نیم روز کا پہلا شمارہ فروری ۱۹۵۶ء میں العمران ۔۲۰۴، شرف آباد، کراچی سے شائع ہوا تھا۔ مولانا حسن مثنیٰ ندوی (شاہ سلیمان پھلواروی کے پوتے اور شاہ حسن میاں پھلواروی کے صاحبزادے۔ ۱۹۱۳ء۔ ۱۹۹۸ء) اس رسالے کے بانی مدیر تھے۔ مولانا حسن مثنیٰ اتحاد حیدر آباد دکن اور پاسبان منگلور کی ادارت سے بھی منسلک رہے۔ ان کے علاوہ سید ابوالخیر کشفی اور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

علی اکبر قاصد بھی مہرِ نیم روز کی ادارت سے منسلک رہے۔ ادب پر طاری جمود توڑنے کا مقصد رکھنے والے اس پرچے کی اشاعت ۱۹۶۱ء تک خاصی باقاعدہ رہی۔ جولائی/ اگست ۱۹۷۹ء کی مشترکہ اشاعت کی صورت میں آخری بار سامنے آیا۔ مہرِ نیم روز کو احمد علی، غلام عباس، خالد حسن قادری، جمیل مظہری، وزیر آغا، ممتاز مفتی، کلیم الدین احمد وغیرہ جیسی قد آور ادبی شخصیات کا تعاون حاصل رہا۔ اس ادبی جریدے کے دو مقبول سلسلے چہ دلاور است دزدے اور رسالوں میں تھے۔ چہ دلاور است دزدے میں امتیاز علی تاج کے چچا چھکن کو جیروم، قاضی عبدالغفار کے لیلیٰ کے خطوط کو الیگزینڈر کوپرمین کے گلِ تر سے ماخوذ، جبکہ انتظار حسین کے ناول بستی کو تسنیم سلیم چھتاری کے ناول کا اور عصمت چغتائی کے ناولٹ ضدی کو ترکی ناول ہاجرہ کا چربہ بتایا گیا۔ رسالوں میں کے عنوان سے معاصر اور گذشتہ رسالوں سے منتخب مضامین شاملِ اشاعت کیے جاتے۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۶۔ مکتوب الیہ نے ایم اے اردو کے لیے اپنے تحقیقی مقالے اردو میں بچوں کا ادب کے حوالے سے کچھ سوالات پوچھے تھے۔

۷۔ خالق باری قدیم منظوم لغت۔ حضرت امیر خسرو (۱۲۵۳ء۔۱۳۲۵ء) کتاب کے مصنف کے طور پر مشہور ہیں۔ وسطِ ایشیا اور دیگر اسلامی ممالک سے ہندوستان آباد ہونے والے مسلمانوں کے بچوں کو فارسی اور عربی الفاظ کے ہندوی متبادل بتانا کتاب کا مقصود تھا۔ محمد حسین آزاد آبِ حیات میں اسے ایک بھٹیاری کے بچے کے لیے بڑی بڑی جلدوں میں لکھی گئی امیر خسرو کی تخلیق مانتے ہیں۔ مولوی محمد امین چریاکوٹی نے اس دعوے کے ساتھ کہ اس میں کئی ہزار اشعار شامل تھے، خالق باری مرتب کر کے شائع کی۔ مولوی صاحب نے اپنے دعوے کے حق میں کچھ دلائل بھی دیے ہیں، مثلاً: کتاب میں خسرو کے عہد میں مروج ایک سکے جیتل کا نام ملتا ہے۔ ایسے محاورات ملتے ہیں، جو بعد میں متروک ہو گئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خالق باری کے مقطع میں خسرو تخلص آتا ہے:

مولوی	صاحب	سرن	پناہ
گدا	بھکاری	خسرو	شاہ

حافظ محمود شیرانی پنجاب میں اردو میں ان دلائل کو رد کرتے ہوئے جیتل کا استعمال عہدِ عالمگیری کی تحریروں میں اور مولوی محمد امین کے خیال میں متروک محاورات میں سے بیشتر کا استعمال اپنے عہد کے دیہی معاشرے میں ثابت کرتے ہیں۔ مقطع کو دو قلمی نسخوں کے حوالے سے خلافِ اصل بتانے کے علاوہ اس میں خسرو شاہ کی ترکیب کی وجہ سے بھی حضرت امیر خسرو سے مناسبت نہیں دیکھتے، نیز مولوی صاحب کی ترکیب بھی اس دور سے مناسبت نہیں رکھتی۔ حافظ محمود شیرانی خالق باری کو ضیاء الدین خسرو کی تالیف بتاتے ہیں، جو امیر خسرو سے بہت بعد کے بزرگ ہیں۔ اپنے نظریے کے حق میں ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے: بچوں کے رسالے مختصر ہوتے ہیں، نہ کہ کئی ہزار اشعار پر مشتمل۔ خالق باری کی تقلید میں متعدد کتابیں لکھی گئیں، نیز اسے سندی ماخذ کی حیثیت حاصل ہوتی رہی۔ کتاب میں مضمون، الفاظ، وزن، یا بحر کسی چیز میں ربط نہیں حتیٰ کہ ناقص قافیے کے حامل اور بے وزن اشعار شامل ہیں۔ الفاظ کے معانی غلط، نیز الگ الگ مقامات پر مختلف دیے گئے ہیں۔ لگتا ہے خالق باری کے مصنف نے اداۃ الفضلاء اور مؤید الفضلاء (۹۲۵ھ) سے استفادہ کیا ہے۔ خالق باری کی عہدِ عالمگیری کے

بزرگ عبدالواسع ہانسوی کی نصابِ سہ زبان سے غیر معمولی مماثلت پائی جاتی ہے۔ مولوی محمد امین کے نسخے کو مطبوعہ نسخوں پر بھروسا کرنے کی وجہ سے اصل قلمی نسخوں کے برعکس اور ترمیم شدہ سمجھتے ہیں۔

(ماخذ: پنجاب میں اردو: حافظ محمود شیرانی: ص ۱۴۰۔۱۵۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ ادبِ اردو (جلد اوّل) میں خالق باری کو امیر خسرو ہی کی ایسی تصنیف مانتے ہیں، جس میں اس قدر تغیر و تبدل ہو چکا ہے کہ اصل اور نقل میں امتیاز باقی نہیں رہا۔ وہ حافظ محمود شیرانی کے اعتراضات کے جواب میں تاریخ ادبِ اردو (جلد اوّل) میں یہ دلائل دیتے ہیں: خالق باری میں سنجیدگی کی کمی، یا اس کتاب کا تذکرہ خود امیر خسرو کی کسی فارسی زبان میں نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ امیر خسرو نے ہندی کلام تفننِ طبع کے لیے لکھا تھا۔ مرزا غالب نے بھی اپنی ایسی ہی تصنیف قادر نامہ کا ذکر اپنی تصانیف میں نہیں کیا۔ ضیاالدین خسرو اور صفی نے کچھ اضافے کر کے اسے حفظ اللسان، یا مطبوع الصبیان بنا لیا۔ مطبوع الصبیان کے شروع میں یہ سرخی بھی ملتی ہے: کتاب مطبوع الصبیان عرف خالق باری تصنیف امیر خسرو دہلوی

حفظ اللسان از ضیاالدین خسرو مرتبہ حافظ محمود شیرانی کا مقطع ہے:

خالق باری ہوئی تمام
دوہوں جگ رہیا خسرو نام

اشرف بیابانی، جو امیر خسرو سے بہت بعد کے، مگر ضیاءالدین خسرو سے بہت پہلے کے بزرگ ہیں، ان کی واحد باری کا مقطع یوں ہے:

واحد باری ہوئی تمام
دنیا میں رہے اشرف کا نام

جالبی صاحب کے خیال میں دونوں حضرات کے سامنے امیر خسرو کا یہ شعر تھا:

دو جگ وچ رہیا خسرو نام
خالق باری ہوئی تمام

ان مباحث سے نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ خالق باری دراصل امیر خسرو دہلوی ہی کی بچوں کے لیے لکھی گئی مختصر لغت تھی، جس میں بعد کی نسلوں نے درسی ضروریات، یا عقیدت، یا تصرف کے نقطۂ نظر سے اتنی تبدیلیاں کیں کہ اس کے حقیقی خط و خال وقت کی گرد تلے چھپ گئے۔ البتہ مولوی محمد امین چریا کوٹی کی مرتبہ خالق باری پر حافظ محمود شیرانی کے اعتراضات جاندار ہیں اور اسے امیر خسرو کی خالق باری تسلیم کرنا بہت مشکل ہے۔ ڈاکٹر محمد وحید مرزا کی تحقیقی کتاب سوانح عمری امیر خسرو دہلوی میں بھی ان کے کلام و تصانیف کے حوالے سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

۸۔ نامور محقق حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰ء۔۱۹۴۶ء) ٹونک میں پیدا ہوئے۔ اورینٹل کالج لاہور اور ولایت سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اورینٹل کالج ہی میں لیکچرار ہو گئے۔ پنجاب میں اردو، مقالاتِ حافظ محمود شیرانی پروفیسر شیرانی کی مشہور تصانیف ہیں۔ پنجاب میں اردو میں پنجاب کو اردو کا مولد قرار دیتے ہیں۔ رومانی شاعر اختر شیرانی ان کے صاحبزادے تھے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

۹۔ خالق باری کی طرز پر مرزا غالب نے قادر نامہ کے عنوان سے بچوں کے لیے فارسی اردو لغت مرتب کی تھی۔ غالب نے یہ لغت دراصل اپنے متبنیٰ عارف کے بچوں باقر علی اور حسین علی کے لیے لکھی تھی، مگر یہ مختصر رسالہ غالب کی زندگی ہی میں ۱۸۶۴ء میں مجلس پریس، دہلی سے استفادۂ عام کے لیے شائع کرا دیا گیا۔ رامپور کے شاہی کتب خانے میں یہ مطبوعہ نسخہ محفوظ ہے۔ قادر نامہ میں شعریت، تربیت اور بچوں کی نفسیات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کا عنوان بننے والے پہلے شعر سمیت کچھ ابتدائی اشعار یہ ہیں:

قادر اور اللہ اور یزداں خدا
ہے نبی مرسل، پیمبر رہنما
پیشوائے دیں کو کہتے ہیں امام
وہ رسول اللہ کا قائم مقام
ہے صحابی دوست خالص ناب ہے
جمع اس کی یاد رکھ اصحاب ہے
بندگی کا ہاں عبادت نام ہے
نیک بختی کا سعادت نام ہے
کھولنا افطار ہے اور روزہ صوم
لیل یعنی رات، دن اور روز یوم
ہے صلوٰۃ اے مہرباں اسم نماز
جس کے پڑھنے سے ہو راضی بے نیاز

(قادر نامہ از مرزا غالب مرتبہ ڈاکٹر محمود الرحمٰن)

۱۰۔ خالق باری کے تتبع میں رازق باری، ایزد باری، واحد باری، اللہ باری، صمد باری، مطبوع الصبیان، مؤید الفضلاء، نصاب سہ زبان، حفظ اللسان، قادر نامہ جیسی کتب اور مختصر رسالے لکھے گئے۔

۱۱۔ مولوی نذیر احمد (۱۸۳۰ء۔۱۹۰۲ء) کے ابتدائی ناول ہیں۔ مراۃ العروس (۱۸۶۹ء) کے دیباچے میں مصنف لڑکیوں کی تعلیم کی افادیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''حمد و نعت کے بعد واضح ہو کہ ہر چند اس ملک میں مستورات کے پڑھانے لکھانے کا رواج نہیں، مگر پھر بھی بڑے بڑے شہروں میں خاص خاص شریف خاندانوں کی بعض عورتیں قرآنِ مجید کا ترجمہ، مذہبی مسائل اور نصائح کے اردو رسائل پڑھ لیا کرتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ نرے مذہبی خیالات بچوں کی حالت کے مناسب نہیں اور جو مضامین ان کے پیشِ نظر رہتے ہیں، ان سے ان کے دل افسردہ، طبیعتیں منقبض اور ان کے ذہن کند ہوتے ہیں۔ تب مجھ کو ایسی کتاب کی جستجو ہوئی، جو اخلاق و نصائح سے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بھری ہوئی ہو اور ان معاملات میں جو عورتوں کی زندگی میں پیش آتے ہیں اور عورتیں اپنے توہمات اور جہالت اور کج رائی کی وجہ سے ہمیشہ ان میں مبتلائے رنج و مصیبت رہا کرتی ہیں، ان کے خیالات کی اصلاح اور ان کی عادات کی تہذیب کرے اور کسی قدر دلچسپ پیرائے میں ہو، جس سے ان کا دل نہ اکتائے۔"

مرأۃ العروس میں اکبری اور اصغری کے بیاہ اور اس کے بعد کی زندگی کی کہانی ہے۔ بڑی بہن اصغری اپنے پھوہڑ پن سے گھر کی بربادی کا باعث بنتی ہے تو دوسری طرف اصغری سلیقہ مندی اور تدبر سے اپنے گھر میں خوش حالی لے آتی ہے۔

بنات النعش (۱۸۷۳ء) اسی سلسلے کی دوسری کتاب ہے۔ بقولِ مولوی نذیر احمد:

"یہ کتاب اسی مرأۃ العروس کا گویا دوسرا حصہ ہے، وہی بولی ہے؛ وہی طرز ہے"۔

اس کتاب میں محمودہ اور حسن آرا مرکزی کردار ہیں۔

۱۲۔ منتخب الحکایات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ جامع الحکایات، یا سیرِ عشرت کے نام سے ایک کتاب کا چرچا برِ صغیر میں رہا ہے۔ شیخ صالح محمد عثمانی نے کرنل کینڈی کی فرمائش پر چھٹی صدی ہجری کے ربعِ اوّل میں ماوراء النہر کے بزرگ محمد بن یحییٰ بن طاہر بن عثمان العوفی کی جوامع الحکایات ولوامع الروایات کا ترجمہ جامع الحکایات (سالِ تالیف: ۱۲۴۰ ہجری/۱۸۲۵ء) کے عنوان سے کیا۔ اصل کتاب کی منتخب حکایات کے تراجم پر مشتمل شیخ صالح محمد عثمانی کی یہ کتاب ڈاکٹر محمد باقر نے اپنے تعارفی کلمات کے ساتھ جون ۱۹۶۳ء میں شائع کرائی۔ ڈاکٹر باقر نے جزیرۂ معمورہ بمبئی کے گنپت کرشنا جی کے چھاپا خانے سے ۱۸۵۶ء کے مطبوعہ نسخے کو پیشِ نظر رکھ کر یہ کتاب جامع الحکایاتِ ہندی کے عنوان سے شائع کرائی۔ کتاب میں دس موضوعات پر مختصر اخلاقی حکایات شامل ہیں۔

(ماٰخذ: جامع الحکایاتِ ہندی مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر: مجلس ترقیِ ادب، لاہور: نومبر ۲۰۰۷ء)

۱۳۔ گلستان اور بوستان شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) کی ایک درجن سے زائد عربی فارسی تصانیف میں سے عالمگیر شہرت کی حامل ہیں۔ گلستان نثر میں، جبکہ بوستان نظم میں لکھی گئی ہے۔ گلستان کے آغاز میں در سببِ تالیف کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"برای نزهتِ ناظران وفسحتِ حاضران کتابِ گلستان توانم تصنیف کردن که بادِ خزاں را بروَرقِ او دستِ تطاول نباشد و گردشِ زماں عیشِ ربیعش را به طیشِ خریف مبدل نکند"۔

گلستان میں: حمد ونعت، ذکرِ محامد بادشاه ابو بکر، سعد بن ابی بکر، فخر الدین ابی بکر کے بعد آٹھ ابواب: در سیرتِ پادشاهاں، در اخلاقِ درویشاں، در فضیلتِ قناعت، در فوائدِ خاموشی، در عشق وجوانی، در ضعفِ پیری، در تاثیرِ تربیت، در آدابِ صحبت میں اخلاقی حکایات مزین بہ قطعات وابیاتِ برمحل پیش کی گئی ہیں۔

بوستان دس ابواب: در عدل ورای و تدبیرِ جهان داری، در احسان، در عشق، در تواضع، در رضا وتسلیم، در قناعت، در تربیت، در شکر، در توبه، در مناجات پر مشتمل ہے۔ سببِ نظمِ کتاب

کے تحت کچھ اشعار یہ ہیں:

در اقصای عالم بگشتم بسی
بسر بردم ایام با هر کسی
تمتع ز هر گوشه یافتم
ز هر خرمنی خوشه یافتم
دریغ آمدم زاں همه بوستاں
تهی دست رفتن سوی دوستاں

۱۴۔ طویل عرصے تک داخلِ درس رہنے والی شیخ سعدی کی مشہور مختصر کتاب۔ بعض ناقدین نے کریما کی شیخ سے نسبت الحاقی قرار دی ہے۔ یہ کتاب ۲۹ مختصر نظموں پر مشتمل ہے۔ حمدیہ اشعار کی حامل پہلی نظم بلا عنوان ہے، جبکہ بقیہ نظموں کے عنوان یہ ہیں: در ثنای پیغمبر، خطاب به نفس، در مدحِ کرم، درصفتِ سخاوت، در مذمتِ بخیل، در صفتِ تواضع، در مذمتِ تکبر، در فضیلتِ علم، در امتناع از صحبتِ جاهلاں، درصفتِ عدل، در مذمتِ ظلم، درصفتِ قناعت، در مذمتِ حرص، در صفتِ طاعت وعبادت، در مذمتِ شیطان، در بیانِ شراب، درصفتِ وفا، در فضیلتِ شکر، در بیانِ صبر، در صفتِ راستی، در مذمتِ کذب، در صفتِ حق تعالیٰ، در منعِ اُمید از مخلوقات۔

کریما کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

کریما به بخشای بر حالِ ما
که هستم اسیرِ کمندِ هوا
نداریم غیر از تو فریاد رس
توی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگه دار ما را ز راهِ خطا
خطا در گزار و صوابم نما

۱۵۔ نامِ حق کے عنوان سے شیخ شرف الدین بخاری (م ۶۹۳ھ/۱۲۹۴ء) کا ایک مختصر فارسی رسالہ مدارس کے نصاب میں شامل رہا۔ اس رسالے میں بعد از حمد و نعت کے مسائلِ وضو، غسل، صوم وصلوٰۃ کا منظوم بیان ہے۔ نامِ حق میں شامل خوب صورت نعتیہ اشعار:

شکرِ حق را که پیشوا داریم
پیشوا چوں مصطفیؐ داریم
مهتر و بهتر و گزین همه
سرور و خاتم و نگین همه

او شریعت بیان کند ما را
او طریقت عیان کند مارا
صلواتِ خدای بر وی باد
تا بروزِ جزا پیاپی باد
امت اوو دوست دار وی ایم
دوست دار چهار یار وی ایم
چون ابو بکرؓ وهم عمرؓ عثمانؓ
مرتضیؓ دان علیهم الرضوان
رحمتِ حق نثارِ یارانش
باد بر جمله دوست دارانش

۱۶۔ گفتگو نامۂ فارسی کے مصنف عبداللہ بیگ ہوش تھے۔ کتاب کا مقصد بچوں کو فارسی لغات، زبان آموزی اور انشا ومکاتبت سے شناسائی دلانا تھا۔ آموزشِ زبانِ فارسی کے سلسلے کی مقبول کتاب ہے۔ اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن ۱۹۰۲ء میں لکھنؤ سے چھپا۔

۱۷۔ ماہنامہ معاصر پٹنہ، میں قاضی عبدالودود کے سب سے زیادہ تحقیقی وتنقیدی مضامین ۱۹۴۱ء سے ۱۹۸۳ء کے عرصے میں شائع ہوئے۔ معاصر نے اگست ۱۹۷۶ء میں قاضی صاحب کی زندگی ہی میں 'قاضی عبدالودود نمبر' شائع کیا تھا۔ اس خصوصی اشاعت میں ان کا اپنا مضمون میں کون ہوں؛ میں کیا ہوں؟ کے عنوان سے چھپا تھا۔

(مآخذ: قاضی عبدالودود کے مقالات کا اشاریہ مشمولہ
قاضی عبدالودود۔ تحقیقی وتنقیدی جائزے مرتبہ پروفیسر نذیر احمد)

۱۸۔ میر مہدی حسین مجروح کا لکھا ہوا تذکرہ۔

۱۹۔ پنج آہنگ (تکمیلِ تالیف: ۱۸۶۸ء) مرزا غالب کے متفرق فارسی کلامِ نثر ونظم کا مجموعہ ہے۔ غالبیات کے حوالے سے اس اہم کتاب کی اشاعت، مجلس یادگارِ غالب، جامعہ پنجاب لاہور، کے زیرِ اہتمام سید وزیرالحسن عابدی نے مختلف قلمی و مطبوعہ نسخوں کی چھان پھٹک کے بعد مدلل دیباچہ لکھ کر ۱۹۶۹ء میں ممکن بنائی۔ محولہ بالا نسخے کے آہنگِ چہارم کے ذیلی عنوان ۱۷ کے تحت اس تذکرے (طلسمِ راز) کی تقریظ صفحات ۱۸۳ تا ۱۸۸ میں ملتی ہے۔

یہاں مرزا غالب اور تقریظ کے حوالے سے قاضی عبدالودود کا یہ دلچسپ تبصرہ پڑھنا بھی بے جا نہ ہوگا:

''غالب عمر بھر یہ سمجھتے رہے کہ تقریظ خاتمۂ کتاب کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ خود مصنف ہی کے قلم سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ قاطعِ برہان طبعِ اوّل کے خاتمے کو، جو خود ان کا لکھا ہوا ہے، انھوں نے تقریظ کہا ہے اور باغِ دودر میں بھی اسے اسی نام سے یاد کیا ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اپنے کسی خط میں بھی غالب نے تقریظ کو خاتمۂ کتاب کہا ہے۔''

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(اصولِ تحقیق از قاضی عبدالودود مشمولہ قاضی عبدالودود۔ تحقیقی وتنقیدی جائزے :ص ۱۸۷)

۲۰۔ میر مہدی حسین مجروح (۱۸۳۳ء۔۱۹۰۲ء) میر حسین دلا ور فگار کے بیٹے اور مرزا غالب کے چہیتے شاگرد تھے۔ عودِ ہندی اور اردوئے معلّٰی وغیرہ میں مرزا غالب کے متعدد خطوط مجروح کے نام ملتے ہیں۔ ان کا ایک دیوان مظہرِ معانی کے نام سے شائع ہوا۔
(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

۲۱۔ محمود شبستری کی کتاب گلشنِ راز کی شرح۔

۲۲۔ ماہنامہ مشرق کراچی، افتخار احمد کی ادارت میں ۱۹۵۶ء میں نکلنا شروع ہوا۔ نہال احمد اور نسیم احمد ان کے معاون تھے۔ اس ادبی پرچے میں عابد علی عابد، عبدالحمید عدم، شوکت تھانوی، ڈاکٹر محمد باقر، فیض احمد فیض جیسے ادیبوں کی تحریریں شائع ہوئیں، مگر جلد ہی بند ہو گیا۔ کراچی ہی سے مشرق کے نام سے سید رفیق عزیزی نے ایک ماہنامہ جولائی ۱۹۶۳ء میں جاری کیا۔ یہ ماہنامہ بھی زیادہ لمبی زندگی نہ پا سکا۔
(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ از ڈاکٹر انور سدید)

غالباً مشرق کے مدیر سید رفیق عزیزی نے ڈاکٹر محمودالرحمٰن کی معرفت قاضی صاحب سے مضمون کی فرمائش کی ہو گی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ قاضی عبدالودود کا مذکورہ مضمون اس پرچے میں شائع ہوا، یا نہیں۔ البتہ قاضی عبدالودود کے مقالات کا اشاریہ از جمیل احمد مشمولہ قاضی عبدالودود۔ تحقیقی وتنقیدی جائزے مرتبہ پروفیسر نذیر احمد، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

۲۳۔ عبدالقیوم بلخی ڈاکٹر محمودالرحمٰن کے سسر تھے۔

۲۴۔ مکتوب الیہ کے والد مولانا شاہ منظورالرحمٰن اختر کاکوی (۱۹۰۲ء۔۱۹۸۶ء) نامور شاعر شاد عظیم آبادی کے تلمیذ تھے۔ اردو فارسی میں شاعری کرتے رہے۔
(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۲۵۔ مکتوب الیہ کے بڑے چچا شاہ ولی الرحمٰن ولی اردو وفارسی کے شاعر تھے۔ ان کے اشعار نیاز فتح پوری کے رسالے نگار لکھنؤ میں تسلسل کے ساتھ چھپتے رہے۔

۲۶۔ انجمن ترقیِ اردو کے زیر انتظام ہفت روزہ قومی زبان کا اجراء جون ۱۹۴۸ء میں کراچی سے ہوا۔ جلد ہی اسے پندرہ روزہ کر دیا گیا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کی (اگست ۱۹۶۱ء میں) وفات کے بعد جمیل الدین عالی اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ جولائی ۱۹۶۳ء میں یہ ماہنامہ بنا دیا گیا۔ عالی صاحب کے بعد مشفق خواجہ ۱۹۷۴ء تک مدیر رہے۔ ان کے بعد شبر علی کاظمی ادارت کے فرائض نباہتے رہے۔ قومی زبان میں علامہ اقبال، مولوی عبدالحق، مرزا غالب، مولانا صلاح الدین احمد، اشرف صبوحی پر خصوصی گوشے شائع کیے گئے۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

غلام مصطفٰی خاں، ڈاکٹر:

۱۔ مکتوب الیہ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں کی نگرانی میں سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد سے ایم اے اردو کی ڈگری کے لیے اردو میں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

بچوں کا ادب کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھنا چاہتے تھے۔اسی مجوزہ مقالے کا خاکہ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو ملاحظے کے لیے بھیجا تھا۔

۲۔مکتوب الیہ نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی ہدایت کے مطابق کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (۱۹۱۶ء۔۱۹۹۴ء) سے پی ایچ۔ڈی کے لیے رابطہ بھی کیا۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے انھیں اردو میں سائنسی ادب کے موضوع پر تحقیق کرنے کا کہا،مگر مکتوب الیہ نے اس موضوع سے ذہنی ہم آہنگی نہ رکھنے کی بنیاد پر ترک کر دیا اور بعد میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ہی کی نگرانی میں جامعہ سندھ سے جنگِ آزادی کے اردو شعراء۔۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۳۔افضل الفوائد خواجہ نظام الدین اولیاؒ (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کے ملفوظاتِ گرامی کا مجموعہ۔

۴۔مکتوب الیہ کی والدہ ان کے آبائی علاقے کاکو، بہار میں ۱۲رجون ۱۹۸۰ء کو انتقال فرما گئیں۔

۵۔سندھی صوفی شاعروں کے کلام کو اردو میں ترجمہ کرنے والے اردو اور سندھی، فارسی کے اسکالر پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام صدیقی (۱۹۳۳ء تا ۲۰۰۱ء) سندھ یونیورسٹی، جامشورو کے صدر شعبۂ اردو (۹۲-۱۹۷۷ء) رہے۔ دبستانِ دہلی کی اردو نثر ، رسمیاتِ مقالہ نگاری ، مطالعات ، دو آہنگ وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے اپنے خاکوں کے مجموعے مت سہل ہمیں جانو میں ان کے بارے میں بھی خاکہ لکھا۔

۶۔معروف ماہرِ تعلیم ،مصنّف اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا (۱۹۱۷ء تا ۲۰۰۱ء) سندھ یونیورسٹی کے تاحیات پروفیسر،مشیر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد رہے۔ شاہ ولی اللہ کے اصولِ حکمت ، وحدتِ دین کا تصور ، اسلام اور مرکزیت ان کی اہم تصانیف ہیں۔

(مآخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۷۔ڈاکٹر غلام علی الانا ان دنوں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔

۸۔اردو کا زندانی ادب کے عنوان سے ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے سندھ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کا ارادہ کیا تھا۔

۹۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد سندھ کے مختلف کالجوں میں اردو کے استاد رہے۔ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے نہایت ہی عزیز شاگرد اور صاحبِ طرز نثر نگار۔

فرمان فتح پوری،ڈاکٹر:

۱۔نیاز فتح پوری نے بھوپال سے ۱۹۲۲ء میں نگار جاری کیا۔ان کا مقصد ایک ایسا علمی مجلّہ اہلِ نظر کے سامنے پیش کرنا تھا، جو عہدِ جدید کے مذاق کے مطابق ان کی ذہنی تسلی و تشفی کا باعث بن سکے۔اس مقصد کے لیے نیاز صاحب نے فیصلہ کیا کہ اس پرچے کو خالص ادبی رسالہ نہ بننے دیں گے۔ نگار کے مضامین میں تحقیق و تنقید کو فروغ دیا گیا۔اسی دور میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی معاونت سے لکھنؤ سے چھپنے والے جریدے سچ کے ساتھ اس کی چھیڑ چھاڑ بھی چلتی رہی۔۱۹۶۲ء میں نیاز فتح پوری نگار کو کراچی لے آئے تو اس کے نام کے ساتھ پاکستان کا اضافہ کر دیا۔ نگارِ پاکستان کا دور دراصل فرمان فتح پوری کی ادارت کا دور ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

۲۔معروف اردو ادیب اور نقاد علامہ نیاز فتح پوری (۱۸۸۷ء۔۱۹۶۶ء) مدرسہ اسلامیہ فتح پور اور ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد صحافت سے وابستہ ہو گئے۔ علمی و ادبی مجلّے نگار بعد میں نگارِ پاکستان کی کامیاب ادارت کے علاوہ تحقیق و تنقید ان کی شناخت کا میدان ہے۔ کیوپڈ اور سائیکی، مرینجی سیاح کی ڈائری، شاعر کا انجام، گہوارۂ تمدن، بیسویں صدی میں اردو غزل، شہاب کی سرگذشت، ہم عصر شعراء۔ تنقید کی کسوٹی پر، انتقادیات، مَن و یزداں، مشکلاتِ غالب، نگارستان، جمالستان، نقاب اُٹھ جانے کے بعد وغیرہ اور ٹیگور کی گیتا نجلی کا اردو ترجمہ ان کا یادگار تصنیفی سرمایہ ہے۔

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۳۔الفاظ اور فکر مرزا غالب کے اس مشہور شعر کے مصرعِ اوّلین سے ماخوذ ہیں:

وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

۴۔مکتوب الیہ کے اہلِ خاندان کا نگار سے قدیمی تعلق تھا۔ ان کے تایا شاہ ولی الرحمٰن ولی کاکوی، چھوٹے تایا شاہ عطا الرحمٰن عطا کاکوی، رشتے کے چچا اور نامور محقق قاضی عبدالودود، عم زاد پروفیسر ارشد کاکوی وغیرہ کی تحریریں گاہے بہ گاہے اس پرچے کی زینت بنتی رہیں۔

قدرت اللہ شہاب:

۱۔ڈاکٹر محمود الرحمٰن کی شادی سیدہ ملیحہ بلخی سے ۲ر نومبر ۱۹۶۲ء کو انجام پائی۔

۲۔مکتوب الیہ اس دوران میں جامعہ ملیہ کالج ملیر کراچی میں شعبۂ اردو میں لیکچرار تھے، مگر قلیل آمدنی اور مالکان کے منفی رویے کی وجہ سے اس نوکری سے اکتا چکے تھے۔

۳۔قدرت اللہ شہاب ایوبی دور میں اقتدار کے اعلیٰ ایوانوں میں غیر معمولی اثر و نفوذ کے حامل تھے۔ ان کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر مکتوب الیہ کسی بہتر ملازمت کے حصول میں ان سے تعاون کے متمنی تھے۔

۴۔صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (۱۸۹۹ء۔۱۹۷۸ء) اردو، فارسی اور پنجابی کے علاوہ بچوں کے بڑے شاعر کی شہرت رکھتے ہیں۔ خالصہ کالج، امرتسر سے ایف اے اور اسلامیہ کالج، لاہور سے ایم اے فارسی کرنے کے بعد عملی زندگی کا آغاز بطورِ استاد گورنمنٹ ہائی اسکول امرتسر سے کیا۔ پھر انسپکٹر آف اسکولز مقرر ہوئے۔ طویل عرصہ گورنمنٹ کالج، لاہور میں فارسی کے استاد رہے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر خانۂ فرہنگِ ایران، لاہور میں ڈائریکٹر ہو گئے۔ پاکستان آرٹس کونسل اور اقبال اکادمی سے بھی وابستہ رہے۔ حکومتِ پاکستان اور ایران نے اعلیٰ سرکاری اعزازات سے نوازا۔ شعری کلیات کلیاتِ صوفی تبسم، ڈرامہ جاہ و جلال، مسلمانوں کا جغرافیہ اور شوقِ سیاحت اہم مطبوعات ہیں۔ بچوں کی نظموں کے مجموعے: جھولنے، ٹوٹ بٹوٹ، ٹول مٹول

(ماخذ: وفیاتِ اہلِ قلم، اردو انسائیکلو پیڈیا)

۵۔مکتوب الیہ ریڈیو پاکستان کراچی سے ریڈیو فیچر پیش کرتے تھے۔ صوفی تبسم اور قدرت اللہ شہاب کی دیرینہ رفاقت کی وجہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سے انھیں اس پروگرام کے بارے میں آگاہ کیا ہوگا۔

مہدی علی خاں، راجا:

۱۔ مکتوب الیہ نے بچوں کے ادب پر تحقیق کے دوران میں راجا مہدی علی خاں سے ان کی بچوں کی شاعری کے بارے میں دریافت کیا۔ اسی استفسار کے جواب میں راجا صاحب نے انھیں اپنی نظموں اور شاعری کی کتابوں کے بارے میں آگاہ کیا۔

۲۔ کھلونا، شمع اور بانو آصف علی بکڈ پو، اجمیری گیٹ، دہلی سے شائع ہوتے تھے۔ یہ بچوں کے رسالے تھے۔ ان رسالوں کی ادارت یونس صاحب کرتے تھے۔

۳۔ حفیظ جالندھری: اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قومی ترانے اور شاہنامۂ اسلام کے خالق۔ معروف شاعر اور نثر نگار

۴۔ اردو میں خالص مزاح تخلیق کرنے والے پروفیسر سید احمد شاہ پطرس بخاری (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۵۸ء)۔ پطرس بخاری ۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء آل انڈیا ریڈیو کے کنٹرولر جنرل رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور کے پہلے مسلمان پرنسپل مقرر ہوئے۔ اقوامِ متحدہ میں مستقل پاکستانی مندوب اور پھر ڈپٹی سیکرٹری جنرل شعبۂ اطلاعات اقوامِ متحدہ بھی رہے۔ تخلیقی سرمایہ کم، مگر قیمتی ہے۔ تراجم بھی کیے۔ کلیاتِ پطرس کے عنوان سے شیما مجید نے ان کا جملہ کلام نثر و نظم بشمول خطوط مرتب کر دیے ہیں۔

میرزا ادیب:

۱۔ بیدار سرمدی (اصل نام: محمد بخت ۱۹۴۸ء) روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ادبی ایڈیشن کے انچارج تھے۔ نوائے وقت میں صبح و شام کے عنوان سے ادبی کالم لکھتے رہے۔ شاعری کے علاوہ افسانے اور تنقید بھی لکھی۔ مجموعۂ کلام صبح و شام ہے۔

(اردو غزل۔ انتخاب ۔۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۹ء: اکادمی ادبیات پاکستان: ص ۱۳۷)

۲۔ غلام عباس (۱۹۰۹ء۔۱۹۸۲ء) مشہور اور مقبول افسانہ نگار ہیں۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۷ء لاہور سے شائع ہونے والے بچوں کے رسالے ماہنامہ پھول اور خواتین کے رسالے تہذیبِ نسواں کے مدیر رہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے آغاز میں آل انڈیا ریڈیو کے اردو اور ہندی ماہناموں آواز اور سارنگ کی ادارت کی۔ ریڈیو پاکستان کے پندرہ روزہ آہنگ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ آنندی، کن رس اور جاڑے کی چاندنی ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔

(مآخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۳۔ کلیاں ہی کلیاں کے مرتب فاروق علی خاں (۱۹۱۸ء۔۱۹۸۳ء) نامور شاعر، صحافی، سیاستدان اور پرجوش خطیب مولانا ظفر علی خاں کے بھتیجے ہیں۔ فاروق صاحب ریڈیو سے بیس برس تک 'بھائی جان' کے نام سے بچوں کے لیے پروگرام پیش کرتے رہے۔ زمیندار کے شریک مدیر اور شاہکار کے انچارج مدیر رہے۔ پھول ہی پھول اور نپولین بونا پارٹ بھی ان کی کتابیں ہیں۔

(مآخذ: وفیاتِ اہلِ قلم)

۴۔ ڈاکٹر محمد عطاءاللہ خان عطا (پ: ۱۹۴۳ء) اسلام آباد کے کالجز میں اردو کے استاد کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اردو زودنویسی، اردو زودنویسی کا ارتقاء، قانونی دستاویز نویسی، انضباطی کارروائیاں، اصنام، رسولِ اکرمؐ اور بنی نوعِ انسان مطبوعات کے نام ہیں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(ماخذ: اہلِ قلم ڈائریکٹری)

۵۔ڈاکٹر عطا کی حمد یہ نظم۔اس نظم میں انھوں نے اسمائے باری تعالیٰ کو خوبصورت اسلوب میں نظم کیا۔کچھ اشعار ملاحظہ کیجیے:

حمد تیری ہو زباں پر یا حمید
یا حمیدُ یا حمیدُ یا حمید
ہو جبیں میری عبادت سے سعید
یا سعیدُ یا سعیدُ یا سعید
ثبت ہو دل پر ترا نقشِ جمیل
یا جمیلُ یا جمیلُ یا جمیل
ہر گھڑی وردِ زباں ہو یا حسیب
یا حسیبُ یا حسیبُ یا حسیب
علم کے انوار دے تو ہے علیم
یا علیم یا علیم یا علیم

۶۔عطاء الحق قاسمی۔معروف شاعر، ادیب اور کالم نگار (پ ۱۹۴۳ء)۔اہم کتابوں کے نام: شوقِ آوارگی ، گوروں کے دیس میں ، خندِ مکرر ، عطائیے ، سرگوشیاں ، دنیا خوبصورت ہے ، دہلی دوراست ، بارہ سنگھے ، مزید گنجے فرشتے ، روزنِ دیوار سے

(ماخذ: اہلِ قلم ڈائریکٹری)

وزیر آغا، ڈاکٹر:

۱۔ڈاکٹر وزیر آغا کے انشائیوں کا مجموعہ۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے خیال پارے کے علاوہ چوری سے یاری تک اور دوسرا کنارا کے نام سے بھی انشائی مجموعے قارئین کے سامنے پیش کیے۔

۲۔انشائیہ اردو کی نئی صنفِ ادب ہے۔یہ انگریزی ادب کے زیرِ اثر مختلف ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد قیامِ پاکستان کے بعد جدید شکل میں مروج ہوئی۔مغرب میں اس صنف کے آغاز کا سہرا فرانسیسی ادیب مونتاں (م ۱۵۹۲ء) کے سر ہے۔اس نے اپنی ہلکی پھلکی تحریروں کے لیے Essi کی اصطلاح استعمال کی، جس کا انگریزی روپ Essay ہے۔ان اصطلاحات کے بارے میں ایک قیاس یہ ہے کہ ان کی اصلیت عربی لفظ سعی، یا السعی ہے، جو سپین کے راستے فرانس تک پہنچا۔اگرچہ ناقدینِ ادب نے بیسویں صدی کے آغاز میں سجاد حیدر یلدرم کی بعض تحریروں کو بالیقین انشائیہ قرار دینے کے علاوہ سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء کے ہاں بھی انشائی عناصر دریافت کیے ہیں، لیکن ایک علیحدہ صنفِ ادب کے طور پر اس کا فروغ قیامِ پاکستان کے بعد ہی ممکن ہوا۔اس صنف کے لیے انشائیہ کا نام بھی ڈاکٹر وزیر آغا کی فروغِ انشائیہ تحریک کے زیرِ اثر ہی مخصوص ہوا۔البتہ وزیر آغا کے سرگودھا دبستان کے مخالف ڈاکٹر سلیم اختر نے یہ ضرور ثابت کر دیا ہے کہ اس تحریک سے پہلے بھی لفظ انشائیہ بہر حال موجود تھا۔انشائیہ کے حوالے سے اردو ادب میں تین مکاتبِ فکر وجود میں آ گئے۔پہلا ڈاکٹر وزیر آغا کا سرگودھا دبستان، جن کے خیال میں انشائیہ اختصار، غیر رسمی طریقِ کار اور عدمِ تکمیل کی صفات سے مملو انکشافِ ذات کا عمل ہے۔انور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سدید، جمیل آذر، سلیم آغا، مشتاق قمر اور غلام جیلانی اصغر اس دبستان کے نمایاں انشائیہ نگار ہیں۔ دوسرا مشکور حسین یاد، جنھیں احمد ندیم قاسمی اردو کا سب سے بڑا انشائیہ نگار کہہ چکے ہیں، کا مکتبِ فکر ہے، جو سنجیدگی کو انشائیہ کا ضروری عنصر سمجھتا ہے۔ تیسرا نقطۂ نظر نظیر صدیقی کا ہے، جو انشائیہ کو Personol Essay قرار دیتے ہیں۔ مختلف نظریات سے قطعِ نظر صنفِ انشائیہ کے نام پر بہت ادبی سیاست ہوئی۔

(ماخذ: اردو ادب تاریخ وتنقید از پروفیسر امجد علی شاکر)

۳۔ کلاسیکی مزاج کے اس عہد ساز ادبی رسالے کا آغاز مولانا تاجور نجیب آبادی (م ۱۹۵۱ء) نے کیا۔ مارچ ۱۹۳۲ء میں اس ادبی رسالے کے مالکانہ حقوق مولانا صلاح الدین احمد (۱۹۰۱ء۔۱۹۶۴ء) نے خرید لیے۔ اس دور میں منصور احمد (م ۱۹۳۷ء) ان کے معاون رہے۔ اس کے بعد مولانا صلاح الدین احمد نے بذاتِ خود ادارت کے فرائض کامیابی سے انجام دیے۔ ۱۹۵۹ء میں ادبی دنیا سہ ماہی ہو گیا اور وزیر آغا معاون مدیر کے طور پر کام کرنے لگے۔ آغا صاحب نے فکری اور نظری مباحث کو فروغ دیا۔ اقبالیات پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ادبی خدمت کے چوالیس سال بعد آخر کار ۱۹۷۳ء میں یہ رسالہ بند ہو گیا۔

۴۔ ۱۹۵۹ء میں سہ ماہی ادبی دنیا میں عمل دخل حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹر وزیر آغا نے اپنے مزاج کے مطابق اس ادبی پرچے میں نظریاتی مباحث کو فروغ دیا۔ اس عمل میں عام قارئین کی شرکت کو سہل بنانے کے لیے انھوں نے آپس کی باتیں کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کیا۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۵۔ ۱۹۶۰ء کی بہترین نظموں کا انتخاب ڈاکٹر وزیر آغا نے کیا۔

۶۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آغا صاحب نے اس دوران میں اردو شاعری کا مزاج پر کام شروع کیا۔ یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں منظرِ عام پر آئی۔ دو طویل اور اساسی نوعیت کے ابواب کے علاوہ دو مختصر ابواب پر مشتمل اس کتاب کا پہلا باب اردو شاعری کا پس منظر ہے۔

۷۔ مکتوب الیہ ان دنوں جامعہ ملیہ کالج ملیر کراچی سے وابستہ تھے۔ انھوں نے اپنے کالج کے ادبی پرچے نخلستان کے کچھ شمارے تبصرے کے لیے بھیجے تھے۔ مکتوب الیہ اس پرچے کے نگران تھے، جبکہ سعید وارثی ادارت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کالج کے اس پرچے میں اردو کے علاوہ انگریزی اور سندھی زبانوں کے لیے بھی صفحات مختص تھے۔

۸۔ جگر مراد آبادی (اصل نام: علی سکندر ۱۸۹۰ء۔۱۹۶۰ء) نے فنِ شاعری میں داغ دہلوی، امیر اللہ خاں تسلیم لکھنوی اور اصغر گونڈوی جیسے نامی غزل گو شعراء کی شاگردی اختیار کی۔ وہ اپنے دلکش کلام اور دلنشیں ترنم سے مشاعرے لوٹ لیتے تھے۔ جگر ڈاکٹر محمود الرحمٰن کے پسندیدہ شاعر تھے اور وہ جگر کے انتقال کے بعد کچھ لکھنا چاہتے تھے۔ جگر کے انتقال کے فوراً بعد روہڑی کے آل پاکستان مشاعرے میں انھوں نے جگر کے حوالے سے ماتمی اشعار بھی پڑھے تھے۔ اس مشاعرے میں منظور حسین شور علیگ، ماہر القادری اور نظر لکھنوی وغیرہ شامل تھے۔

(ماخذ: فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا)

۹۔ مکتوب الیہ نے بچوں کے لیے لکھی گئی اپنی کتابوں کے علاوہ جامعہ ملیہ کالج ملیر کراچی کا ادبی پرچہ نخلستان بھی تبصرے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے لیے ارسال کیا تھا۔

۱۰۔ان دنوں کراچی یونیورسٹی شعبۂ اردو کے سربراہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (۱۹۱۶ء۔۱۹۹۴ء) تھے۔ان کے کہنے پر مکتوب الیہ نے پی ایچ۔ڈی کے لیے اردو میں سائنسی ادب کے عنوان سے خاکہ تیار کرنا شروع کیا تھا،مگر بعد میں انھوں نے اس موضوع کو چھوڑ کر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے زیرِ نگرانی جنگِ آزادی کے اردو شعراء۔۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء کے موضوع پر سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۱۱۔اردو شاعری کا مزاج کے اوّلین باب اردو شاعری کا پس منظر میں یہ دونوں قسطیں:

الف۔ثنویت کے چند روپ

ب۔ین اور ینگ

ثنویت کے چند روپ میں مصنف کائنات میں ثنویت کے مختلف مظاہر کی باہمی آویزش کے نتیجے میں تخلیقی عمل وجود میں آنے کا نظریہ پیش کرتا ہے:

''قبض وبسط،مکان وزمان،ٹوٹم اور ٹیبو،سوسائٹی اور فرد،کلاسیکیت اور رومانیت یہ سب آمیزش کے مختلف روپ ہیں۔لیکن انسانی معاشرے میں تہذیب اور کلچر کی آویزش کو نسبتاً زیادہ اہمیت حاصل ہے۔کلچر معاشرے کے تخلیقی اُبال کی ایک صورت ہے۔''

مصنف اپنے فکری نظام کی وضاحت کے لیے چینی اصطلاحات ین (جب ہر شے عالمِ سکوت،یا حالتِ جمود میں ہوتی ہے) اور ینگ (جب ہر شے بے قرار اور حالتِ اضطراب میں ہوتی ہے) کا استعمال کرتا ہے۔

۱۲۔جدید نظم کے خط وخال اور اس کی ثقافتی ارضی بنت کی تفہیم کے حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا کی معروف کتاب۔علامہ اقبال،ن م راشد،میرا جی،مجید امجد،یوسف ظفر،فیض احمد فیض،قیوم نظر،راجا مہدی علی خاں اور اختر الایمان کی مختلف شعری جہات اور ان کے مابین توازن تلاش کرتے ہیں۔بقولِ ڈاکٹر انور سدید:

''فنکار کے اسلوب،اس کی امیجری،تمثالوں،علامتوں اور اندازِ نظر سے اس مرکزی تخلیقی شخصیت کو دریافت کرنے کی ہی زیادہ کاوش کی ہے۔''

(ماخذ:ڈاکٹر وزیر آغا۔ایک مطالعہ)

۱۳۔مکمل نام نظمِ جدید کی کروٹیں۔

۱۴۔ڈاکٹر وزیر آغا کی کتاب۔

۱۵۔میرا جی (اصل نام:ثناء اللہ ڈار:۱۹۱۲ء۔۱۹۴۹ء) کی مشہور تنقیدی کتاب۔

۱۶۔راجا مہدی علی خاں کی وفات کے موقع پر ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے ایک خوبصورت مضمون کچھ راجا مہدی علی خاں کے بارے میں کے عنوان سے لکھا۔یہ مضمون ماہنامہ روپ کراچی (چیف ایڈیٹر:سلطانہ مہر) کی دسمبر ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں بھی شامل کیا گیا۔اس میں مضمون نگار لکھتے ہیں:

''راجا جی ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے،جس میں مولانا ظفر علی خاں جیسی معزز اور محترم ہستی پیدا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ہوئی۔ خود مہدی علی خاں کی والدہ ح ب صاحبہ دنیائے شاعری میں خاصی مشہور ہو چکی ہیں، اس لیے شعروادب سے والہانہ لگاؤ انھیں ورثے میں ملا تھا۔ انھوں نے لاہور سے شائع ہونے والے رسائل عالمگیر، تہذیبِ نسواں اور پھول کی ادارت بھی کی تھی۔ کچھ دنوں ریڈیو سے وابستہ رہے۔ پھر فلمی دنیا سے، جو اُن کا تعلق قائم ہوا، وہ زندگی کے آخری دم تک قائم رہا۔ بے شمار فلموں کے لیے انھوں نے نہایت کامیاب گانے لکھے۔"

۱۷۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی ادارت میں لاہور سے نکلنے والا معروف ادبی مجلہ۔ اس ادبی مجلّے کا آغاز جنوری ۱۹۶۶ء میں ہوا۔ اس پرچے کے ادبی موقف کی وضاحت میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اوراق کے شمارۂ اوّل میں پہلا ورق کے عنوان سے اپنی تحریر میں لکھا:

"کسی ملک کے ادب کو اس کی ثقافت اور تہذیب سے الگ نہیں کیا جا سکتا اور ثقافتی ماحول، زمین کی باس، پانی، نمک اور فضا پر عناصر آفاقی کے عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ اوراق زمین کو اہمیت دینے میں اس لیے پیش پیش رہے گا کہ زمین عورت کی طرح تخلیق کرتی ہے، لیکن وہ آسمان کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہیں کرے گا کہ آسمان اس تخلیق میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔"

ڈاکٹر وزیر آغا کے پاس مولانا صلاح الدین احمد کے ساتھ ادبی دنیا کی ادارت کا شاندار تجربہ تھا۔ چنانچہ وہ اوراق کو بہت جلد شاندار ادبی پرچے کی صورت دینے میں کامیاب ہو گئے۔ ادبی دنیا اور مولانا صلاح الدین احمد کے اوراق پر اثرات کے حوالے سے آغا صاحب لکھتے ہیں:

"ہمیں اس اظہار میں تأمل نہیں کہ اوراق، ادبی دنیا ہی کا دوسرا نام ہے اور جب تک یہ پرچہ جاری رہا، مولانا صلاح الدین احمد کے ادبی مشن کی تکمیل میں سدا کوشاں رہے گا۔"

اس پرچے کے پہلے دور (۱۹۶۶ء۔۱۹۷۰ء) میں ترقی پسند ادیب عارف عبدالمتین، جبکہ دوسرے دور میں سجاد نقوی ادارتی معاونت کرتے رہے۔ اوراق نے ادھوری ملاقاتیں کے ذریعے اپنے ابتدائی دور میں نئے لکھنے والوں اور قارئین کو لب کشائی کی ترغیب دی۔

(ماخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

ہاجرہ مسرور:

۱۔ کھلونا کے نام سے کراچی اور لاہور سے دو ماہنامے ۱۹۵۲ء میں جاری ہوئے۔ ماہنامہ کھلونا لاہور مولا داد قریشی کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا، جبکہ اسی نام سے آصف علی روڈ، اجمیری گیٹ دہلی سے بھی ایک پرچہ نکلتا تھا۔

(ماخذ: پاکستان کے اردو اخبارات و رسائل)

۲۔ لاہور سے ہفت روزہ لیل و نہار کا اجرا شیخ عنایت حسین نے ۱۹۵۱ء میں کیا تھا۔ یہ پرچہ ۱۹۶۹ء تک جاری رہا۔ لیل و نہار کے دو مقبول کالم سویہ ہے آدمی اور ظہیر بابر کا ساتواں صفحہ تھے۔ اقبالیات کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ، پروفیسر رازی، صدیق کلیم کے مضامین مشہور ہوئے۔ فیض احمد فیض کی ادارت میں مئی ۱۹۷۰ء میں کراچی سے لیل و نہار کا ایک اور

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دور شروع ہوا۔ اس دور میں رسالے کا مزاج ادبی سے زیادہ سیاسی رہا۔ ۱۹۸۰ء میں منظور ملک نے ایک بار پھر لاہور سے اس پرچے کو جاری کرنے کی کوشش کی۔ ستمبر ۱۹۸۰ء میں پرانی تحریروں کے انتخاب پر مشتمل لیل ونہار کا طنز ومزاح نمبر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد یہ پرچہ فعال نہ ہو سکا۔

(ماٰخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۳۔ ماہنامہ پھلواری کا اجراء لاہور سے عشرت رحمانی کی ادارت میں ۱۹۶۰ء میں ہوا تھا۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن اردو میں بچوں کا ادب میں لکھتے ہیں:

''بچوں کے مشہور شاعر و ادیب عشرت رحمانی کی ادارت میں یہ رسالہ گذشتہ کئی سال سے لاہور سے نکل رہا ہے۔ لکھنے والوں میں اجاگر وارثی، عبدالمجید بھٹی، حبیب کیفی اور لطیف فاروقی کے نام لیے جاتے ہیں۔''

۴۔ ماہنامہ افکار کا اجراء بھوپال سے اپریل ۱۹۴۵ء میں صہبا لکھنوی اور ارشد بھوپالی نے کیا۔ ۱۹۵۱ء میں صہبا پاکستان آ گئے تو افکار بھی کراچی سے شائع ہونے لگا۔ اب پرچے میں پاکستانی علاقائی زبانوں کے تراجم بھی پیش کیے جانے لگے۔ افکار نے متعدد خاص نمبر بھی پیش کیے۔

(ماٰخذ: پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ)

۵۔ صہبا لکھنوی (اصل نام: سید شرافت علی ۱۹۱۹ء۔۲۰۰۲ء) بانی مدیر افکار ممتاز شاعر، ادیب اور محقق تھے۔

۶۔ بچوں کے لیے لکھی گئی کہانیوں کے تراشے۔

۷۔ بھوپال سے تعلق رکھنے والے معروف صحافی۔ پہلے پہل پاکستان ٹائمز سے وابستہ رہے۔ میاں افتخار الدین نے پاکستان ٹائمز کا آغاز پروگریسو پیپرز لمیٹڈ کے زیرِ اہتمام لاہور سے ۱۹۴۸ء میں کیا تھا۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں پروگریسو پیپرز حکومتی تحویل میں چلا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں زیڈ اے سلہری کو پاکستان ٹائمز کا چیف ایڈیٹر مقرر کیا گیا تو اختلافات کی وجہ سے احمد علی خاں مستعفی ہو گئے۔ احمد علی خاں نے جرمن انسائیکلوپیڈیا کے لیے ڈاکٹر محمود الرحمٰن کے تحقیقی مقالے اردو میں بچوں کا ادب کا انگریزی ترجمہ بھی کیا تھا۔

۸۔ ہاجرہ مسرور اپنے شوہر احمد علی خاں کے ہمراہ (غالباً جون، جولائی) ۱۹۶۲ء میں کراچی گئیں۔ اس دورے میں ان کا قیام مشہور صحافی شمس صدیقی کے گھر رہا۔ اس دورے کا ایک مقصد ان کے شوہر احمد علی خاں کا ڈان گروپ کے مالکان (ہارون برادران) سے ملاقات کرنا اور ان کے اخبار میں بطورِ اسسٹنٹ ایڈیٹر کام کرنے کے لیے معاملات طے کرنا تھا۔ اس دورۂ کراچی میں مکتوب الیہ نے ہاجرہ صاحبہ سے ملاقات کی اور انھیں تبصرے کے لیے اپنے کالج کا میگزین بھی پیش کیا۔

۹۔ مکتوب الیہ کے چھوٹے بھائی سید شاہ شفیع الرحمٰن۔

۱۰۔ مکتوب الیہ کی اہلیہ کے بڑے بھائی سید مبین الدین بلخی کے کار حادثے کی طرف اشارہ ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اعجاز نقی
ایم فل اسکالر
شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سید عبداللہ کے خطوط

Ejaz Naqi
Mphil Scholar, Department of Urdu, AIOU, Islamabad

Abstract: These letters were written to Dr. Rafi ud Din Hashmi by Dr.Syed Abdullah . He invited Dr. Rafi ud Din on Various meetings, conferences and seminars about Allama Iqbal .These letters provide an insight to Iqbal studies. The researcher compiled, edited and annotated these letters.

ذیل میں اردو، عربی اور فارسی زبان و ادب کے نامور استاد، محقق اور نقاد ڈاکٹر سید عبداللہ کے پانچ خط بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ہدیۂ قارئین ہیں۔

مکتوب نگار: ڈاکٹر سید عبداللہ ۵/اپریل ۱۹۰۶ء ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ پرائمری (منگلور)، مڈل (مانسہرہ)، میٹرک اسلامیہ اسکول لاہور سے پاس کیا اور ایم اے عربی ۱۹۳۲ء میں پاس کیا۔ ڈاکٹر صاحب ۱۹۳۴ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں عربی و فارسی شعبے کے مہتمم مقرر ہو گئے۔ ۱۹۳۵ء میں ڈی لٹ ڈگری حاصل کی۔ ان کا موضوع ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ تھا۔ ۱۹۴۰ء میں شعبۂ اردو میں بحیثیت لیکچرار مقرر ہو گئے۔ ۱۹۵۴ء میں یونیورسٹی اورینٹل کالج میں پرنسپل کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھالیں۔ ڈاکٹر صاحب نے قومی زبان اردو کی ترویج اور فروغ میں بہت خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۶۶ء میں پرنسپل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے لیکن اسی سال یونیورسٹی کے شعبے اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ کے صدر بنا دیے گئے اور ۱۹۸۶ء تک اسی منصب پر فائز رہے۔ چند اہم کتابوں کے نام: اسلامی فقہ کی تدوین نو۔ علامہ اقبال کی نظر میں ، اقبال کی تنقید مغرب اور اس کی معنویت ، متعلقاتِ خطباتِ اقبال ، مطالعۂ اقبال کے چند نئے رخ ، اعجازِ اقبال ، مباحث ، اشاراتِ تنقید ، ولی سے اقبال تک ، وجہی سے عبدالحق تک وغیرہ

ڈاکٹر صاحب نے لکھنے کی ابتداء ۱۹۲۲ء کے قریب کی۔ تحریکِ خلافت کے زمانے میں قید بھی رہے۔ ایک سہ روزہ اخبار جاٹ بھی نکالا۔ ۹/مارچ ۱۹۸۶ء کو اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے کہ ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ میو ہسپتال میں داخل کروا دیے گئے۔ آخر آزادی کے دن ۱۴/اگست ۱۹۸۶ء کو یہ نامور استاد، صحافی، ادیب، عالم اور محسن اردو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

(ارمغانِ ڈاکٹر سید عبداللہ: تحسین فراقی و ضیاء الحسن (مرتبین): شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی، اورینٹل کالج لاہور: اکتوبر ۲۰۰۵ء)

مکتوب الیہ: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ۹/فروری ۱۹۴۰ء مصریال (تلہ گنگ) میں پیدا ہوئے۔ ۶ سال کے تھے کہ والدہ وفات پا گئیں۔ حفظِ قرآن کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔ عربی گرامر اور فارسی اپنے چچا سے پڑھیں۔ ۱۹۵۷ء میں میٹرک کا امتحان

پاس کیا۔ ۱۹۶۰ء میں ایف اے کا امتحان درجۂ اول میں پاس کیا۔ ۱۹۶۳ء میں پرائیویٹ اُمیدوار کی حیثیت سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اسی زمانے میں مختلف اخبارات اور رسائل میں افسانے، انشائیے، طنزیہ اور مزاحیہ مضامین شائع ہونے لگے۔ ۱۹۶۵ء میں سرگودھا کالج میں ایم اے میں داخلہ لیا، مگر کچھ عرصے بعد اورینٹل کالج لاہور میں مائیگریشن کروالی۔ اسی کالج سے ایم اے پاس کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ ہاشمی صاحب زمانۂ طالب علمی میں یونیورسٹی میگزین بورڈ کے صدر اور رسالہ محور کے چیف ایڈیٹر بھی رہے۔

علمی زندگی کا آغاز صحافت سے کیا۔ ایم اے اردو کے بعد روز نامہ مشرق لاہور میں بطور معاون مدیر وابستہ ہو گئے۔ اسی عرصے میں غزالی کالج جھنگ میں لیکچرار ہو گئے اور عملاً صحافت چھوڑ کر معلّمی کو اختیار کر لیا۔ ایک سال غزالی کالج جھنگ میں رہنے کے بعد کچھ عرصہ ڈگری کالج چشتیاں اور ایف سی کالج لاہور میں بھی تعینات رہے۔ ۱۹۶۹ء میں مسلم کالج سرگودھا میں تعینات ہوئے۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج مری میں تقرر ہوا۔ ایک سال کے بعد ان کا تبادلہ گورنمنٹ کالج سرگودھا ہو گیا۔ سرگودھا کے دوران قیام میں پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سے پی ایچ۔ ڈی کے لیے ان کی رجسٹریشن ہوئی اور ڈاکٹر وحید قریشی کی زیرِ نگرانی انھوں نے تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ کے عنوان سے اپنا مقالہ مکمل کر کے ۱۹۸۲ء میں ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء کو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبۂ اردو سے منسلک ہو گئے۔ پروفیسر اور صدر شعبہ بھی رہے۔ ۳۱ / مارچ ۲۰۰۲ء کو اسی جامعہ سے سبکدوش ہوئے۔ ساری عمر تصنیف و تالیف سے وابستہ رہے۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں: اقبال کی طویل نظمیں، کتبِ اقبالیات، سرور اور فسانۂ عجائب، اصنافِ ادب، خطوطِ اقبال، اقبال بحیثیت شاعر، کتابیاتِ اقبال، تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ، خطوطِ مودودی، ۱۹۸۵ء کا اقبالیاتی ادب ایک جائزہ، ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب ایک جائزہ، اقبالیاتی جائزے، علامہ اقبال اور میر حجاز، تفہیم و تجزیہ، پوشیدہ تری خاک میں، سورج کو ذرا دیکھ وغیرہ

(ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی: خالد ندیم (مرتب): الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی: ۲۰۱۳ء)

(۱)

انجمن ترقیِ اردو، لاہور

مکرم و محترم!

السلام علیکم۔ مزاج شریف؟

آپ کے علم میں ہے کہ انجمن ترقیِ اردو لاہور کے زیرِ اہتمام، ہمدرد فاؤنڈیشن اور پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے تعاون سے ۳ تا ۹ / نومبر ۱۹۷۷ء علامہ اقبال اردو کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس میں درج ذیل عنوان پر مقالہ پڑھیں، جس کا طول جتنا بھی ہو، کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اجلاس میں اس کا خلاصہ دس منٹ میں پڑھا جا سکے اصل مفصل مقالہ بعد میں دوسرے مقالات کے ساتھ کتاب کی صورت میں شائع ہوگا۔ آپ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اسے میری ذاتی تاکیدی التماس کا درجہ دے کر ممنون فرمائیں۔

جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔ والسلام

نیازمند

سید عبداللہ

معرفت انجمن ترقیِ اردو، لاہور

(اردو نگر، ملتان روڈ، لاہور)

مقالے کا عنوان: ۱۔ اقبال پر اپنی پسند کا مضمون تو مناسب ہوگا۔

۲۔ اگر اقبالیات کے ایک مصنف کی حیثیت سے آپ ان ناممکنات اور دشواریوں پر ایک مقالہ پڑھیں، جو مطالعۂ اقبال میں پیش آئیں۔

المرقوم ۵ر ستمبر ۱۹۷۷ء

(۲)

۲۴ر دسمبر ۱۹۷۷ء

مکرمی و محترمی!

السلام علیکم۔ مزاج شریف؟

فیصلہ کیا گیا ہے کہ علامہ اقبال اردو کانفرنس منعقدہ ۳ر نومبر تا ۹ر نومبر ۱۹۷۷ء میں، جو مقالات پڑھے گئے، انھیں کتابی شکل میں چھپوا کر شائع کیا جائے۔ اس فیصلے کی رو سے آپ کا بھی وہ مقالہ مطلوب ہے، جو آپ نے کانفرنس میں پڑھا تھا۔ از رہِ کرم اس کی ایک نقل بھجوا کر ممنون فرمایئے، بڑی عنایت ہوگی۔

مقالات کی ترتیب و تدوین کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اطلاعاً عرض ہے۔ والسلام

نیازمند

سید عبداللہ

بخدمت شریف جناب پروفیسر رفیع الدین ہاشمی صاحب

گورنمنٹ کالج، سرگودھا

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۳)

باسمہ تعالیٰ

علامہ اقبال اردو کانفرنس

(۱۹۷۷ء)

فون نمبر: ۴۱۴۸۷۱-۵۳۳۵۳

پتا: معرفت مغربی پاکستان اردو اکیڈمی

اردو نگر، ملتان روڈ، لاہور

بتاریخ .... عدد مراسلہ ....

جنابِ من!

السلام علیکم۔ مزاج شریف؟

یہ عریضہ آپ کی اطلاع کے لیے لکھا جا رہا ہے کہ آپ کا اسمِ گرامی اب پروگرام کی زینت بن چکا ہے۔ آپ کی صدارت/آپ کے مقالے کا اندراج .... نومبر کی نشست .... (وقت) میں کر دیا گیا ہے۔

ازراہِ کرم آپ مطلع ہو کر ضروری تیاری کر لیں۔ مفصل پروگرام موقعے [موقع] پر ملے گا۔ دیگر معلومات کے لیے اطلاع نامہ نمبر ۲ الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ لاہور میں اپنے ورود کے وقت وغیرہ سے بھی آگاہ فرمائیں۔ یہ بھی لکھیے کہ آپ لاہور میں کہاں ٹھہریں گے؟ سیالکوٹ اور اسلام آباد وغیرہ کے سلسلے میں الگ اعلامیہ جاری ہوگا۔

۴/نومبر ۱۹۷۷ء (چوتھی نشست) ۴ بجے شام

مقام: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج سینٹ ہال، پنجاب یونیورسٹی۔ آپ اس نشست میں علامہ اقبال اور پاکستان پر مقالہ پڑھیں گے۔

نیاز مند

(ڈاکٹر) سید عبداللہ

ناظم، انجمنِ ترقی اردو

(۴)

۲۷/مارچ ۱۹۷۸ء

عزیزم محترم!

السلام علیکم۔ مزاج شریف؟

Optimized by www.ImageOptimizer.net

آپ کا عنایت نامہ مجھے ملا، شکر گزار ہوں۔ میرے پاس پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے لکھے گئے مقالات کی کوئی فہرست موجود نہیں، البتہ یہ میں بتا سکتا ہوں کہ اورینٹل کالج میگزین کی سالانہ رپورٹوں میں سالانہ روداد یں اس موضوع پر بھی چھپتی رہی ہیں۔ آپ اس میگزین کے اوراق پر نظر ڈالیے، ممکن ہے کوئی مفید مواد آپ کو مل جائے۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

آخر میں آپ صاحبوں سے ایک شکایت ہے۔ وہ یہ ہے کہ سرگودھا کے احباب نے انجمن ترقیِ اردو، لاہور کی دستخطی مہم میں کوئی حصہ نہیں لیا، جس پر تعجب اور افسوس ہے۔

بھائی صاحب! ذرا میدان میں آئیے اور کچھ کام کیجیے۔ سرگودھا اور مضافات سے مجھے کم سے کم دو لاکھ دستخطوں کی توقع ہے۔ اگر آپ یہ نہیں کریں گے تو میں خود وہاں آ کر بیٹھ جاؤں گا اور مسلسل کئی ہفتوں کی ضیافت کا بوجھ آپ پر ڈالوں گا، اس لیے بروقت متنبہ ہو کر دستخطوں کا کام شروع کر دیں۔ سب دوستوں کو سلام کہیے گا۔ والسلام

مخلص

سید عبداللہ

بخدمتِ شریف پروفیسر رفیع الدین ہاشمی صاحب

شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج سرگودھا

ڈاکٹر وزیر آغا، جناب انور سدید، جناب پرنسپل غلام اصغر جیلانی، جناب سجاد نقوی، جناب پرویز بزمی کو مضمون واحد۔

(۵)

اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی (شارع قائداعظم) لاہور

۱۶/فروری ۱۹۸۵ء

مکرم و محترم ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب!

السلام علیکم۔ مزاج شریف؟

منسلکہ خط کو ملاحظہ فرما کر سائل کی مشکل حل کر دیجیے، ممنون ہوں گا۔ جوابی لفافہ منسلک ہے۔ براہِ راست جواب بھجوا دیجیے۔ شکریہ

طالبِ خیریت

Optimized by www.ImageOptimizer.net

سید عبداللہ

جناب ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب
[پنجاب] یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

حاشیہ:

ان مکاتیب کا موضوع اقبال اور اقبالیات کے حوالے سے مختلف علمی مجالس کا انعقاد ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ کو اسلام، پاکستان، اردو اور علامہ اقبال سے غایت درجہ محبت تھی۔انھوں نے خود بھی ان موضوعات پر جم کر لکھا اور اپنے شاگردوں اور عزیزوں کو بھی ان موضوعات پر لکھنے کی ترغیب دی۔وہ مختلف فورم کے تحت ان موضوعات پر اکثر مذاکروں اور سیمیناروں کا انعقاد بھی کرتے رہتے تھے۔ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کو بھی ایسی کئی مجالس میں علامہ اقبال کے فکر وفن پر مقالے پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے ان نشستوں میں بھرپور شرکت کی اور سید صاحب کے منتخب کردہ موضوعات پر مقالے پڑھے۔یہ مقالے بعدازاں کتابی صورت میں اشاعت پذیر ہوئے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

محمد توقیر احمد
پی ایچ۔ڈی اسکالر
شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

جمیل آذر کے نام چند خطوط

Muhammmad Touqir Ahmed

Ph.D Scholar, Department of Urdu, AIOU ,Islamabad

Abstract: Letter writing is an art,but the modern ways of communication are challenging this art. However, the illuminated minds of our society still understand the meaningfulness of this genera. The present study brings out an introduction and notes by the compiler on the letters, which have been written to Jamil Azar, an essayist and critic, by Mumtaz Mufti, Shahzad Manzar and Ghulam us Saqalin Naqvi. These letters throw light on different aspects of the literary dimensions.

پاکستان کے ممتاز انشائیہ نگار اور نقاد جمیل آذر کے نام لکھے گئے انیس (۱۹) خطوط پیشِ خدمت ہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ممتاز مفتی=۱

شہزاد منظر = ۱۲

غلام الثقلین نقوی=۶

اِن خطوط کی ادبی اہمیت یہ ہے کہ اِن کی روشنی میں متذکرہ بالا شخصیات کے حوالے سے بعض نئی معلومات مہیا ہوتی ہیں اور تحقیق کے کچھ نئے دریچے وا ہوتے ہیں۔ ممتاز مفتی کا خط اوورسیز پاکستانی فاؤنڈیشن کے نمائندے کی حیثیت سے لکھا گیا اور ممتاز مفتی کی شخصیت کا یہ گوشہ ابھی پورے طور پر منظرِ عام پر نہیں آیا۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف کا ممتاز مفتی کے حوالے سے پی ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ممتاز مفتی کا فکری ارتقاء نہایت پُر مغز اور گراں ارزش مقالہ ہے، لیکن اس مقالے میں مفتی صاحب کی فاؤنڈیشن سے وابستگی اور خدمات کا کہیں ذکر نہیں، جبکہ یہ ان کے فکری ارتقاء کی بلند نہ سہی، ایک منزل ضرور ہے۔

اسی طرح شہزاد منظر اردو افسانہ کے عنوان سے ایک اینتھالوجی مرتب کر رہے تھے۔ اس کی تفصیلات خط میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، جو اُن کی دوسری کتاب جدید اردو افسانہ کے مندرجات سے بالکل مختلف منصوبہ ہے۔ میرے سامنے ڈاکٹر اسد فیض کا مقالہ شہزاد منظر کی ادبی خدمات موجود ہے۔ اس مقالے میں مقالہ نگار نے شہزاد منظر کی گیارہ مطبوعہ اور چودہ غیر مطبوعہ تصانیف کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔ دیگر معلومات بھی عرق ریزی سے اکٹھی کر کے سلیقے سے پیش کی ہیں، لیکن اس میں بھی اینتھالوجی کا کہیں ذکر نہیں۔ خط کے مطالعے سے اس کی غرض و غایت سامنے آئے گی۔ انتظار حسین کے ناول بستی پر ہونے والی زوردار بحثوں کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے، جن میں بستی کے ناول ہونے، یا نہ ہونے کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ ان کی تلاش سے ہم اس دور کے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تنقیدی رویوں کو تلاش کر سکیں گے۔

غلام الثقلین نقوی کے بارے میں بعض نئی معلومات ان کے خطوط سے دستیاب ہوں گی۔ گویا ان موضوعات پر کام کرنے والوں کے لیے خصوصی طور پر، جبکہ افسانے پر کام کرنے والوں کے لیے عمومی طور پر تلاش کا نیا باب کھلے گا۔ خطوط کی دستیابی اتفاقات پر مبنی ہوتی ہے۔ چونکہ یہ ذاتی نوعیت کی حامل صنفِ ادب ہے، اس لیے بہت کم اس صنف کے مظاہر منظرِ عام پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہی خطوط مقالہ نگاروں کے سامنے تحقیق کے دوران میں آ جاتے تو انھیں معلومات کو دیگر معلومات کے طرح نہایت خوبی اور سلیقے سے متعلقہ مقامات میں پیش کیا جاتا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ماخذ ہر وقت دستیاب ہو۔ یہ تحقیق کے کھلے دروازے کی روشن مثال ہے۔ یہی ادبی خطوط کی اصل اہمیت بھی ہے۔

شخصیات کے تعارف، کتب کے حوالہ جات اور خطوط کی تفہیم کے لیے اہم مقامات سے متعلق ضروری معلومات کو اختصار کے ساتھ حواشی میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ معروف اور کثیر الجہات شخصیات کے خطوط ہیں۔ محض بنیادی حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان موضوعات پر کام کرنے والے مقالہ نگاروں کے کام سے میں نے خصوصی استفادہ کیا، ان سب کا شکریہ۔ یہ خطوط ڈاکٹر طیب منیر (م ۲۲؍ جون ۲۰۱۶ء) نے عبدالعزیز ساحر کو تعبیر کے لیے عنایت فرمائے تھے۔ اللہ کریم انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، وہ ۲۰۱۶ء میں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں شہید ہو گئے۔

مکتوب الیہ: جمیل آذر (پ: ۳۰؍ جون ۱۹۳۰ء، انبالہ) محمد جمیل اصل نام ہے۔ اردو ادب میں اُن کی شناخت کا بنیادی حوالہ اردو انشائیہ ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کی رہنمائی میں انشائیہ نگاری کو خصوصی توجہ کا مرکز بنا کر انشائیہ نگاری میں اپنی الگ شناخت قائم کی۔ ان کا پہلا انشائیہ ہفت روزہ لیل ونہار میں برساتی کے عنوان سے ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ شاخِ زیتون، رُت کے مہمان، وقت اے وقت ان کے انشائی مجموعوں کے نام ہیں۔ جمیل آذر انگریزی ادب کے استاد تھے۔ اصغر مال کالج سے ۲۹؍ جون ۱۹۹۰ء کو ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے۔ معاصر تنقید میں بھی اُن کا اہم مقام ہے۔ تنقید میں بھی اُن کی توجہ کا مرکز انشائیہ ہی رہا۔ ان خطوط میں اس کے اشارے موجود ہیں۔ انشائیہ اور انفرادی سوچ اور نکاتِ جمیل ان کے اہم تنقیدی مجموعے ہیں۔
(یہ معلومات عنبرین تبسم کے مقالے جمیل آذر۔ احوال و آثار سے لی گئی ہیں، جو انھوں نے ڈاکٹر رشید امجد کے زیرِ نگرانی ۲۰۰۸ء میں مکمل کیا۔)

ذیل میں ۱۹ (انیس) خطوط کا متن اور ان کے بعض مندرجات پر حواشی ملاحظہ ہوں:

ممتاز مفتی

[ممتاز مفتی (۱۱؍ ستمبر ۱۹۰۵ء بٹالہ ضلع گورداسپور۔ ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء اسلام آباد) معروف ناول نگار، افسانہ نگار اور خاکہ نگار تھے۔ ان کی ادبی خدمات میں شخصی خاکوں کے چار مجموعے، تنقیدی مضامین کے دو مجموعے، رپورتاژ، دو سفر نامے اور تین ڈرامے بھی شامل ہیں۔ اُن کی تحریروں میں معاشرہ، انسانی نفسیات اور روحانی فینٹسی مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ ممتاز مفتی کی شخصیت وفن پر کافی کام ہو چکا ہے۔ میری معلومات کا ماخذ ڈاکٹر نجیبہ عارف کا مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی اردو بعنوان ممتاز

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مفتی کا فکری ارتقاء ہے، جو ۲۰۰۲ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پیش کیا گیا۔

پیشِ نظر خط ماہنامہ یارانِ وطن اسلام آباد کے سفید باریک کاغذ کے لیٹر پیڈ پر ٹائپ شدہ ہے۔ پیڈ پر دائیں سے بائیں یو شکل میں نیلے رنگ کا حاشیہ ہے۔ صفحے کے اوپر دائیں جانب حاشیے سے باہر مستطیل کے اندر سرخ روشنائی سے ماہنامہ یارانِ وطن اسلام آباد لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے حاشیے کے اندر وطن سے دور اہلِ وطن کا ساتھی مرقوم ہے۔ بائیں جانب مورخہ کے بعد قلم سے ۸۱-۸-۱۵ لکھا گیا ہے۔ فون نمبر: ۵۱۳۶۲؛ پوسٹ بکس ۱۴۷۰۔ نیچے صفحے کے بائیں جانب اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن لکھا ہے اور اس کے آگے مونوگرام سرخ تکون میں OPF لکھا ہوا ہے۔ نیچے ۲۰۔ ایف، گلی نمبر ۱۰، ایف ۸/۳، اسلام آباد۔ خط میں مکتوب نگار کے دستخط اور مکتوب الیہ کا نام، پتا اور تاریخ ہاتھ سے لکھا گیا ہے۔ خط کا مضمون ٹائپ شدہ ہے۔]

(۱)

محترمی جمیل آذر صاحب!

السلامُ علیکم۔ اوورسیز پاکستانیز فاؤنڈیشن نے ایک مصور ماہنامہ یارانِ وطن (۱) کا اہتمام کیا ہے۔ یہ جریدہ بنیادی طور پر ان ہم وطنوں کے لیے جاری کیا گیا ہے، جو سمندر پار مقیم ہیں، تاکہ انھیں ان خدمات اور مراعات کا علم ہو، جو فاؤنڈیشن ان کے لیے مہیا کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جریدہ بنیادی طور پر معلوماتی ہے۔ دستور کے مطابق ہم معلومات کے ساتھ ساتھ ایسے ہلکے پھلکے مضامین پیش کرنا چاہتے ہیں، جو قاری کے لیے تفریح کا باعث ہوں اور وطن کے کلچر، روایات اور ماحول کی یاد دلائیں۔ ان حالات میں نہ تو یہ جریدہ ادبی ہے، نہ صحافیانہ اور نہ ہی دانشورانہ رنگ کا متحمل ہو سکتا ہے۔

بہر حال آپ صاحبِ قلم ہیں اور وسیع تر صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ آپ کی تحریریں ہر رنگ کی حامل ہیں اور آپ ہمارے قاری کے مزاج کو ہم سے بہتر سمجھ سکتے ہیں، اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ یارانِ وطن کے لیے کچھ لکھیے: کوئی انشائیہ، سفر نامہ، مزاحیہ، آپ بیتی، کوئی چیز، جو پاکستان کے کلچر، روایات، یا طرزِ زندگی کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو اور وطن کی یاد دلائے، جس میں فکر کا عنصر کم کم ہو اور جذبے کا رنگ نکھرے۔ بہر حال موضوع کے چناؤ کے متعلق آپ بہتر طور پر سوچ سکتے ہیں۔

اگر چہ قلمکار کی خدمت میں معاوضہ پیش نہیں کیا جا سکتا؛ چونکہ تخلیق کے دام نہیں چکائے جا سکتے، پھر بھی ہم شکر گزاری کے جذبے کے اظہار کے لیے ہر تازہ تحریر کا اعزازیہ پیش کرتے ہیں۔ والسلام

مخلص

ممتاز مفتی

بہت بہت شکریہ۔

مفتی

بخدمت جناب جمیل آذر صاحب

بی۔۴۷۸، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

شہزاد منظر

[شہزاد منظر (یکم جنوری ۱۹۳۳ء کلکتہ۔۱۹؍دسمبر ۱۹۹۷ء کراچی) اصل نام ابراہیم عبدالرحمٰن عارف ہے۔ شہزاد منظر، تبسم عارف اور عمر خیام کے قلمی ناموں سے لکھا۔ شناخت شہزاد منظر کے قلمی نام سے پائی۔ شہزاد منظر بائیں بازو کے ناقدین میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ افسانے کی تنقید و تفہیم اُن کا بنیادی حوالہ ہے۔ افسانہ نگاری اور صحافت میں بھی خدمات انجام دیں۔ جدید اردو افسانہ (تنقید)، اردو افسانے کی تنقید میں اُن کا اہم کارنامہ ہے۔ شہزاد منظر کی چند تصانیف: ندیا کہاں ہے تیرا دیس (افسانوی مجموعہ) اندھیری رات کا تنہا مسافر (ناولٹ)، ردِ عمل (تنقید) علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ ۔ یہ معلومات ڈاکٹر اسد فیض کے تحقیقی مقالے بعنوان شہزاد منظر کی ادبی خدمات سے لی گئی ہیں، جو انھوں نے ۲۰۰۳ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پیش کیا۔

جمیل آذر کے نام شہزاد منظر کے بارہ خطوط پیشِ خدمت ہیں۔ گیارہ خطوط اُن کے لیٹر پیڈ پر ہیں۔ تین خطوں میں حاشیے کے اوپر شہزاد منظر اور نیچے پتا (ڈی۔۱، فلک نما فلیٹس، یونیورسٹی روڈ، کراچی۔۴۷) لکھا ہے۔ چھے خطوں میں حاشیے کے اوپر نام اور نیچے پتا (اے ۳۶، واجد اسکوائر، بلاک ۱۶، گلشن اقبال کراچی، ۴۷) لکھا ہے۔ ایک خط کے اوپر منظر پبلی کیشنز: ناشر، تقسیم کار، آرڈر سپلائر اور سبسکرپشن ایجنٹ اور نیچے واجد اسکوائر والا پتا۔ ایک خط کے پیڈ کے سرنامے پر اردو افسانہ لکھا ہے۔ اس پر پرانے پتے کو کاٹ کر نیا پتا: ۳۶۔اے، واجد اسکوائر، بلاک۔۱۶، گلشنِ اقبال، کراچی۔۴۷ لکھا ہوا ہے۔ ایک خط خاکستری کارڈ پر ہے۔ یہ تمام خطوط قلمی ہیں۔]

(۱)

۵؍مارچ ۸۰[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

السلام علیکم۔ توقع ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ آپ ۲۸؍فروری ۸۰[۱۹]ء کو حسبِ پروگرام پنڈی روانہ ہو گئے اور آپ سے ملاقات نہیں ہوئی، اس کا بے حد افسوس ہے۔ میں ۲۷؍کو پاکستان آرٹس کونسل میں جناب شبنم رومانی (۲) کے شعری مجموعہ جزیرہ کی تقریبِ اجراء میں آپ کا انتظار کرتا رہ گیا، آپ نہیں آئے۔ اگر آپ آتے تو مزید باتیں ہوتیں۔ بہر حال روانگی سے قبل آپ سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس رہا۔

آپ سے اینتھولوجی اردو افسانہ (۳) کے بارے میں جو بات ہوئی تھی توقع ہے، آپ اُسے یاد رکھیں گے۔ اردو افسانہ کی کتابت شروع ہو چکی ہے، اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ آپ منٹو پر اپنا مقالہ (۴) فوراً ارسال کر

دیجیے۔آپ نے منٹو کو جس انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ایسے آپ سے قبل کسی نے نہیں کی ہے، اس لیے آپ کا مقالہ یقیناً پسند کیا جائے گا۔ مجھے توقع ہے آپ اس جانب ضرور توجہ دیں گے۔سلیم اختر نے غلام عباس کے افسانے پر لکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔میں سید انور کے افسانے پر لکھ رہا ہوں۔اعجاز راہی، رشید امجد اور محمد علی صدیقی پریم چند کا مطالعہ پیش کر رہے ہیں، اس لیے آپ بھی اپنا مقالہ جلد ارسال کر دیجیے۔

آپ کا انشائیہ میں جنگ (۵) پنڈی میں پڑھ چکا تھا۔اب یہ اوراق (۶) کے سالنامے میں بھی شامل ہے، اسے دوبارہ پڑھ کر بڑا لطف آیا۔میں مارچ کے اواخر، یا اپریل کے اوائل میں آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔پھر مزید باتیں ہوں گی۔فقط

آپ کا اپنا

شہزاد منظر

(۲)

۳۱ر مئی ۸۰[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلام مسنون۔آپ کا محبت نامہ ملا۔آپ نے اپنا مقالہ لکھ لیا، اس کے لیے مبارکباد قبول کیجیے اور مقالہ فوراً ارسال کر دیجیے۔کام کافی بڑھ چکا ہے اور اردو افسانہ کی نصف کتابت ہو چکی ہے۔صرف خصوصی مطالعہ کا حصہ، کتابت ہونا باقی ہے۔میں اسے پہلی جلد میں شامل کرنے کی حتی المقدور کوشش کروں گا۔آپ مقالہ ارسال کرنے میں تاخیر نہ کریں۔

توقع ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔آپ کراچی پھر کب تشریف لا رہے ہیں؟ فقط

شہزاد منظر

(۳)

۲۴ر جون ۸۰[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

السلام علیکم۔آپ کا مضمون اور خط مل گیا تھا، جسے میں نے علی حیدر ملک (۷) کے حوالے کر دیا تھا۔اتفاق سے وہ سندھ کے دورے پر روانہ ہو گئے، جس کے باعث نہ وہ مضمون پڑھ پائے اور نہ میں، اس لیے آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔اس اثناء میں آپ کا ایک اور خط موصول ہوا، جس کا میں فوری طور پر جواب دے رہا ہوں۔اردو افسانہ کی کتابت تیزی سے جاری ہے اور نصف سے زیادہ کتابت مکمل ہو چکی ہے۔آپ کا مقالہ بمشکل شامل کر پایا ہوں۔غیر مطبوعہ افسانے کا حصہ مکمل ہو چکا ہے، جس کے باعث مشتاق قمر (۸) کا افسانہ شامل نہ ہو سکا۔انھوں نے اپنا افسانہ بہت تاخیر سے ارسال کیا ہے۔اُن کا کہنا ہے کہ آپ نے انھیں بہت تاخیر سے اطلاع دی، اس لیے انھوں نے افسانہ اتنی تاخیر سے ارسال کیا۔میرے پاس مشتاق قمر کا پتا نہیں تھا، ورنہ میں انھیں براہِ راست خط لکھتا۔اب میں انھیں الگ سے خط لکھ رہا ہوں۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ادبی سرگرمیاں کچھ بھی نہیں۔ ہر جمعرات کو ہم چند افسانہ نگار علی حیدر ملک کے ہاں جمع ہو جاتے ہیں اور تازہ ترین ادبی خبروں، یا کتابوں پر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ گذشتہ تین جمعرات انتظار حسین (۹) کے ناول بستی (۱۰) پر مسلسل اور زوردار بحثیں رہیں۔ دوستوں میں اس ناول پر شدید اختلافِ رائے تھا۔ دوستوں کے ایک حلقہ کا خیال تھا کہ یہ ناول نہیں ہے ،جبکہ دوسرے حلقے کا خیال تھا کہ جدید افسانے کی طرح جدید ناول کا تصور بھی بدل گیا ہے، اس لیے کلاسیکی ناول کی تعریف پر جدید ناول کو پرکھا نہیں جا سکتا ہے۔ چنانچہ بحث مسلسل تین جمعرات جاری رہی۔ اس دوران ہم میں سے کئی ساتھیوں نے با قاعدہ مقالہ لکھ ڈالا اور بستی کی حمایت اور مخالفت میں دلائل پیش کیے گئے۔ اتفاق سے میں نے بھی ایک چھوٹا سا مضمون لکھ ڈالا۔ اس دوران میں نے احمد ندیم قاسمی کو لکھا کہ محمد خالد اختر نے فنون میں انتظار حسین کے ناول پر، جو تبصرہ لکھا ہے، وہ سخت قابلِ اعتراض ہے۔ میں اس بارے میں کچھ لکھنے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اُن کا فوراً جوابی خط آیا کہ آپ اختلافات کے لیے اپنی رائے لکھ کر بھیج دیجیے۔ چنانچہ میرا وہ مختصر سا مضمون فنون کے سالنامے میں شائع ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ آپ بھی اس دلچسپ بحث میں حصہ لیں گے۔

میں ان دنوں مشفق خواجہ (۱۱) کی اینتھالوجی تخلیقی ادب (۱۲) کے لیے گذشتہ دس سال کے ناولوں پر ایک مقالہ لکھ رہا ہوں۔ علاوہ ازیں اس میں گذشتہ دس سال کے افسانوں پر بھی میرا ایک مقالہ شامل ہے۔ اگر یہ دونوں مقالات آپ کی نظروں سے گزریں تو اُن کے بارے میں اپنی آرا سے ضرور مطلع فرمائیے گا۔ فقط

شہزاد منظر

(۴)

۱۱رمئی ۸۱[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون۔ مجھے شرمندگی ہے کہ میں آپ کے خط کا فوری طور پر جواب نہ دے سکا۔ اس کی وجہ سوائے مصروفیت کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ سلطان رشک (۱۳) نے بتایا کہ آپ نے مجھے ایک اور خط لکھا ہے لیکن مجھے آپ کا وہ خط نہیں ملا۔ میں نے گھر تبدیل کر لیا ہے۔ اب آپ نئے پتے پر خط کتابت کریں۔ اردو افسانہ کی کافی کتابت ہو چکی ہے۔ آپ کا مقالہ اس انتخاب کا حاصل ہے، آپ اس ضمن میں مطمئن رہیں۔ دراصل آج کل کتاب شائع کرنا بہت مہنگا کاروبار ہے، اس لیے اس کی اشاعت میں تاخیر ہو رہی ہے۔ میں اپنی کتاب جدید اردو افسانہ کی اشاعت کے بعد اسے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کے انشائیوں کا مجموعہ بہت جلد شائع ہونے والا ہے۔ آپ کو جان کر خوشی ہوگی کہ میں نے بھی کتابوں کی تقسیم اور فراہمی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اگر آپ نے موقع دیا تو میں آپ کی کتاب بھی کراچی میں تقسیم کروں گا۔ آپ کا انشائیوں کا انتخاب انشائیہ کیا ہے (۱۴) کب شائع ہو رہا ہے؟ اس کی بڑی نصابی اہمیت ہے۔ اگر آپ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اس بارے میں معلومات فراہم کریں تو نوازش ہوگی۔فقط

آپ کا اپنا
شہزاد منظر

(۵)

۲۵/جولائی ۸۱[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون! علی حیدر ملک کے ذریعے آپ کے انشائیوں کا مجموعہ شاخِ زیتون (۱۵) موصول ہوا۔مبارکباد قبول کیجیے۔ایک عرصہ سے آپ کی کتاب کا انتظار تھا۔اس قدر خوبصورت کتاب شائع ہونے پر خوشی ہوئی۔علی حیدر ملک ریڈیو پاکستان سے کتابوں پر تبصرہ کرتے ہیں۔انھوں نے اس پر تبصرہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔تبصرہ نشر ہوتے ہی اس کی نقل ارسال کردوں گا۔

آپ کی کتاب اس وقت زیرِ مطالعہ ہے، اِس لیے اس کے بارے میں کوئی رائے ظاہر نہیں کرسکتا۔آپ کے انشائیے مجھے پسند ہیں، اس لیے توقع ہے شاخِ زیتون میں شامل انشائیے ضرور اچھے ہوں گے۔آپ اگر جنگ اور افکار میں تبصرہ شائع کرنا پسند کرتے ہوں تو ہر ایک کے لیے دو، دو کاپیاں ارسال کر دیجیے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا میں نے منظر پبلی کیشنز کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے، جو کتابوں کی اشاعت کے علاوہ کتابوں کی تقسیم کا کام بھی انجام دے رہا ہے۔میرے ادیب دوست اپنی اپنی کتابیں بھیج کر مجھ سے عملی تعاون کر رہے ہیں۔میں یہ کتابیں فروخت کرکے انھیں ان کی رقم واپس کر رہا ہوں۔توقع ہے آپ بھی مجھ سے ضرور تعاون کریں گے اور شاخِ زیتون کی دس کاپیاں ارسال کرکے شکریے کا موقع دیں گے۔فقط

آپ کا اپنا
شہزاد منظر

(۶)

۳/مارچ ۸۲[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

السلام علیکم! آپ کا خط آج ہی موصول ہوا۔آپ نے درست سنا ہے کہ میری کتاب جدید اردو افسانہ شائع ہو رہی ہے، لیکن اس کے منصۂ شہود میں آنے میں چند یوم باقی ہیں، یعنی کتاب جلد سازی کی منزل میں ہے۔شائع ہوتے ہی میں سب سے پہلے آپ کے نام ارسال کروں گا۔آپ قیمت کا ذکر کرکے خواہ مخواہ شرمندہ کر رہے ہیں۔آپ کو کتاب ارسال نہ کروں تو اور کسے کروں گا؟ آپ میرے دیرینہ کرم فرما ہیں۔اہلِ قلم کانفرنس میں سوائے رشید امجد (۱۶) اور اعجاز راہی (۱۷)

Optimized by www.ImageOptimizer.net

کے کسی دوسرے دوست سے ملاقات نہیں ہوئی، حالانکہ میں نے تمام احباب کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ بے انتہا مصروفیت اور راستوں سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے آپ لوگوں سے ملنا ممکن نہیں ہوا۔ میں اپریل میں چند یوم کے لیے اسلام آباد آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آؤں گا تو تفصیلی ملاقات ہوگی۔ آپ کراچی آنے کا کب ارادہ رکھتے ہیں؟ فقط

شہزاد منظر

(۷)

۱۷/اپریل۸۲[۱۹]ء

جناب جمیل آذر صاحب!

سلام مسنون۔توقع ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔حسبِ توقع اپنے تنقیدی مقالات کا مجموعہ جدید اردو افسانہ (۱۸) کا ایک نسخہ ارسال کر رہا ہوں۔توقع ہے پسند آئے گا۔اس کے بارے میں آپ کی تفصیلی رائے جان کر خوشی ہوگی۔آپ جدید افسانے پر کافی گہری نظر رکھتے ہیں اس کا اندازہ آپ کے مضمون سے ہوتا ہے۔اگر آپ اس کتاب پر تفصیلی تبصرہ لکھ دیں تو میں اسے اردو زبان (۱۹) سرگودھا میں اشاعت کے لیے بھیج دوں۔آپ ڈاکٹر وزیر آغا کے حلقۂ احباب میں شامل ہیں اور میرا بھی آغا صاحب سے نیازمندانہ تعلق ہے، اس لیے توقع ہے آپ یہ زحمت ضرور گوارا کریں گے۔کیا میں توقع کروں کہ آپ میری کتاب پر تبصرہ کرنے کے لیے تیار ہیں؟

کراچی آنے کا ارادہ کب تک ہے؟ فقط

شہزاد منظر

(۸)

یکم جون۸۲[۱۹]ء

محترم پروفیسر جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون! آپ کا خط مع مضمون موصول ہوا، اس کے لیے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کی اس عنایت کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں۔یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ نے میری کتاب کو اس قابل سمجھا اور اس کے بارے میں مضمون لکھا، ورنہ پنڈی کے دوستوں نے اس کے بارے میں رسید تک سے مطلع نہیں کیا۔میں اکیڈمی آف لیٹرز کے چیئرمین جناب شفیق الرحمٰن (۲۰) کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے نہ صرف کتاب کی رسید سے مطلع کیا ، بلکہ اپنے خط میں اسے کے مندرجات سے سیر حاصل بحث بھی کی۔

آپ کا مضمون عمدہ اور بہت متوازن ہے اسے ضرور کہیں شائع ہونا چاہیے اوراق کے لیے اے خیام (۲۱) نے اس قسم کا ایک مقالہ لکھ کر وزیر آغا صاحب کو ارسال کر دیا ہے، اس لیے اسے اگر اردو زبان میں شائع کیا جائے تو مناسب ہے۔میں نے اس سلسلے میں راغب شکیب (۲۲) کو لکھا ہے اور ان سے اس کی اشاعت کے بارے میں دریافت کیا ہے۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

اگر آپ بھی راغب شکیب کو لکھ کر معلوم کریں تو بہتر ہے۔ آپ اس سلسلے میں آغا صاحب کو بھی لکھ سکتے ہیں۔ میں نے اس مضمون کی فوٹو کاپی بنوالی ہے۔ اگر آپ کو اوریجنل کاپی کی ضرورت ہو تو میں اسے آپ کے لیے واپس بھیج سکتا ہوں۔

توقع ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ فقط

شہزاد منظر

(۹)

۲۰/اگست ۸۲[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون۔ خدا کے فضل و کرم اور آپ لوگوں کی دُعا سے بخیر ہوں۔ ڈاکٹر نے ۱۵/اگست سے دفتر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ ۱۸/جون کو مجھ پر دل کا دورہ پڑا تھا۔ ۲۸/جون تک زیرِ علاج رہا۔ اب کافی بہتر ہوں۔ آپ نے خط کے ذریعے عیادت کی، اس کے لیے آپ کا ممنون ہوں۔ اب بہت ہی محتاط زندگی بسر کرنی ہوگی اور اپنے باقی ماندہ ادبی کاموں کو تیزی کے ساتھ نمٹانا ہوگا۔ اس وقت میری تین کتابیں زیرِ تصنیف، بلکہ زیرِ طبع ہیں:

(۱) اندھیری رات کا تنہا مسافر (۲۳)

(۲) ردِ عمل متفرق مقالات کا مجموعہ (۲۴)

(۳) جدید اردو ناول (تنقید) (۲۵)

اول الذکر کتاب کی دفتر جاتے ہی کتابت شروع کرانے کا ارادہ ہے۔ دوسری کتاب کی ڈیڑھ دو سو صفحات کی کتابت ہو چکی ہے اور آخر الذکر کی بھی ساٹھ ستر صفحات کی کتابت مکمل ہے۔ میری خواہش ہے کہ یہ ساری کتابیں جلد از جلد شائع ہو جائیں۔

میں نے جدید اردو افسانہ پر آپ کا مضمون راغب شکیب کو بھیج دیا ہے۔ ان کی جانب سے کوئی رسید نہیں ملی۔ آپ کا خط ملنے پر میں نے انھیں آج ہی ایک خط لکھا ہے۔ اگر کسی وجہ سے انھیں مضمون نہ ملا ہو تو اس کی فوٹو کاپی ارسال کر دوں گا۔ اوریجنل مضمون میرے پاس ہے۔ آپ بے فکر رہیے۔ جب سے بیمار پڑا ہوں، سارے خطوط دوسروں کے ذریعے سپردِ ڈاک کرتا ہوں۔ مضمون کے بارے میں اطلاع ملتے ہی آپ کو مطلع کروں گا۔ فقط

شہزاد منظر

(۱۰)

۱۶/فروری ۸۳[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون۔ توقع ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ حسبِ وعدہ آپ کا مقالہ منٹو۔ جدید افسانے کا پیشرو بذریعہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

رجسٹری ڈاک ارسال کر رہا ہوں۔توقع ہے آپ اس کی رسید سے مطلع کریں گے۔یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کے تنقیدی مقالات کا مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔آپ کے مقالات کا مجموعہ شاخِ زیتون سے قبل شائع ہونا چاہیے تھا۔بہر حال میری جانب سے پیشگی مبارکباد قبول کیجیے۔

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میرے ناول اندھیری رات کا تنہا مسافر کی کتابت مکمل ہو چکی ہے۔اب اس کی پروف ریڈنگ جاری ہے۔توقع ہے یہ ناول اس سال کے وسط تک شائع ہو جائے گا۔اس کے بارے میں ایک چھوٹی سی رپورٹ ارسال کر رہا ہوں۔اگر آپ اسے جنگ راولپنڈی کے ادبی ایڈیشن میں شائع کروا دیں تو عنایت ہوگی۔مجھے نہیں معلوم کہ ان دنوں جنگ کے ادبی ایڈیشن کے انچارج کون ہیں؟ مظہر الاسلام تو خط کا جواب ہی نہیں دیتے۔

اردو زبان میں جدید اردو افسانہ پر آپ کا مضمون ہنوز شائع نہیں ہوا، معلوم نہیں کب شائع ہوگا؟ اگر اہلِ قلم کانفرنس میں آنا ہوا تو اس بار آپ سے ضرور ملاقات ہوگی۔اگر ایسا نہیں ہوا تو ان شاء اللہ اپریل میں آنے کی کوشش کروں گا۔آپ کراچی پھر کب تشریف لا رہے ہیں؟ فقط

شہزاد منظر

(۱۱)

۱۳رجنوری ۸۳[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

سلامِ مسنون۔آپ کا دوسرا خط ملا، اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔خط کا جواب دینے میں اس لیے تاخیر ہوئی کہ گذشتہ دِنوں میں منی بس کے حادثے میں معمولی طور پر زخمی ہو گیا تھا، جس کے باعث میں آپ کے مقالے کا مسودہ تلاش نہ کر سکا۔اب میں کتابت شدہ کاپی سے اس کی فوٹو کاپی بنوا کر بھیج دوں گا، اس کے لیے آپ کو چند یوم انتظار کرنا ہوگا۔یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کے مقالات کا مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔میری جانب سے پیشگی مبارکباد قبول کیجیے۔

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میرے ناول اندھیری رات کا تنہا مسافر کی کتابت مکمل ہو چکی ہے، توقع ہے اس سال کے وسط تک اس کی اشاعت ممکن ہوگی۔اس دفعہ اگر اسلام آباد آنا ہوا تو آپ سے بھی ملاقات ہوگی۔آپ پھر کراچی کب تشریف لا رہے ہیں؟ فقط

شہزاد منظر

(۱۲)

۲۲رجون ۹۴[۱۹]ء

محترم جمیل آذر صاحب!

السلام علیکم۔آپ کے انشائیوں کا مجموعہ رُت کے مہمان موصول ہوا۔اس کی رسید اتنی تاخیر سے دینے کے

لیے معذرت خواہ ہوں۔ کتاب بہت خوبصورت چھپی ہے، مبارکباد قبول کیجیے۔ اب آپ کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ بھی شائع ہونا چاہیے۔ آپ اتنے دنوں سے لکھ رہے ہیں۔ آپ نے بہت کچھ جمع کر رکھا ہوگا۔

مشفق خواجہ کو کتاب پہنچ چکی ہے اور محمد علی صدیقی (۲۶) کو میں [کذا: نے] اپنے رفیقِ کار شہاب قدوائی (۲۷) کے ذریعے بھیج دی ہے۔ اُنھوں نے شاید رسید دی ہو۔

گذشتہ سال میں ایک روز کے لیے اسلام آباد گیا تھا۔ بہت سے دوستوں سے مل سکا۔ اس بار آؤں گا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔ آپ اگر اپنا فون نمبر بھی لکھ دیتے تو بہتر تھا۔ بہر حال ان شاء اللہ ضرور ملاقات ہوگی۔ فقط

آپ کا

شہزاد منظر

جناب جمیل آذر صاحب

بی۔۴۔۸۷، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

غلام الثقلین نقوی

[غلام الثقلین نقوی (۱۲/ مارچ ۱۹۲۳ء چوکی ہنڈن، مقبوضہ کشمیر۔ ۶/ اپریل ۲۰۰۲ء آزاد کشمیر) اردو کے معروف افسانہ نگار تھے۔ ان کے چھے افسانوی مجموعے: بندگی، شفق کے سائے، نغمہ اور آگ، لمحے کی دیوار، دھوپ کا سایہ، سرگوشی، نقطے سے نقطے تک؛ ایک ناول: میرا گاؤں؛ تین ناولٹ: چاند پور کی نیناں، شیر زمان، شمیرا؛ ایک طنز و مزاح کا مجموعہ: اک طرفہ تماشا اور دو سفر نامے: ارضِ تمنا اور ٹریمیس سے ٹریمیس تک شائع ہوئے۔ یہ معلومات تسلیم اختر کے مقالہ برائے ایم فل اردو بعنوان غلام الثقلین نقوی کا بطور افسانہ نگار اور ناول نویس۔ تحقیقی مطالعہ سے لی گئی ہیں۔ یہ مقالہ انھوں نے ڈاکٹر انور سدید کے زیرِ نگرانی مکمل کر کے ۲۰۰۵ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں جمع کروایا۔]

(۱)

۴۷۱۔ بدر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور۔۱۸

۸۵۔۱۰۔۳۰

برادرِ عزیزم!

السلامُ علیکم۔ مجھے معلوم ہے کہ کتابوں کی تقسیم کے سلسلے میں، مَیں نے آپ کو بہت زحمت دی ہے، لیکن زحمت بھی تو اپنوں کو ہی دی جاتی ہے۔ دو کتابیں اور بھیجی تھیں، ایک منشا یاد کے لیے اور دوسری مشتاق قمر کے لیے۔ زحمت پر زحمت کے لیے معذرت قبول کیجیے۔ مجھے معلوم ہے کہ لوگوں کے ہاں جانا اور کتاب پہنچانا کوئی آسان کام نہیں، لیکن آپ ادبی محفلوں میں شریک ہوتے ہی ہوں گے۔ آہستہ آہستہ لوگ ملتے رہیں گے اور کتابیں تقسیم ہوتی رہیں گی۔ بعد میں سوچا کہ اس طرح

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مجھے تیس چالیس روپے تو بچ گئے ،لیکن ایک عزیز کو خواہ مخواہ کی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اکبر حمیدی اور رشید امجد کے علاوہ کسی نے کتاب کی رسید کی اطلاع نہیں دی۔ پروفیسر اکبر حمیدی نے نہایت خوبصورت تبصرہ لکھا ہے۔ اب اگر امروز ، یا مشرق میں جانے کی ہمت پڑی تو یہ تبصرہ چھپوانے کی کوشش کروں گا۔ کیا آپ بھی تبصرہ لکھنے کا احسان فرما سکتے ہیں؟ لکھ دیں تو زہے عزو شرف۔ اوراق کے اگلے شمارے میں کتاب کے تعارف کے طور پر آپ مہربانی فرما سکتے ہیں۔ کیا توقع رکھوں؟

خط کا جواب جلد لکھیے ، بہت مہربانی ہوگی۔

بچوں کو بہت بہت دعائیں۔

اوراق میں ارضِ تمنا کے عنوان سے ، جو تحریر چھپی ہے ، وہ کیا آپ نے پڑھی ہے؟ اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ فقط

مخلص

غلام الثقلین نقوی

(۲)

۴/۱۷۔ بدر بلاک ، علامہ اقبال ٹاؤن ، لاہور ، ۵۴۵۷۰

۲۷/ اپریل ۸۸[۱۹]ء

برادرِ عزیزم سلمہٗ!

السلامُ علیکم۔ ۲۰/ اپریل کا لکھا ہوا نامۂ خیریت ملا ، مفصل حالات سے آگاہی ہوئی۔ اگر چہ مجمل طور پر پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا (ڈاکٹر انور سدید کے توسط سے) کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔ آپ نے مختصر الفاظ میں سانحۂ اوجڑی کیمپ کا جو نقشہ کھینچا ہے ، وہ نہایت مؤثر ہے۔ خصوصاً عزیزی شکیل کی بے لوث خدمات کے ذکر نے دل پر بہت اثر کیا۔ اللہ کرے کہ پاکستان کے سب نوجوان اُس کے نقشِ قدم پر چلیں۔ ایسے ہی مواقع پر کچھ ہمت بندھتی ہے کہ پاکستان قائم و دائم رہے گا ، ورنہ اِردگرد جو حالات نظر آتے ہیں ، انھوں نے بہت مایوس کر دیا ہے۔ میں تو جناح و اقبال کو اپنا مرشد مانتا ہوں اور پاکستان میرے لیے ارضِ مقدس بھی ہے ، لیکن جب حالات میں تنزل اور پستی دیکھتا ہوں تو اپنی وابستگیوں پر شرم آنے لگتی ہے۔

میری بیٹی ، داماد اور نواسے ڈھوک کھبہ میں مقیم ہیں۔ اُن کی طرف سے بھی خیریت کی اطلاع مل چکی ہے۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں۔ برادرم سجاد کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ ڈاکٹر حامد بیگ (۲۸) اور منصور قیصر (۲۹) کے مکانات میزائلوں کی زد میں آ کر خاصے تباہ حال ہوئے اور ڈاکٹر حامد بیگ کی لڑکی (۳۰) زخمی بھی ہوگئی۔ بہر حال جانیں سب کی بحمد للہ محفوظ رہیں۔

ارضِ تمنا (۳۱) کی ایک جلد آج ہی رجسٹری کے ذریعے آپ کے گھر کے پتے پر بھیج رہا ہوں۔ اسے پڑھ کر ثوابِ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

دارین حاصل کیجیے اور مجھے شکریے کا ایک اور موقع بھی دیجیے گا۔ براہِ کرم اِس پر ایک نہایت مختصر تبصرہ ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے بھجوا دیجیے گا۔ یہ تبصرہ میں نوائے وقت کے ادبی ایڈیشن میں لگوانے کی کوشش کروں گا۔ پندرہ منٹ میں لکھا جا سکتا ہے۔ اگر کتاب کو ثواب کی نیت سے پڑھنا شروع کریں گے تو ایک دو نشستوں میں ختم ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ اوراق میں پہلے پڑھ بھی چکے ہوں۔ بچوں کو بھی پڑھوائیے۔ کتابی صورت میں کچھ اضافے بھی ہوئے ہیں۔

مجھے رشید نثار صاحب (۳۲) کا ڈاک کا پتا، یا گھر کا پتا کچھ بھی معلوم نہیں۔ میں انھیں ایک کتاب پیش کرنا چاہتا ہے [ہوں]۔ رشید نثار نے اوراق میں اس کے بارے میں ایک دو خط نہایت خلوص سے لکھے تھے۔ ان کا اقتباس میں نے سرورق پر چھپنے کے لیے دیا تھا، لیکن وہ ادارے نے چھاپا نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ طباعت و اشاعت کے بارے میں مصنف کتنا بے بس ہوتا ہے؟

بہر حال شکر ہے کہ کتاب چھپ گئی۔ اس کتاب کی یہ برکت ہے کہ اس کی اشاعت میں میری ادیبانہ انا محفوظ و مامون رہی۔ پوچھیے کیسے؟ میں نے سفر نامہ مکمل ہونے پر دو اداروں فیروز سنز اور شیخ غلام علی کو خط لکھے۔ فیروز سنز والوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کتاب چھاپنے کو تیار ہیں اور ایک سال کے اندر اندر کتاب چھپ گئی۔ میں تو اسے ایک معجزہ خیال کرتا ہوں۔

بچوں کو بہت بہت دُعا۔ شکیل اگر یہاں موجود ہوں تو میری طرف سے انھیں سلامِ مسنون کہہ دیجیے۔ تبصرہ اور رشید نثار کا پتا بہت جلد بھیجیے۔ آپ کا پچھلا تبصرہ اب تک یاد ہے کہ کس خلوص اور ادیبانہ پختگی سے لکھا گیا۔

میرا ٹیلی فون نمبر ۴۴۱۹۷۵ ہے۔ نوٹ کر لیجیے گا۔ فقط

غلام الثقلین نقوی

(۳)

۱۷۴۔ بدر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، ۵۴۵۷۰

۲۸ رمئی ۱۹۸۸ء

برادرِ عزیز م!

السلامُ علیکم۔ ۲۷ راپریل کو ایک کتاب ارضِ تمنا کے عنوان سے رجسٹری کے ذریعے آپ کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ علیحدہ خط بھی لکھا تھا۔ گھر کے پتے پر کتاب بھیجی تھی، کیا مل گئی؟

رسید سے واپسی ڈاک مطلع فرمائیں، تاکہ اگر نہ ملی ہو تو محکمہ ڈاک کو لکھا جائے۔

رشید نثار صاحب کا پتا درکار ہے۔

اگر آپ کو تبصرہ لکھنے کی فرصت ہو تو آدھا صفحہ لکھ بھیجیں، ورنہ کوئی مجبوری نہیں۔

بچوں کو دُعا۔ فقط

Optimized by www.ImageOptimizer.net

مخلص

غلام الثقلین نقوی

فون نمبر ۴۴۱۹۷۵

(۴)

۱۷۴۔ بدر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، ۵۴۵۷۰

۴؍جون ۱۹۹۴ء

برادرِ عزیزم!

السلامُ علیکم۔ آپ کے انشائیوں کا مجموعہ رُت کے مہمان ملا، یادفرمائی کا بہت بہت شکریہ۔ بہت سے انشائیے اوراق میں پہلے بھی پڑھ چکا ہوں۔ جب فرصت ملی تو قندِ مکرر کا لطف اُٹھاؤں گا۔ میرا سفرنامہ چل بابا اگلے شہر (۳۳) کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ بہت سارے دوستوں کو تا حال نہیں بھیج سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جنوری میں والدہ صاحبہ (۳۴) وفات پا گئیں۔ ان کے بعد بیگم کی باری آئی۔ وہ چار مہینے صاحبِ فراش رہ کر ۳۱؍مئی کو انتقال کر گئیں۔ اصل میں یہ چار مہینے نہایت پریشانی کے عالم میں گزرے۔ وہ بیچاری دائم المریض [؟] تھیں۔ اس کے باوجود ان کی عدم موجودگی میں ایک عجیب سا خلا محسوس ہوتا ہے۔

مقبول اکیڈمی لاہور نے سفرنامہ چھاپا ہے۔ اب خیال ہے کہ ان کے ہاں سے کچھ کتابیں لاؤں اور دوستوں کو بھیجوں۔ میں نے رائلٹی میں ان سے کتابیں لے لی ہیں، تاکہ دوستوں تک تو کتاب پہنچا سکوں۔ فقط

مخلص

غلام الثقلین نقوی

(۵)

۱۷۴۔ بدر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، ۵۴۵۷۰

۱۵؍جولائی [۱۹]۹۴ء

برادرِ عزیزم سلمہٗ!

السلامُ علیکم۔ آپ کی طرف سے تسلی و تشفی کے الفاظ باعثِ سکون بنے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

ان شاءاللہ اب مکان کی تعمیرِ نو سے فرصت مل چکی ہوگی۔ جہاں آپ کا مکان واقع ہے، وہ نہایت پرفضا جگہ ہے۔ مکان کا رقبہ بھی خاصا ہے۔ ان شاءاللہ بہت اچھا مکان بنے گا۔ مکان کی رونق تو مکینوں سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں شاد و آباد رکھے۔

والدہ صاحبہ کی وفات اور بعد ازاں اہلیہ کی بیماری اور وفات کی وجہ سے اردو بازار جانا نہیں ہو سکا، ورنہ سفرنامے کی

Optimized by www.ImageOptimizer.net

ایک کاپی آپ کی خدمت میں ضرور ارسال کرتا۔ گرمی بھی شدید تھی۔

آپ کی کتاب میز پر رکھی ہے۔ ذرا طبیعت حاضر ہو تو کچھ نہ کچھ لکھوں گا ضرور۔ ان دنوں خطوں کے جواب لکھ رہا ہوں۔

ڈاکٹر انور سدید صاحب سے ملاقات ہوئے ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں گذشتہ تین سالوں سے اپنے ایک بیٹے نصیر عباس کے ساتھ ایک کم آباد کالونی میں رہتا ہوں، جو علامہ اقبال ٹاؤن سے ۱۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ البتہ خط کتابت کا پتا اُسی مکان کا ہے، وہاں میرا سب سے بڑا بیٹا ڈاکٹر پروفیسر ظہیر الحسن رہتا ہے۔ انھیں دنوں وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ ویگن میں سفر کروں تو جی خراب ہو جاتا ہے۔ نصیر عباس مجھے وہاں چھوڑ آئے گا۔ دو دن وہاں رہوں گا اور پھر وہ مجھے یہاں لے آئے گا۔

پنڈی ایک عرصہ ہوا نھیں جا سکا، حالانکہ میری بیٹی وہیں رہتی ہے۔ شاید کبھی پروگرام بن جائے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ بچوں کو دعائیں۔ کتنے بچوں کی شادیاں کر دیں؟ مجھے نہیں معلوم۔ اب کوئی شادی کریں تو مجھے ضرور یاد کیجیے گا۔

رشید نثار کا کیا حال ہے؟ فقط

مخلص

غلام الثقلین نقوی

(۶)

لاہور

۸راگست ۹۴[۱۹]ء

برادرِ عزیزم!

السلام علیکم۔ اُمید ہے کہ آپ بفضلہٖ مع اہل و عیال خیریت سے ہوں گے۔ ایک نسخہ چل بابا اگلے شہر کا کل ہی رجسٹری کے ذریعے آپ کے نام بھیجا ہے۔ ملنے پر رسید ضرور دیں، تا کہ اطمینان ہو۔

انجم نیازی (۳۵) نے نپولین بنام جمیل آذر کے عنوان سے ایک خاکہ لکھا ہے (۳۶)، جو واقعی پڑھنے کی چیز ہے، بہت پسند آیا۔ انجم نیازی فطری خاکہ نگار ہے۔ خاکہ لکھتا ہے، خاکہ اُڑاتا نہیں۔

یہ جمیل آذر آپ ہی ہیں نا؟ واقعی آپ ہیں۔ اکثر خاکوں میں جس کا خاکہ لکھا جاتا ہے، وہ غائب ہو جاتا ہے اور خاکہ نگار ہر چوک پر کھڑا نظر آتا ہے۔ فقط

مخلص

غلام الثقلین نقوی

پس نامہ: میرا مستقل پتا تو وہی ہے: ۴/۱۷۔ بدر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور ۵۴۵۷۰ ہے، لیکن ان دنوں

Optimized by www.ImageOptimizer.net

میں جہاں رہتا ہوں، وہاں مندرجہ ذیل پتے پر خط جلدی مل سکتا ہے:

معرفت نصیر عباس نقوی

ای اینڈ پی ایچ ای ڈویژن

نیس پاک (NESPAK)

38/5 سرور روڈ، لاہور کینٹ

حواشی اور تعلیقات:

۱۔ رک: اندراج نمبر ۱۸۸۳ کے تحت: یارانِ وطن اسلام آباد مشمولہ پاکستان کے اردو اخبارات و رسائل : محمود الحسن (مرتب): مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد: ۱۹۸۵ء

۲۔ شبنم رومانی (۳۰ر دسمبر ۱۹۲۸ء بدایوں۔ ۱۷ر فروری ۲۰۰۹ء کراچی) معروف شاعر تھے۔ جزیرہ، تہمت، دوسرا ہمالہ ان کی اہم شعری تخلیقات ہیں۔

۳۔ اینتھالوجی اردو افسانہ کا خط میں ذکر ہے۔ یہ ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر اعجاز راہی، ڈاکٹر رشید امجد، محمد علی صدیقی، شہزاد منظر اور جمیل آذر کا مشترکہ منصوبہ تھا۔ شہزاد منظر پر لکھے گئے مقالے سے اس کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ دیگر شرکاء سے معلومات کا سراغ ممکن ہے۔

۴۔ منٹو پر جمیل آذر کے مقالے کا عنوان منٹو۔ نئے افسانے کا پیشرو مشمولہ نکاتِ جمیل

۵۔ میر خلیل الرحمٰن نے ۱۹۴۱ء میں دہلی سے جنگ کا اجراء کیا۔ راولپنڈی ایڈیشن ۱۳ر نومبر ۱۹۵۹ء سے جاری ہوا۔ ۲۹ر مئی ۱۹۷۸ء سے علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کے عنوان سے ادبی ایڈیشن کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

۶۔ اوراق ڈاکٹر وزیر آغا نے ۱۹۶۶ء میں مولانا صلاح الدین احمد کی یاد میں لاہور سے شائع کیا۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۹۶ء تک سجاد نقوی اس کے مدیر رہے۔ اس پرچے نے انشائیہ کی تحریک اور پہچان میں کلیدی کردار ادا کیا۔

۷۔ علی حیدر ملک مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے کراچی آئے۔ اخبارِ جہاں میں ادبی مضامین اور کالم لکھتے رہے۔ تدریس، صحافت، افسانہ، ناول اور تنقید کے میدان میں کام کیا۔ بے زمین بے آسمان اُن کا ناول ہے اور دبستانِ مشرق اُن کی تالیف ہے۔

۸۔ مشتاق قمر معروف انشائیہ نگار ہیں۔ ہم ہیں مشتاق اُن کے انشائیوں کا مجموعہ ہے۔

۹۔ انتظار حسین (۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء ڈبائی بلند شہر۔ ۲ر فروری ۲۰۱۶ء لاہور) معروف ناول اور افسانہ نگار۔

۱۰۔ بستی: انتظار حسین: کتاب گھر، لاہور: اشاعتِ اول ۱۹۷۷ء۔

۱۱۔ مشفق خواجہ (۱۹ر دسمبر ۱۹۳۵ء لاہور۔ ۲۱ر فروری ۲۰۰۵ء کراچی) اصل نام خواجہ عبدالحیٔ ہے۔ خامہ بگوش کے قلمی نام سے بھی لکھتے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

رہے۔ مشفق خواجہ کے تحقیقی وتدوینی کام کو سراہا گیا۔ قومی زبان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ شاعری اور کالم نگاری بھی کرتے رہے۔

۱۲۔ تخلیقی ادب مشفق خواجہ اور آمنہ مشفق نے مرتب کیا۔ اسے عصری مطبوعات کراچی نے ۱۹۸۰ء میں شائع کیا۔ یہ چون معاصر شعراء وادباء کی تخلیقات کا مجموعہ ہے۔ مشمولات کی ترتیب یہ ہے: شاعری=۳۸؛ مقالات=۷؛ عالمی ادب=۱۴؛ ایلیٹ کی نظمیں=۲۱؛ انشائیے=۵؛ شاعری۲=۲۹؛ افسانے=۵

۱۳۔ سلطان رشک حکیم یوسف حسن کے نیرنگِ خیال راولپنڈی کے موجودہ ایڈیٹر اور شاعر ہیں۔ ان کے شعری مجموعے کا نام دریا کی دہلیز ہے۔

۱۴۔ انشائیہ کیا ہے؟ کے عنوان سے جمیل آذر کی مرتبہ کسی کتاب کا سراغ نہیں مل سکا۔ اُن پر لکھے گئے مقالے میں بھی ذکر نہیں ہے۔ اُن کی مرتبہ کتاب کا نام ہے: اردو کے بہترین انشائیے ۔ یہ کتاب مکتبۂ اردو زبان، سرگودھا نے ۱۹۷۶ میں شائع کی۔

۱۵۔ شاخِ زیتون :مکتبۂ اردو زبان، سرگودھا:۱۹۸۱ء۔

۱۶۔ رشید امجد (پ: ۵مارچ ۱۹۴۰ء سری نگر) دورِ حاضر کے معروف ترین افسانہ نگار۔ چونتیس (۳۴) کتب کے مصنف و مرتب۔

۱۷۔ اعجاز راہی معروف افسانہ نگار اور افسانے کے نقاد۔ ۲۰۰۶ء میں انتقال ہوا۔

۱۸۔ جدید اردو افسانہ :منظر پبلی کیشنز، کراچی:۱۹۸۲ء۔

۱۹۔ اندراج نمبر ۱۲۷ کے تحت: ماہنامہ اردو زبان ،سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا: اردو زبان

پاکستان کے اخبارات ورسائل محمود الحسن (مرتب): مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد:۱۹۸۵ء۔

۲۰۔ شفیق الرحمٰن معروف مزاح نگار تھے۔ پاک آرمی سے میجر جنرل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۶ء تک اکادمی ادبیات پاکستان کے چیئرمین رہے۔ اردو مزاح نگاری کو ۸ مجموعے دیے۔ شگوفے ، حماقتیں ، مزید حماقتیں وغیرہ

۲۱۔ اے خیام (۵؍جون ۱۹۴۳ء) اصل نام محمد ابوالخیام ہے۔ معروف افسانہ نگار ہیں۔ کپل وستو کا شہر ، خالی ہاتھ ان کے اہم افسانوی مجموعے ہیں۔ کراچی میں مقیم ہیں۔

۲۲۔ راغب شکیب معروف شاعر اور سہ ماہی ارتکاز کے ایڈیٹر رہے۔

۲۳۔ اندھیری رات کا تنہا مسافر (ناولٹ): شہزاد منظر: منظر پبلی کیشنز، کراچی:۱۹۸۴ء۔

۲۴۔ ردِ عمل :شہزاد منظر: منظر پبلی کیشنز، کراچی:۱۹۸۵ء۔

۲۵۔ جدید اردو ناول (تنقید): غیر مطبوعہ

۲۶۔ محمد علی صدیقی معروف ادیب اور محقق تھے۔

۲۷۔ شہاب قدوائی (۱۷؍نومبر ۱۹۵۱ء) معروف افسانہ نگار ہیں۔ بہو کی ہنسی و دیگر افسانے ، بھرے بازار میں و دیگر افسانے ان کے اہم افسانوی مجموعے ہیں۔

۲۸۔ ڈاکٹر حامد بیگ (۲۹؍اگست ۱۹۴۹ء، کراچی) معروف افسانہ نگار، نقاد اور محقق۔ آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔ انھیں حکومتِ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

پاکستان کی جانب سے ۲۰۱۰ء میں تمغۂ امتیاز دیا گیا۔ تار پر چلنے والی ، گناہ کی مزدوری ، مقالات اور اردو افسانے کی روایت اُن کی معروف تصنیفات ہیں۔

۲۹۔منصور قیصر (۷ر ستمبر ۱۹۳۲ء۔۱۶ر اپریل ۱۹۹۰ء) راولپنڈی کے مشہور افسانہ نگار تھے۔صحافت میں بھی خدمات انجام دیں۔راولپنڈی آرٹس کونسل میں بھی رہے۔ نئے سورج کی آواز اور بے چراغ بستی ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔

۳۰۔غلام الثقلین نقوی کے دوسرے خط میں سانحۂ اوجڑی کیمپ کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ ڈاکٹر حامد بیگ کی لڑکی زخمی ہوئی۔میرے استفسار پر ڈاکٹر مرزا حامد بیگ صاحب نے اس کی تصحیح یوں کی: اپریل ۱۹۸۸ء میں اوجڑی کیمپ راولپنڈی میں آگ لگ گئی تھی۔اسلام آباد اور راولپنڈی میں میزائلوں کی بارش ہونے لگی۔اس میں میرا آئی۔۸ر۱، اسلام آباد کا فلیٹ تباہ ہوا اور میرا بیٹا جواد بیگ، جو سکول میں گیا ہوا تھا، میزائل لگنے سے زخمی ہوا۔وہ ماشااللہ ٹھیک ہے اور یو کے کا شہری ہے۔منصور قیصر صاحب اُن دنوں بیمار تھے۔ان کے گھر کی دیوار توڑ کر میزائل ان کے اوپر سے گزر گیا، وہ زخمی نہیں ہوئے۔میرے بیٹے کی بائیں ٹانگ کا Compound Fracture ہوا تھا، شکر کہ ٹانگ بچ گئی اور اُس کا آپریشن کامیاب رہا۔

۳۱۔ارضِ تمنا ماہنامہ اوراق میں قسط وار چھپتا رہا، بعد میں فیروز سنز نے کتابی صورت میں شائع کیا۔

۳۲۔رشید نثار شاعر، نقاد اور افسانہ نگار۔ کتنی دیر چراغ جلا ، زخمِ فلسطین ، بت شکن ، انوکھا بالکا ، علامہ مشرقی اہم تصانیف ہیں۔

۳۳۔چل بابا اگلے شہر :غلام الثقلین نقوی: مقبول اکیڈمی، لاہور: ۱۹۹۳ء۔

۳۴۔غلام الثقلین کی والدہ کا انتقال ۲۴ر جنوری ۱۹۹۴ء کو ہوا۔

۳۵۔انجم نیازی (۱۰ر نومبر ۱۹۴۱ء روکھڑی، میانوالی) شاعر اور افسانہ نگار ہیں۔ میں، سورج اور سمندر ان کے انشائیوں کے مجموعے کا نام ہے، جبکہ سفر کا سلسلہ ، حرا کی خوشبو ، کرنیں ایک ہی مشعل کی ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔

۳۶۔خاکہ بعنوان نپولین بنام جمیل آذر :اوراق: جولائی اگست ۱۹۹۴ء: ص ۳۵۴۔

Optimized by www.ImageOptimizer.net

فیصل ریحان
پی ایچ۔ڈی اسکالر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

صاحبزادہ حمید اللہ کے تین خط

Faisal Rehan

Ph.D Scholar, International Islamic University, Islamabad

Abstract: Sahibzada Hameedullah was a renowned scholar of Urdu, Persian, Arabic and Pashto. He wrote many books and research articles on different literary topics. In this article, the researcher, edited his three letters with notes and annotations. These letters have been addressed to Dr. Inam ul Haq Kousar, a well known literary figure and an Iqbalist of high rank. These letters might be important in biographical perspective of the writer .

[مکتوب نگار: صاحبزادہ حمید اللہ (۱۹۳۷ء۔۱۳/دسمبر ۲۰۱۶ء) کا تعلق بلوچستان کے علاقے پشین سے تھا۔ وہ بلوچستان میں اردو اور پشتو کے معروف ادیب، شاعر اور محقق کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ انھوں نے اردو، انگریزی، فارسی اور عربی سمیت چھے زبانوں میں ایم اے کیا۔ انھیں اردو زبان سے خاص انس تھا۔ وہ بلوچستان میں اردو کے اولین مقامی استاد تھے۔ ان سے پہلے بلوچستان میں اردو کے تمام اساتذہ پنجاب اور ملک کے دیگر علاقوں سے آتے تھے۔ مادری زبان پشتو ہونے کے باوجود انھوں نے خود کو اردو زبان کی تدریس اور تصنیف کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پشتو، فارسی اور عربی میں بھی کچھ تصنیفات ہونے کے باوجود ان کی زیادہ کتابیں اردو میں ہیں، جو زیادہ تر بلوچستان اور پشتو ادب سے متعلق ہیں۔ اس طرح انھوں نے گویا بیک وقت دونوں زبانوں میں ادب کی روایت کو پروان چڑھانے میں اپنا بھرپور حصہ ڈالا۔ صاحبزادہ حمید اللہ شاعری سے بھی لگاؤ رکھتے تھے۔ انھوں نے رگِ گل کے عنوان سے ایک کثیر اللسانی شعری مجموعہ یادگار چھوڑا ہے، جس میں اردو، پشتو، فارسی اور عربی کے اشعار ملتے ہیں۔ اس شعری مجموعے کے علاوہ ان کا باقی سارا کام نثر میں تحقیق و تنقید سے متعلق ہے۔ ان کی بعض اہم کتابوں میں: پشتو کے رومان، پشتو میں سیرت نگاری، پشتو ادب بلوچستان میں، فن اور تکنیک، اور ابوالانشاء کے انشائیے وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں صاحبزادہ حمید اللہ کے جو خطوط پیش کیے جا رہے ہیں، وہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے نام لکھے گئے تھے۔ ان کا زمانہ تصنیف ۷۷۔۱۹۷۶ء کا ہے۔ ان خطوط میں صاحبزادہ حمید اللہ کے دینی اور مذہبی عقائد بھی جھلکتے ہیں اور علامہ اقبال سے ان کے لگاؤ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ ان کے مطالعے سے یہ پتا بھی چلتا ہے کہ مادری زبان پشتو ہونے کے باوجود وہ کیسی صاف اور شستہ اردو لکھتے تھے۔ یہ خط اس کا بین ثبوت ہیں۔ اسلوبیاتی حوالے سے بھی یہ خط بلوچستان میں اردو نثر کے ارتقاء کی اہم کڑی ہیں، جن سے مستقبل کے محققین استفادہ کر سکیں گے۔ دو خط پشین، جبکہ ایک خط ریاض (سعودی عرب) سے لکھا گیا ہے، جہاں وہ عربی زبان کا کورس کرنے گئے تھے۔

مکتوب الیہ: ڈاکٹر انعام الحق کوثر بلوچستان کے معروف محقق، مؤلف اور اقبال شناس تھے۔ انھوں نے قریباً پچاس کتابیں

لکھیں۔ بلوچستان میں اردو اور علامہ اقبال اور بلوچستان ان کی معروف کتابیں ہیں۔
بلوچستان میں ایم فل اور پی ایچ۔ڈی (اردو) کے کئی مقالے ان کی زیرِ نگرانی مکمل ہوئے۔ وہ ایک طویل عرصہ بلوچستان کے مختلف کالجوں میں استاد اور پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ دونوں حضرات میں آخر تک گہرا علمی تعلق اور دوستانہ رہا اور خط کتابت بھی رہی۔ دونوں تصنیف و تالیف میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ اس کا پتا ان خطوط سے بھی چلتا ہے۔ اس سے ان کی علمی افادیت ظاہر ہوتی ہے۔ صاحبزادہ حمید اللہ کے یہ خطوط راقم کو ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے بیٹے محمد ساجد کوثر نے فراہم کیے۔ راقم ان کا بے حد ممنون ہے۔]

(۱)

پشین

۶/دسمبر ۱۹۷۶

جنابِ ڈاکٹر صاحب محترم!

السلام علیکم۔ آپ کی مرسلہ کتاب مع خط ملی، نہایت مشکور ہوں۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ ایک دو دفعہ کوشش بھی کی۔ اخوند صاحب (۱) کے خطوط شاید مل سکیں۔ ابھی تک متعلقہ شخص سے ملاقات نہ ہو سکی۔

دوسرے مکاتیب کے مجموعے کے لیے، میں نے مرحوم شخص کے لڑکے سے کہا، مگر بے سود۔ پھر بھی کوشش کروں گا۔ فارسی نثر میں اس احقر نے بھی کچھ لکھا ہے۔ کتاب کی تدوین کے وقت مجھے بھی یاد رکھیے۔ میرا ایک مضمون بولان ۱۹۷۳ء (۲) میں بعنوان ادبِ قدیم و جدید ایران چھپا ہے۔

تذکرہ صوفیائے بلوچستان (۳) بہت عمدہ اور معلومات افزا تذکرہ ہے۔ اس پر کچھ اور اضافہ بھی کیا جا سکتا تھا۔ میرے دو بزرگوں کے حالات میں کراماتِ حسی کا حصہ چھوڑ دیا گیا ہے، جو نہیں چھوڑ دینا تھا۔ شاید آج کا سائنسی ذہن یہ کچھ ماننے کو تیار نہیں، حالانکہ اسلام کی بنیاد ہی روحانیت (غیر مادیت) پر ہے۔ بقولِ اکبر الہ آبادی:

خدا باہر ہے حدِ دوربیں سے

خورشید افروز صاحب (۴) سے کہیے کہ رگِ سنگ (۵) کے لیے علامہ اقبال سے متعلق پشتو زبان میں مضمون میں نے لکھ لیا ہے، صرف اس کی تسوید ہونا باقی ہے۔ ایک ہفتے تک بھیج دوں گا۔ پشتو میں پیغام بھی بھیج رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں ۱۵/دسمبر تک ایک سال کے لیے ریاض یونیورسٹی چلا جاؤں۔

اُمید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص

حمید اللہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

(۲)

ریاض

۱۸؍جون ۱۹۷۷ء

جناب محترم المقام ڈاکٹر صاحب دام عنایتہٗ!

السلام علیکم۔ طالبِ خیریت بخیریت۔ کافی مدت کے بعد نامہ و پیام کے سلسلے کو بحال کر رہا ہوں۔ ہمارا سعودی عرب آنے کا، جو منصوبہ گذشتہ دو سال سے بن رہا تھا، اس پر اچانک دسمبر ۱۹۷۶ء میں عمل درآمد شروع ہوا اور ۱۲؍جنوری ۱۹۷۷ء کو میں مع اپنے سولہ دیگر ساتھیوں کے بذریعہ 'سعودیہ' کراچی سے ریاض پہنچا۔ تین گھنٹے کا سفر تھا، جو بڑا خوشگوار گزرا۔ یہاں یونیورسٹی کے ایک ادارے معھد اللغتہ العربیہ میں داخلہ ملا۔ ہمارا قیام ابتداً ایک سال کا تھا، مگر یہاں کے سمسٹر نظامِ تعلیم کے باعث ڈیڑھ سال کا کر دیا گیا۔ یہاں کا تعلیمی سال اکتوبر تا جون ہوتا ہے۔ پہلی ٹرم اکتوبر تا جنوری ہوتی ہے۔ فروری میں ربیع کی تعطیلات ہوتی ہیں، پھر مارچ تا جون دوسری ٹرم ہوتی ہے۔ جولائی تا دسمبر گرمیوں کی تعطیلات ہوتی ہیں، جن کے دوران ہر طالبِ علم کو حکومتِ سعودی عرب کے خرچ پر اپنے وطن بھیجا جاتا ہے۔

ہمارے گروپ کے علاوہ پاکستانی اساتذہ و غیر اساتذہ کا ایک گروپ پہلے بھی موجود تھا۔ کچھ لوگ ہمارے بعد بھی آئے، جو لیکچرار، یا اساتذہ نہیں تھے۔ اب پاکستانیوں کی تعداد غالباً ۳۵ ہے۔ باقی طلبہ چند امریکی حبشی مسلمان؛ چند جاپانی مسلمان؛ کچھ قوم پرست چینی مسیحی؛ ایک ترک؛ ایک یوگنڈائی مسلمان؛ ایک ایک امریکی اور جرمن عیسائی اور ایک انڈونیشی ہے۔ آج ہمارا امتحان تھا؛ کل بھی ہوگا، اس کے بعد وطن روانگی ہے۔ ان شاء اللہ ۲۱؍جون ۱۹۷۷ کو ہم یہاں سے کراچی کے لیے روانہ ہوں گے۔ پھر وہاں سے بذریعہ پی آئی اے اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے۔ عید الفطر کے بعد پھر واپسی ہوگی۔ گھر آ کر ان شاء اللہ آپ کو اخوند صاحب کے کاغذات بھیج دوں گا۔ یہ مجھے مل گئے تھے، مگر وہ خطوط والی کاپی نہ مل سکی۔ یوں سمجھیں کہ وہ نہیں ملے گی، مگر اخوند صاحب کے خطوط میں بھی کوئی خاص مواد بلوچستان کے کسی عالم کا نہ مل سکا۔ خیر گھر جا کر غور سے پڑھ لوں گا اور پھر کوئی رائے قائم کر سکوں گا۔ آتے وقت جلدی میں ٹھیک طرح سے نہ پڑھ سکا تھا۔

اب میں عربی میں اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے مخاطب پر واضح کر سکتا ہوں۔ بعض اوقات تو روانی سے بول لیتا ہوں۔ عربی میں ایک ترانہ اور ایک مضمون بھی لکھ کر طلبہ کے سالانہ امتحانی مقابلوں میں پیش کیا۔ پوزیشن تو نہ آ سکی، البتہ تمام شرکائے مقابلہ کے ساتھ مجھے بھی شیفر قلم مع بال پوائنٹ انعام میں ملا۔ ریاض سردیوں میں سرد تھا، اب گرمیوں میں سخت گرم ہے۔ موسم میں خشکی بے انتہاء ہے، مگر ہمارے کمرے ائیر کنڈیشنڈ ہیں، اس لیے بہت ٹھنڈے ہیں اور اندر بڑا آرام ہے۔ ہمیں ڈپلوما کا کورس کرایا جائے گا، جو اکتوبر سے جون تک ہوگا، جو طرق التدریس کہلاتا ہے۔ فی الحال ہم نے

Optimized by www.ImageOptimizer.net

تقویه اللغه، یعنی زبان کی تقویت کا کورس پڑھا، جس کا امتحان دے رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ ہاں! یہ کہنا بھول گیا کہ فروری میں میں نے حرمین شریفین جا کر عمرہ کیا اور بائیس روز حرمین شریفین میں گزارے۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے اپنے اس گناہگار بندے کو یہ عظیم سعادت بخشی۔ وطن سے واپس آ کر نومبر میں ان شاء اللہ حج کروں گا۔ مکہ معظمہ یہاں سے کوئی سات سو میل اور مدینہ منورہ کوئی آٹھ سو میل دور مغرب ہی کو واقع ہے۔

خط کا جواب نہ دیں اور اگر دینا چاہیں تو پشین کے پتے پر دے دیں، کیونکہ جب یہ خط آپ کو ملے گا تو ہم بفضلِ خدا گھروں کو پہنچ چکے ہوں گے۔

سعودی عرب کے لیے ۶۵ پیسے کا لفافہ پاکستان سے جاتا ہے۔ والسلام

آپ کا مخلص

حمید اللہ

(۳)

پشین

یکم ستمبر ۱۹۷۷ء

جناب کوثر صاحب دام عنایتۂ!

السلام علیکم۔ اپنے سوانح مع نمونۂ نثرِ فارسی، فارسی زبان میں تحریر کر کے بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ پسند آ جائے گا۔ اپنے پشتو و اردو مقالات کے ساتھ تاریخِ اشاعت مکمل طور پر نہ لکھ سکا، کیونکہ یہ بڑا وقت طلب امر تھا اور بڑی محنت کا متقاضی۔ اُمید ہے کہ میرے مخطوطات عید کے بعد جلد ہی واپس بھیج دیں گے، کیونکہ میں شاید ۲۶ ستمبر کو یہاں سے ریاض کے لیے روانہ ہو جاؤں۔ بہر حال میرے جانے کے بعد بھی میری ڈاک گھر پر مل جاتی ہے۔

آپ کے دو تین خطوط پچھلے دنوں آئے تھے۔ میں نے بھی حسبِ موقع جواب دے دیا ہے۔ رمضان شریف میں محنت ہو نہیں سکتی۔ صرف ان چند فارسی اوراق نے میرے دو ہفتے لے لیے۔ رگِ سنگ جب بھی چھپ جائے، بھیج دیں۔ حرمین شریفین میں ان شاء اللہ العزیز ضرور آپ کے لیے دُعا کروں گا۔ خدا کرے کہ فارسی کی کتاب (۶) جلد مکمل کر سکیں۔ فی الحال دوسرا مواد بھیجنے سے معذور ہوں، کیونکہ کچھ اشد ضروری علمی مشاغل پایۂ تکمیل کو پہنچانے ہیں۔

اُمید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔ والسلام

آپ کا مخلص

حمید اللہ

Optimized by www.ImageOptimizer.net

حواشی:

۱۔اخوندصاحب سے اخوندزادہ عبدالعلی مراد ہیں۔وہ خانوزئی کے متوطن تھے۔پشتو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔

۲۔بولان گورنمنٹ سائنس کالج،کوئٹہ کا میگزین تھا۔

۳۔تذکرہ صوفیائے بلوچستان ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی گراں ارزش کتاب ہے۔اس کے اب تک دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔

۴۔خورشید افروز اردو کے پروفیسر،صحافی اور شاعر ہیں۔حال ہی میں ان کی ایک کتاب مشاہیرِ بلوچستان شائع ہوئی ہے۔

۵۔رگِ سنگ گورنمنٹ کالج،لورالائی کا میگزین

۶۔ساجد کوثر کے بقول:اس وقت انعام الحق کوثر اپنی کتاب فارسی نثر در بلوچستان پر کام کر رہے تھے،جو بوجوہ شائع نہ ہو سکی۔

Ta'beer

Research Journal
of
Urdu Language & Literature

Issue: 3

January - June, 2016

Department of Urdu
Allama Iqbal Open University, Islamabad

Optimized by www.ImageOptimizer.net